شمارہ ۵

سالنامہ

تجلیاتِ رضا





سالنامہ

شمارہ ۵

تجلیات رضا

صفر المظفر ۱۴۲۷ھ / مارچ ۲۰۰۶ء

مدیر اعلیٰ
محمد حنیف خاں رضوی
9412489368

مدیر مسئول
عبدالسلام رضوی
9411006196

مدیر معاون
صغیر اختر مصباحی
9412489367

کمپوزنگ:- محمد شمس الدین برکاتی

شائع کردہ:- **امام احمد رضا اکیڈمی** حسین باغ، بریلی شریف

پرنٹر، پبلیشر اور ایڈیٹر صغیر اختر مصباحی نے .... سے طبع کرا کے "آفس امام احمد اکیڈمی" صالح نگر، رامپور روڈ، بریلی شریف سے شائع کیا۔

تجلیات قلم

آپھونچے سفیرانِ جنوں بامِ سحر تک

اداریہ: صغیر اختر مصباحی

یہ پُرخلوص جدوجہد ہی کا نتیجہ ہے کہ امام احمد رضا اکیڈمی کو قائم ہوئے ابھی پانچ سال بھی نہیں ہوئے ہیں مگر اس مختصری مدت میں کئی دشوار گذار مراحل بہ آسانی طے ہو چکے ہیں۔

اپنی بے بضاعتی کے باوجود اکیڈمی کی لائبریری کے لئے وافر مقدار میں کتابوں کا ذخیرہ کر لینا☆ اندرون شہر دہلی روڈ پر واقع قیمتی آراضی خرید لینا☆ دس ضخیم جلدوں پر مشتمل "جامع الاحادیث" کی اشاعت☆ اور اب "حالات فقہا و محدثین" "تدوین حدیث" "اصول حدیث" اور "نحوی پہیلیاں" جیسی کارآمد کتابوں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ایک ماہر انجینئر کی رہنمائی میں مذکورہ آراضی پر اکیڈمی کا فاؤنڈیشن تیار کر کے اسٹرکچر (ڈھانچہ) کھڑا کر دینا۔ یہ سب ان مُہمات میں سے ہیں جن کو اتنی جلدی سر نہیں کیا جاسکتا تھا مگر تائید خداوندی نے ہر مشکل آسان فرمادی۔ فالحمد لله علی ذلك۔

چونکہ اکیڈمی اب تک ایک کرایے کی عمارت میں تھی اس لئے ہماری پہلی کوشش تو یہی تھی کہ کسی طرح اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہوجائے، فکر بارآور ہوئی، کرم الٰہی نے یاوری فرمائی، نتیجۃً ڈیڑھ سال پہلے ہی شہر بریلی میں دہلی روڈ پر نہایت موزوں اور بیش قیمت آراضی (رقبہ پانچ سوگز) خرید لی گئی، جس کی تہائی رقم بذمہ اکیڈمی باقی ہے۔ یہ ہمارے ایک محسن کا احسان ہے کہ ابھی تک اس رقم کا پر زور مطالبہ نہیں کیا۔ خداوند کریم ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

اب آراضی خرید لینے کے بعد یہ فکر دامن گیر رہی کہ آج کے موجودہ حالات میں اتنی قیمتی آراضی کو زیادہ دنوں تک خالی نہیں چھوڑا جاسکتا، پھر اکیڈمی جس عمارت میں ہے اس کا پانچ سالہ معاہدہ بھی قریب بہ اختتام تھا۔ بظاہر اس فکر کو بروئے کار لانا ایک مشکل امر تھا۔ خدائے بزرگ و برتر اپنے حبیب کے صدقہ میں دارین کی دولتوں سے مالا مال فرمائے محترم محمد تسلیم بھائی (ارمان پراپرٹی ڈیلر) کو جنھوں نے فاؤنڈیشن کے لئے اینٹوں کا انتظام کر کے ہمارے حوصلوں کو بڑی تقویت دی، ہمارے پاس بھی جامع الاحادیث کی اشاعت سے حاصل شدہ کچھ رقم تھی جس کو باقی اخراجات کے لئے استعمال کیا اور کسی طرح فاؤنڈیشن تیار کر کے پہلی منزل کا اسٹرکچر کھڑا کر دیا بس اس سہارے کہ کوئی مخلص کارپسند شخصیت اس کی طرف کرم بھری نگاہ کرے اور خواب شرمندۂ تعبیر ہوجائے۔

گو کہ اکیڈمی کو یہاں تک پہونچانے میں دیگر اراکین اکیڈمی کی بھی کاوشیں شامل ہیں، مگر حقیقۃً ان تمام نمایاں خدمات کا سہرا استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب رضوی کے سر جاتا ہے جن کی مخلصانہ کوششیں ہمارے جذبات واحساسات کی تحریک کے لئے مہمیز کا کام کرتی رہیں اور اراکین اپنی مختلف مصروفیات کے باوجود سرگرم عمل رہے۔

بفضلہ تعالیٰ بیک وقت کئی کام سامنے ہیں: مثلاً جد الممتار حاشیہ رد المحتار (فتاوی شامی شریف) مکمل کمپوز کرا کے پروف ریڈنگ کے آخری مرحلہ میں ہے جس میں شامی شریف کے تعلق سے فتاوی رضویہ میں مذکورہ مباحث بھی اس حاشیہ کے سات ضم کر دیے گئے ہیں۔ حاشیہ کے ساتھ ساتھ شامی میں منقول تقریباً چھ سو احادیث کی تخریج بھی مکمل کرالی گئی ہے، اس تخریج میں بیروت وغیرہ کی مطبوعات کے ساتھ ہندو پاک کی مطبوعہ صحاح ستہ وغیرہ کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے، مذکورہ حوالوں کو بھی حاشیہ پر سیٹ کرنا ہے، پروگرام کے مطابق حاشیہ کو اصل کتاب شامی شریف کے ساتھ شائع کیا جائے گا تا کہ اس کی افادیت اور دوبالا ہوجائے۔ یہ اہم کام کسی مخیّر فرد ملت کی نگاہ عنایت کا

محتاج ہے۔ اللھم رب یسر و لا تعسر (آمین)

اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک عظیم منصوبہ یہ بھی ہے کہ علمائے کرام کی ایک بالغ نظر متحرک وفعال جماعت کی خدمات حاصل کی جائیں اور حتی الوسع فتاوی رضویہ کے مطبوعہ تمام جدید وقدیم نسخے اور نقول کو سامنے رکھ کر اجتماعی غور وخوض کے ساتھ ایک نسخہ کا دوسرے نسخہ سے مقابلہ کیا جائے تاکہ کتاب اور نقل میں جو غلطیاں چلی آرہی ہیں ان کی تصحیح کر لی جائے اور جو مقام توضیح طلب ہیں ان کو حاشیہ پر حل کر دیا جائے۔ انشاءاللہ تعالی امسال ہی کسی مناسب موقع پر اس کام کا آغاز ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں سیدنا اعلی حضرت محدث بریلوی کی کچھ غیر مطبوعہ کتابوں پر بھی کام ہو رہا ہے، اصول فقہ کی مشہور ومعروف کتاب "مسلم الثبوت" اور اس کی شرح "فواتح الرحموت" پر محررہ عظیم حاشیہ کی تبییض وتصحیح حضرت مولانا مفتی آل مصطفی صاحب استاذ جامعہ امجدیہ گھوسی کر رہے ہیں۔ "مالی الجیب بعلوم الغیب" (کلام وعقائد) اس کتاب کی تحقیق وتوضیح اور ترجمہ حضرت مولانا مجاہد حسین صاحب استاذ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد کر رہے ہیں۔ "المعنی المجلی للمغنی والظلی" (علم مثلث کروی) "قانون رویت اہلہ" فارسی (علم زیجات) "رویت ہلال" فارسی (علم زیجات) ان تینوں کتابوں کی تبییض حضرت مولانا مفتی قاضی شہید عالم صاحب استاذ جامعہ نوریہ رضویہ نے مکمل کر لی ہے اور اب ترجمہ کر رہے ہیں جو عنقریب مراحل تکمیل سے گذر جائے گا۔ ان کتابوں کے علاوہ مجاہد جنگ آزادی حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ والرضوان کی معرکۃ الآرا تصنیف "امتناع النظیر" فارسی کا ترجمہ حضرت مولانا مختار احمد صاحب قادری بہیڑوی کر رہے ہیں جو مراحل تکمیل کے قریب پہونچ گیا ہے، انشاء المولی تعالی یہ تمام کتابیں اکیڈمی کے زیر اہتمام مستقبل قریب میں شائع ہوں گی۔

ہم نے بارہا اعلان کیا ہے کہ اکیڈمی کے قیام کا مقصد ایک ایسے مخلص ادارہ کی داغ بیل ڈال کر اس کو پروان چڑھانا ہے جس سے رضویات کی زیادہ سے زیادہ ترویج واشاعت ہوتی رہے، بفضلہ تعالی وبکرم رسولہ الاعلی ہم آج بھی انہیں اصولوں پر قائم وگامزن ہیں، تادم تحریر نہ کوئی رسید چھپی ہے اور نہ ہی ہمارا کوئی سفیر ہے، اس تعمیری سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے آپ حضرات کے تعاون کی ضرورت تو ضرور ہے مگر بایں صورت کہ اگر آپ اکیڈمی کے لئے تعاون کے سلسلہ میں کوئی مثبت خیال رکھتے ہیں تو یا تو اکیڈمی کے دونوں سرپرستوں (حضرت امین ملت زیب سجادہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف اور صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ) یا پھر حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ (09412489368) سے رابطہ کر کے حسب مشورہ تعاون فرمائیں۔

ساتھ ہی ایک گذارش یہ بھی ہے کہ اگر آپ اپنے پاس کچھ کتب ورسائل رکھتے ہیں اور آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ اکیڈمی میں اس کا بہتر استعمال ہے تو براہ کرم عنایت فرما کر ممنون فرمائیں اور اگر کوئی قابل قدر کتاب زیور طبع سے آراستہ ہونا ہے اور آپ نامساعد حالات کی وجہ سے اسے شائع نہیں کرا پا رہے ہیں تو بہتر ہوگا کہ اکیڈمی کے حوالہ کر دیں تاکہ جلد از جلد منظر عام پر آکر مفید خاص وعام ہو۔

آخر میں آپ حضرات سے پر خلوص التجا ہے کہ اکیڈمی کو اپنی قیمتی اور پر خلوص دعاؤں سے نوازتے رہیں کہ خدائے پاک اس کو مزید روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر شگوفے میں نے پالے ہیں

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم)

تفسیر سورۃ البقرۃ

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) الٓمٓ ☆ (۲) ذالک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین ☆

وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سورہ آل عمران میں بیان فرمایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم ہیں، متشابہات اور محکمات۔ حروف تہجی کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنی ہوں، نہ یہی معقول کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں۔ جس سے خطاب فرمایا جائے اس سے ایسا کلام جس کے معنے وہ نہ سمجھے شان مخاطبہ سے بعید ہے اور اگر حضور نہ سمجھتے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہو سکتا ہے۔ تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا، یہ بات غیر معقول ہے۔ بلکہ یقیناً ان کے معانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

حضور پر دو قسم کے علم نازل فرمائے، ایک وہ کہ امت کو جن کی تفسیر فرمانے کا حکم تھا، لتبین للناس ما نزل الیھم، دوسرے وہ کہ خاص محب ومحبوب میں ہیں وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں، ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ ورسول کے حوالہ کیا جائے وبس، اور بعض صحابہ وائمہ کے ان اشارات کی طرف بھی توجہ فرمائی جائے یہ طریقہ تاویل کہلاتا ہے نہ کہ تفسیر۔ تفسیر رائے سے حرام ہے، اور تاویل میں رائے کی گنجائش۔ تفسیر بیان مراد ہے اور تاویل بیان احتمال واشارات، صحابہ وائمہ نے جس طور پر ان میں کلام فرمایا اصلاً صالح انکار نہیں تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے یہ گستاخی ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کی تاویل یہ مروی ہے کہ الف اشارہ ہے اسم جلالت کی طرف اور لام جبریل کی طرف اور میم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، گویا فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے جبریل کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا تو اس تقدیر پر اگلے دعوی ذالک الکتاب لا ریب فیہ کی دلیل ہوئی کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ کلام کہ متکلم دوسروں کے ذریعہ سے پہونچائے اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں، یا تو متکلم کا صدق ضروری نہ ہو، معاذ اللہ، خلاف کا بھی امکان ہو یا سفیر کو لے کر آیا اس میں نہ ہو۔ سہو یا خیانت کی گنجائش ہو یا جن کے پاس آیا ان میں احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچا ئیں گے یا بات پوری نہ سمجھیں گے۔ یہاں یہ تینوں صورتیں محال ہیں، متکلم اللہ ہے جل جلالہ۔ جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم کہ سہو وخطا سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ حاوی علوم ورسول معصوم ہیں۔ لہذا ذلک الکتاب لا ریب فیہ۔ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ بعض نے فرمایا الف ایک ہے، اور لام تیس اور میم چالیس تو یہ اشارہ ہے کہ ایک اللہ نے تیس پارے والا قرآن چالیس برس کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قسمیں ہیں۔ کہ کلام الٰہی میں مذکور ہوئیں میں

کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور کا قد مبارک ہو، اور لام زلف مطہر اور میم دہن اقدس، گویا ارشاد ہوتا ہے تمہارے قد و زلف و دہن کی قسم اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ یا الف حضور کا قامت مبارک ہے جب حضور قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جھکا ہوا ہے حالت رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ سمٹا ہوا ہے بے حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اے قائم راکع ساجد! تیرے قیام و رکوع و سجود کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

ذلک الکتاب لا ریب فیہ: اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذلک مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہے، اور لا ریب فیہ دوسرا جملہ۔ ذلک سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا، اور الکتاب میں لام عہد کا ہے۔ سورہ کریمہ مدنیہ ہے، مدینہ منورہ میں تشریف آوری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل یہود آپ سے خوب واقف تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے، تو ان میں قرآن عظیم خوب معہود و معروف تھا، کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی، تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے، جس کے تم منتظر تھے، آگے دوسرے جملہ سے اس کی تاکید فرمائی کہ لا ریب فیہ اس کے وہ کتاب معہود ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور محتمل کہ ذلک الکتاب مبتدا اور لا ریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمون جملہ اول کی طرف تھی، اب نفس کتاب کی طرف ہوگی، یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف محل شک نہیں، شک تو ہزاروں کو ہے مگر جہاں آرا آفتاب بے پردہ و حجاب جب نصف النہار پر آئے اور مادرزاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں ، اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہو جائے گا، آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے، وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں، جب کذب ممکن ہو صدق ضروری نہ ہوا، اور جب صدق ضروری نہ ہوا تو لا ریب فیہ کہاں سے آئے گا۔ ضرور اس میں محل ریب ہوگا، لا ریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے، جس پر کذب محال بالذات ہے، کسی طرح اس میں کذب کا امکان نہیں، اور جب امکان مانا تو یقیناً عقل کو احتمال کذب رہے گا۔ کیا دلیل کہ وہ کذب جو ممکن تھا واقع نہ ہوا۔

امام الحرمین نے ''کتاب الارشاد'' اور امام فخر رازی نے ''مفاتیح الغیب'' میں اور اکابر ائمہ نے تصریحیں فرمائی ہیں: کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو، پھر کس ذریعہ سے مان لیا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے، اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہو سکے تو تین ہی ہیں، یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگر چہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا۔ یا اس کی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہی فرمایا ہے، اس امکان کو کام میں نہیں لایا ہوں۔ یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا حق ہے۔

مسلمانو! ذرا غور کرو! اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمینان، ممکن کہ جھوٹ ہی بولا ہو، اور جب اس کی خبر پر اطمینان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکان کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کر دیے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لا ریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب مان کر سارا قرآن اور تمام دین و ایمان تہہ و بالا کر دیا، کسی پر اطمینان نہ رہا۔

(۳) الَّذِینَ یُؤْمِنُونَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُونَ۔☆

وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں، اور نماز قائم رکھیں، اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

متقی صاحب تقویٰ کو کہتے ہیں، تقویٰ بچنا اور پرہیز کرنا، اور وہ سات قسم ہے۔

قسم اول کفر سے بچنا، اور وہ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ دوم بدمذہبی سے بچنا اور یہ ہر سنی کو نصیب ہے۔

سوم ہر کبیرہ سے بچنا یعنی نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے اور نہ کسی صغیرہ پر اصرار کرے، صغیرہ بھی اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔

چہارم صغائر سے بھی بچنا۔ پنجم شبہات سے بھی احتراز جس کو فرمایا: آدمی متقین کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک مباح کو ممنوع کے خوف سے ترک نہ کرے۔ ششم شہوات سے بچنا۔ ہفتم غیر کی طرف التفات سے بچنا، یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔

اور قرآن کریم ان ساتوں فرقوں کا ہادی ہے۔

ایمان یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس سے لائے سچے دل سے اس سب کی تصدیق کرنا، ماننا، گرویدہ ہونا۔ بعض گمراہوں نے جو یہ کہا کہ ایمان سچا سمجھنے کو کہتے ہیں، یہ اس ایمان کے معنی ہوں گے جس کے وہ مدعی ہیں ورنہ فقط سچ سمجھنا ہرگز ایمان کے لئے کافی نہیں۔ ہزاروں یہود و نصاریٰ بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سچا نبی دل میں سمجھتے تھے، مگر ایمان سے حصہ نہ تھا۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: یعرفونه کما یعرفون ابناء هم۔

یہ اہل کتاب اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ بیٹے میں احتمال ہے شاید عورت نے خیانت کی ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت میں کوئی شک نہ تھا۔

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُم،

جان بوجھ کر مکرتے اور دلوں میں خوب یقین تھا۔

اور فرماتا ہے: وقد کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء هم ما عرفوا کفروا به فلعنة الله علی الکافرین۔

اور بیشک اس نبی کے ظہور سے پہلے لڑائیوں میں اس کے صدقہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، کہ الٰہی اس نبی آخرالزماں کا صدقہ ہمیں ان پر فتح دے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا نبی تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

یہودی بادشاہ خیبر نے اپنے بھائی سے کہ دونوں عالم یہود تھے پوچھا، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ بولا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت موسیٰ نے دی تھی، کہا: پھر تو اپنے دل کو ان کی طرف سے کیسا پاتا ہے؟ کہا خدا کی قسم! پہلے سے زیادہ عداوت سے پر، کہا: اپنا بھی یہی حال ہے۔ یہ حال ان سچ سمجھنے والوں کا تھا، یقیناً سچ سمجھتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔ مسلمانو! ان تباہ کنندگان ایمان سے پرہیز کرو، جو ترجمۂ قرآن کریم کا نام کریں اور ایسی الٹی سمجھائیں کہ ایمان ہی کا پتا نہ رہے۔ ایمان میں سچا ماننا ضرور ہے۔ یہ بھی سمجھے کہ اس قائل نے ماننے سے عدول کیوں کیا؟ اس میں بڑی حکمت ہے۔ اس کا پیشوائے مذہب اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں جا بجا لکھ گیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ سب نبی اتنی ہی بات سمجھانے آئے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانئے۔ جب یہ ان لوگوں کا اعتقاد ہے تو وہ ایمان کے معنی ماننا کیسے لے سکتے ہیں کہ ایمان تو رسول پر لانا پڑے گا۔ اور ان کا مذہب یہ ہے کہ رسول کو ماننا محض خبط ہے، لہٰذا ان ہی کی تقلید سے فقط سمجھنے پر اکتفا کی۔

باب الاحادیث

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

(۱) دین آسان ہے

۳۲۔ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ، وَ لَن یُّشَادَّ الدِّیْنَ أحَدٌ اِلاغَلَبَه، فَسَدِّدُوا، وَ قَارِبُوْا، وَ أبْشِرُوْا، وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَ الرَّوْحَةِ وَ شَیءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ۔

فتاوی رضویہ ۱۱۹/۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا تختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کرکے دینی قوت حاصل کرو۔۱۲م

۳۳۔ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: اَلدِّیْنُ یُسْرٌ وَ لَن یُّغَالِبَ الدِّیْنَ أحَدٌ اِلاغَلَبَه۔　　فتاوی رضویہ۲/۱۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آنیکی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔۱۲م

۳٤۔ **عن** عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إیَّاکُمْ وَ الْغُلُوَّ فِی الدِّیْنِ، فَإنَّمَا هَلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِالْغُلُوِّ فِی الدِّیْنِ۔　　فتاوی رضویہ۲/۱۱۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین میں حد سے تجاوز کرنے سے بچو، کہ تم سے پہلے لوگ دین کی حدود پار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔۱۲م

۳۵۔ **عن** محجن بن الأدرع الاسلمی رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: إنَّکُمْ لَنْ تُدْرِکُوْا هٰذَا الأمْرَ بِالْمُغَالَبَةِ۔ فتاوی رضویہ۲/۱۱۹

حضرت محجن بن ادرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک تم اس دین کو غلبہ حاصل کرکے نہیں پاسکو گے۔۱۲م

(۲) دین میں آسانی بہتر ہے

۳٦۔ **عن** عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: خیر دینکم

یسرہ۔ فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تمہارا بہتر دین وہ ہے جس میں آسانی ہو۔

۳۷۔ **عن** أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : إِیَّاکُمْ وَ التَّعَمُّقَ فِی الدِّیْنِ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَهٗ سَهْلًا فَخُذُوْا مِنْهُ مَا تُطِیْقُوْنَهٗ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یُحِبُّ مَا دَامَ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ وَ إِنْ کَانَ یَسِیْرًا۔ فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دین میں زیادہ باریکیاں نکالنے سے بچو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسان بنایا ہے۔ لہذا جسکی طاقت ہو وہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس نیک عمل کو محبوب رکھتا ہے جس میں مداومت ہو اگر چہ وہ عمل تھوڑا ہو۔۱۲م و فی الباب عن أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) آسانی پیدا کرو دشواری نہیں

۳۸۔ **عن** أبی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ۔ فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں آسانی کیلئے بھیجا گیا ہے، دشواری کیلئے نہیں۔۱۲م

(۵) حضور آسان دین لائے

۳۹۔ **عن** جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ، وَ مَنْ خَالَفَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ فتاوی رضویہ ۲/۱۴۲

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نرمی والا دین لیکر مبعوث کیا گیا، تو جس نے میری سنت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔۱۲م

(۶) اللہ تعالیٰ کو دین حنیف پسند ہے

۴۰۔ **عن** عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : أَحَبُّ الْأَدْیَانِ إِلَی اللّٰهِ الْحَنِیْفِیَّةُ السَّمْحَةُ۔ فتاوی رضویہ ۲/۱۱۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو نرمی والا دین حنیف پسند ہے۔

(۷) حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی

۴۱۔ **عن** أبی العوام البصری قال : قال أمیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ : إِنَّ الْحَقَّ قَدِیْمٌ لَا یُبْطِلُ الْحَقَّ شَیْءٌ، مُرَاجَعَةُ الْحَقِّ خَیْرٌ مِنَ التَّمَادِیْ فِی الْبَاطِلِ۔ فتاوی رضویہ ۷/۵۱۰

حضرت ابوالعوام بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: بیشک حق قدیم ہے، حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی، حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے۔
یہ فرمان حضرت امیر المؤمنین نے اپنے قاضی ابوموسیٰ اشعری کو ارسال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۸) اسلام غالب رہتا ہے

۴۲۔ **عن** عائذ بن عمر المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم: الإسلامُ يَعلُو وَ لا يُعلىٰ۔ فتاوی رضویہ ۵/۵۹۶

حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

۲۳] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم و نکال کا صریح اندیشہ۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔
فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سی ضعیف نحیف سی نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اسی کی طرف جائیں اور اسکے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔ احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالات کفر کی جانب جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فتاوی رضویہ ۵/۵۹۶

(۹) اسلام میں ضرر کی تعلیم نہیں

۴۳۔ **عن** عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم: لَا ضَرَرَ وَ لَا ضِرَارَ فِی الإسلامِ۔ فتاوی رضویہ ۹/۱۳۰

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں سختی اور تکلیف پہونچانے کی اجازت نہیں۔۱۲م

و فی الباب عن عبد اللہ بن عباس و عن أبی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(۱۰) اسلام تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے

۴۴۔ **عن** عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم: إنّ الإسلامَ يَهدِمُ ما كانَ قَبلَهُ۔ جد الممتار ۲/۲۷۰

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اسلام پہلے کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے۔۱۲م

(۱۱) ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے

۴۵ ـ **عن** أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال : قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ ـ فتاوی رضویہ ۷/۵۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے۔۱۲م

(۱۲) غیب پر ایمان قوی ہے

۴۶ ـ **عن** عبد الرحمن بن یزید رضی الله تعالیٰ عنه قال : ذَکَرُوْا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ إِیْمَانَهُمْ قَالَ :فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ أَمْرَ مُحَمَّدٍ کَانَ بَیِّناً لِمَنْ رَآهُ وَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ غَیْرُهُ مَا آمَنَ مُؤمِنٌ أَفْضَلَ مِنْ إِیْمَانٍ بِغَیْبٍ ثُمَّ قَرَأَ " الٓمٓ ، ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ " إِلیٰ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ یُؤمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ ـ

حضرت عبد الرحمٰن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور انکے ایمان کا تذکرہ ہوا تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا بیشک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور انکا لایا ہوا دین ان لوگوں کیلئے بالکل واضح تھا جنہوں نے حضور کو دیکھا۔ قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں سب سے افضل واقوی ایمان بالغیب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیات کریمہ تلاوت کیں۔ الٓمٓ ، ذلك الكتاب لا ريب فيه إلى قوله تعالىٰ يومنون بالغيب ـ مالی الجیب ص ۶۴

(۱۳) فضیلت کا مدار ایمان وعمل ہیں

۴۷ ـ **عن** عقبة بن عامر رضی الله تعالیٰ عنه إن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال : إِنَّ أَنْسَابَکُمْ هٰذِهٖ لَیْسَتْ بِسِبَابٍ عَلیٰ أَحَدٍ، وَ إِنَّمَا أَنْتُمْ آدَمُ کَطَفِّ الصَّاعِ أَنْ تَمْلَؤُهُ ، لَیْسَ لِأَحَدٍ فَضْلٌ عَلیٰ أَحَدٍ إِلَّا بِالدِّیْنِ أَوْ عَمَلٍ صَالِحٍ ـ الزلال الانقی ۱۹۰

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارا یہ نسب کسی کیلئے گالی نہیں، تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانے کی طرح جو بالکل ہموار کر کے بھرا گیا۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح کے سبب ـ

(۱۴) سواد اعظم کی پیروی کرو

۴۸ ـ **عن** عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَا یَجْمَعُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَلَی الضَّلَالَةِ أَبَداً وَ قَالَ : یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ، فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ ـ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائیگا۔ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے۔ لہذا مسلمانوں کے بڑے گروہ کی پیروی کرو، جو اس سے جدا

ہوا وہ جہنم میں جدا ہوا۔   اظہار الحق الجلی ص ۳۶

[۳] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ مقلد ہے۔ غیر مقلدین نہایت قلیل ہیں، حجة الله البالغه میں صاف لکھا ہے کہ ان چار مذہب کی تقلید درست ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اگر کوئی اسکا مخالف ہے بھی تو ایسا کہ وہ کسی گنتی شمار میں نہیں۔

اظہار الحق الجلی ص ۳۶

(۱۵) ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی

۴۹۔ **عن** أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَ لَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ عَلٰی ذٰلِكَ۔

فتاوی رضویہ ۹/۱۶۳

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، انکو وہ لوگ نقصان نہیں پہونچا سکیں گے جو رسوا کرنا چاہیں گے، اور نہ کسی کی مخالفت سے کوئی فرق پڑے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) کی نشانیاں پوری ہو جائیں گی اور وہ اس پر قائم رہیں گے۔۱۲م

(۱۶) غنی کے سامنے انکساری نقصان دین کا سبب

۵۰۔ **عن** بعض الصحابة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِيٍّ لِاَجْلِ غِنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهٖ۔   ذیل المدعا ۱۳

بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی غنی کیلئے اس کے غنا کے سبب تواضع کرے اسکا دو تہائی دین چلا جاتا ہے۔

[۴] امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وجہ یہ ہے کہ مال دنیا کیلئے تواضع روبخدا نہیں۔ یہ حرام ہوئی اور یہی تواضع لغیر اللہ ہے، اور علم دین کیلئے تواضع روبخدا ہے، اسکا حکم آیا اور یہ عین تواضع للہ ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اسی کو بھول کر وہابیہ اور مشرکین افراط و تفریط میں پڑے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ذیل المدعا ص ۱۳

۳۲۔ الجامع الصحيح للبخاري، كتاب الايمان، ۱۰/۱ ☆ السنن للنسائي، كتاب الايمان، ۲/۲۳۳
الجامع الصغير للسيوطي، ۱۲۱/۱ ☆ كنز العمال لعلي المتقي، ۳۵/۳،۵۳۴۳
اتحاف السادة للزبيدي، ۳۶۸/۶ ☆ التفسير للبغوي، ۲۵۶/۳
فتح الباري للعسقلاني، ۱۲۴/۶ ☆ جمع الجوامع للسيوطي، ۵۴۸۴
التمهيد لابن عبد البر، ۱۲۱/۵ ☆ مشكوة المصابيح، ۱۲۴۶

٣٣۔ شعب الایمان للبیہقی، ٤٠١/٣ ☆ الجامع الصغیر، ٢٦١/٢
الدر المنثور للسیوطی، ١٩٢/١ ☆ التفسیر للقرطبی، ٤٣٢/٣
کشف الخفاء للعجلونی، ٤٩٨/١ ☆
٣٤۔ السنن لابن ماجہ، ٢٢٤/٢ ☆ السنن للنسائی، کتاب الحج، ٤٠/٢
المسند لاحمد بن حنبل، ٢١٥/١، ٣٤٧ ☆ السنن الکبری للبیہقی، ١٢/٣
نصب الرایۃ للزیلعی ٧٦/٣ ☆ کنز العمال للمتقی، ٥٣٤٧، ٣٥/٣
التمہید لابن عبد البر، ١٩٦/١ ☆ جمع الجوامع للسیوطی ٩٣٤٧
المستدرک للحاکم، المناسک، ٦٣٨/١ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ١٧٤/١
اتحاف السادۃ للزبیدی، ٣٩١/٤ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ٦٢/١
الدر المنثور للسیوطی، ٢٢٥/١ ☆ السنۃ لابن ابی عاصم، ٤٦/١
المعجم الکبیر للطبرانی، ١٥٦/١٢ ☆ موارد الظمآن للہیثمی، ١٠١١
٣٥۔ المسند لاحمد بن حنبل، ٢٢٧/٤ ☆ کنز العمال للمتقی، ٥٣٤٤، ٣٥/٣
شعب الایمان للبیہقی، ٤١٦/١ ☆ الجامع الصغیر للسیوطی، ١٥٣/١
٣٦۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ٢٣٠/١٨ ☆ مجمع الزوائد للہیثمی، ٦٠/١
فتح الباری للعسقلانی، ٩٤/١ ☆ جامع العلم لابن عبد البر، ٢١/١
الفقیہ و المتفقہ للخطیب، ٢٢/١ ☆ المعجم الصغیر للطبرانی، ١٠٧/٢
التفسیر للقرطبی، ٩٩/١٢ ☆ کنز العمال للمتقی، ٥٣٥٢، ٣٦/٣
٣٧۔ الجامع الصغیر للسیوطی، ١٧٥/١ ☆ کنز العمال للمتقی، ٥٣٤٨، ٣٥/٣
٣٨۔ الجامع الصحیح للبخاری، الوضوء، ٣٥/١ ☆ السنن لابی داؤد، الطہارۃ، ٥٤/١
الجامع للترمذی، الطہارۃ، ٢١/١ ☆ السنن للنسائی، الطہارۃ، ٩/١
المسند لاحمد بن حنبل، ٢٨٢، ٢٢٩/٢ ☆ المسند للحمیدی، ٩٣٨
السنن الکبری للبیہقی، ٤٢٨/٢ ☆ فتح الباری للعسقلانی، ٢٢٣/١
التمہید لابن عبد البر، ٣١٣/١ ☆ الترغیب و الترہیب للمنذری، ٤١٧/٣
٣٩۔ المسند لاحمد بن حنبل، ٢٦٦/٥ ☆ الطبقات الکبری لابن سعد، ١٢٨/١
التفسیر للقرطبی، ٣٩/١٩ ☆ الاتحافات السنیۃ، ١٨٤/٥
التفسیر لابن کثیر، ٣١٢/١ ☆ تاریخ بغداد للخطیب، ٢٠٩/٧
کشف الخفاء للعجلونی، ٢٥١/١ ☆ تلبیس ابلیس لابن الجوزی، ٢٨٩
٤٠۔ الجامع الصحیح للبخاری، الایمان، ١٠/١ ☆ السنن للنسائی، الایمان، ٢٣٣/٢
فتح الباری للعسقلانی، ٩٣/١ ☆ الدر المنثور للسیوطی، ١٤٠/١
الجامع الصغیر للسیوطی، ١٩/١ ☆ شرح السنۃ للبغوی، ٤٧/٤

اتحاف السادة للزبيدي، ۱۸۴/۹ ☆ كشف الخفاء للعجلوني، ۵۲/۱

السلسلة الصحيحة للالباني، ۱۸۸ ☆

۴۱۔ السنن للدار قطني، ۵۱۲/۲ ☆

۴۲۔ السنن للدار قطني، ۳۹۵/۲ ☆ السنن الكبرى للبيهقي، ۲۰۵/۶

فتح الباري للعسقلاني، ۲۱۸/۳ ☆ نصب الراية للزيلعي، ۲۱۲/۳

تاريخ اصبهان لابي نعيم، ۲۱۸/۳ ☆ تلخيص الحبير للعسقلاني، ۱۲۶/۴

كشف الخفاء للعجلوني، ۱۴۰/۱ ☆ الجامع الصغير للسيوطي، ۱۸۳/۱

۴۳۔ السنن لابن ماجه، ۱۷۰/۲ ☆ حلية الأولياء لأبي نعيم، ۷۶/۹

نصب الراية للزيلعي، ۳۸۴/۴ ☆ ارواء الغليل للالباني، ۴۱۱/۳

كنز العمال لعلي المتقي، ۹۴۹۸، ۵۹/۴، المسند لاحمد بن حنبل، ۳۱۲/۱

المستدرك للحاكم، ۲۶/۲ ☆

۴۴۔ الصحيح لمسلم، الايمان، ۷۶/۱ ☆ السنن الكبرى للبيهقي، ۹۸/۹

الدر المنثور للسيوطي، ۲۱۰/۱ ☆ المسند لابي عوانة ۷۰/۱

۴۵۔ الجامع الصحيح للبخاري، الجنائز، ۱۸۱/۱ ☆ الجامع للترمذي، القدر، ۳۶/۲

الصحيح لمسلم، القدر، ۳۳۶/۲ ☆ المسند لاحمد بن حنبل، ۲۳۳/۲

مجمع الزوائد للهيثمي، ۲۱۸/۷ ☆ جامع مسانيد ابي حنيفة ۱۸۸/۱

اتحاف السادة للزبيدي، ۲۱۸/۲ ☆ مسند ابي حنيفة، ۶

الدر المنثور للسيوطي، ۱۵۵/۵ ☆ حلية الاولياء لابي نعيم، ۲۲۸/۹

۴۶۔ المستدرك للحاكم، تفسير، ۲۸۶/۲ ☆

۴۷۔ المسند لاحمد بن حنبل ۱۴۵/۴ ☆ المعجم الكبير للطبراني، ۲۹۵/۱۷

مجمع الزوائد للهيثمي، ۸۳/۸ ☆ جمع الجوامع للسيوطي، ۶۳۰۰

الترغيب و الترهيب للمنذري، ۶۱۲/۳ ☆ كشف الخفاء للعجلوني، ۴۵۶/۲

كنز العمال للمتقي، ۱۳۰۰۰، ۲۶۰/۱ ☆

۴۸۔ المستدرك للحاكم، ۱۱۵/۱ ☆

۴۹۔ الجامع الصحيح للبخاري، كتاب فرض الخمس، ۴۳۹/۱

السنن لابي داؤد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد، ۳۳۶/۱

الصحيح لمسلم، الامارة، ۱۴۳/۲ ☆ تاريخ دمشق لابن عساكر، ۶۵/۱

الجامع للترمذي، الفتن، ۴۲/۲ ☆ السنن لابن ماجه، المقدمة، ۲/۱

۵۰۔ الدر المنثور للسيوطي، ۱۵۷ ☆ كشف الخفاء للعجلوني، ۳۳۴/۲

توحید اور فکر رضا

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف

الحمد للمتوحد بجلالہ المتفرد وصلاتہ دوما علی خیر الانام محمد

عالم اپنے تمام اجزا کے ساتھ حادث ومخلوق ہے، اہل اسلام کے علاوہ ہر زمانہ میں دوسرے مذاہب کے عقلا اور دانشمند بھی اس بات کے معتقد رہے، اور آج بھی معدودے چند کو چھوڑ کر سبھی اس بات کو جانتے اور مانتے ہیں۔

اس امر پر اتفاق کے بعد ضروری ہے کہ اس بات کو بھی تسلیم کیا جائے کہ کوئی اس کا صانع اور خالق ہے۔ جس نے اس کو پردۂ عدم سے نکال کر وجود بخشا اور نیست سے ہست کیا، اسی لئے اہل اسلام کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ یہ عالم اپنے وجود وبقا میں کسی ایسی ہستی کا محتاج ہے جس کا وجود ضروری ہے، اور اس پر عدم محال ہے، کیونکہ جس نے وجود بخشا اگر وہ خود ہی صفت عدم کا صالح ہوگا تو پھر وہ اپنی حد ذات میں بھی کسی کا محتاج نظر آئے گا اور یہ اس کے صانع اور خالق ہونے کے منافی ہے۔

چونکہ صانع عالم کا وجود واجب ہے اور وہ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں، اسی طرح وہ واحد بھی ہے کہ تخلیق عالم میں کوئی اس کا سہیم وشریک نہیں، نہ اختیاراً اور نہ مجبوراً۔ اہل اسلام اسی لئے جہاں اس کے وجود کو ضروری مانتے ہیں وہیں اس کو اپنی ذات وصفات میں تنہا اور یکتا جانتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس پر عیان وبرہان سب شاہد ہیں۔

قرآن کریم بہت سے مقامات پر اس کی نشاندہی فرماتا اور خالق عالم کے واجب الوجود اور یک وتنہا ہونے کی معرفت حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

و الٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم ۝ ان فی خلق السمٰوٰت والارض و اختلاف الیل و النھار و الفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس و ما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا و بث فیھا من کل دابۃ و تصریف الریٰح و السحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰت لقوم یعقلون ۝

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان، بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات ودن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان وزمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔ (کنز الایمان)

مطلب واضح ہے کہ وجود واجب کو جاننے کے لئے کسی ایسی دلیل وبرہان کی ضرورت نہیں جس تک رسائی صرف اہل نظر وفکر ہی کو حاصل ہے، بلکہ قرآن کریم نے ایسے دلائل کو پیش فرمایا جو کائنات کے کھلے صفحات پر جلی قلم سے ثبت اور تحریر ہیں، اور یہ ایسے واضح اور روشن ہیں کہ ہر شخص اپنی استعداد وقابلیت کے مطابق بآسانی سمجھ سکتا ہے، ان دلائل میں سنجیدگی کے ساتھ جو شخص بھی غور وفکر کرے گا وہ

یقین وآگہی اور اعتقاد وتصدیق کی روایت سے مالا مال ہوگا۔

تفسیر ضیاء القرآن سے ایک دلچسپ وضاحتی اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

آسمان کی نیلی وسیع چھت اس میں لٹکے ہوئے ان گنت ستارے، چاند اور سورج، پھر ان کا مقررہ وقت پر طلوع وغروب جن میں ایک سکنڈ کے برابر کبھی فرق نہیں ہوتا، ان کی گردش کے متعین راستے جس سے سورج کبھی کا انحراف نہیں ہوتا، زمین کا یہ کشادہ صحن، اس میں رواں دواں ندیاں اور دریا، رات دن کی پیہروں گردش، ان کا بڑھنا گھٹنا، پھر ان سمندروں کے سینوں پر مسافروں سے بھری اور سامان سے لدی ہوئی کشتیاں اور جہازوں کا خراماں خراماں آنا جانا، گھنگور گھٹائیں اور ان کا موسلا دھار برسنا، پھر مردہ زمین کا دیکھتے دیکھتے سرسبز وشاداب ہوجانا، کرۂ ہوا میں بادلوں کا منڈلاتے پھرنا، کبھی برسنا اور کبھی ترساتے ترساتے آن واحد میں ناپید ہوجانا۔ ایسی چیزیں تو نہیں جسے عالم تو جانتے اور بے علم نہیں جانتے ہوں۔ جسے دانشمند سمجھ سکتے ہوں اور کم عقل کی سمجھ سے بالاتر ہوں، بلکہ کائنات کی کتاب کا ہر ورق ہر کہ ومہہ کے لئے یکساں طور پر روشنی کا مینار ہے، اور اس کے باوجود لطف یہ ہے کہ اتنا واضح ہونے کے باوجود اتنا سطحی بھی نہیں کہ اہل فکر ودانش کے لئے اس میں دلچسپی کا کوئی سامان نہ ہو۔ بلکہ انہیں دعوت ہے کہ اپنے نشتر تحقیق سے ذرے ذرے کا دل چیریں اور دیکھیں کہ ان میں اسرار ورموز اور قوت وطاقت کے وہ سمندر موجزن ہیں جن کا انہیں تصور تک نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ ہر لمحہ مشاہدہ میں آنے والی چیزوں کا ذکر فرمانے کے بعد قرآن نے بار ہا "افلا تتفکرون، افلا تتدبرون" کے جملے ارشاد فرمائے، کیا تم غور نہیں کرتے، کیا تم تدبر نہیں رکھتے۔ اور ان چھپے ہوئے نشتروں سے اہل خرد ودانش کو للکارا ہے۔ کاش! یہ الفاظ اس امت کے نوجوانوں کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کردیں جن کی آسمانی کتاب نے انہیں واضح طور پر بتادیا ہے۔

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ [۲]

وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ (کنز الایمان)

ان روز مرہ دکھائی دینے والی چیزوں میں اگر آپ غور کریں گے تو آپ یہ کہنے پر مجبور ہوجائیں گے کہ تنوع میں یکسانیت، اختلاف میں توافق، کثرت میں وحدت اور یہ بے مثال نظم وضبط بغیر کسی علیم وحکیم اور قدرت والے خالق کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتا، لیکن یہ روشن دلیلیں صرف ان کو فائدہ دیتی ہیں جن کی عقل کی آنکھ بینا ہے اور جو اس سے کام لینا پسند کرتے ہیں۔ [۳]

توحید واجب کی ایک عظیم وجلیل دلیل یہ بھی ہے کہ اگر اس کا کوئی شریک ہو تو خلق عالم اور اس کی بقا میں یہ حسن نظام ہرگز برقرار نہ رہ سکے اور عالم تہ وبالا ہوجائے۔ قرآن حکیم نے اس کی بھی نشاندہی فرمائی:

لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا۔ [۴]

اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ (آسمان وزمین) تباہ ہوجاتے۔ (کنز الایمان)

علما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو دلیلیں وجود واجب کی وحدت کو بتارہی ہیں، اول اشارۃ ہے، اس کا نام برہان تمانع ہے اور یہ قطعی ہے۔ دوسری عبارۃ، اس کو خطابی وعادی کہتے ہیں۔ بعض نے اس کو ظنی کہا: جیسے علامہ سعد الدین تفتازانی اور بعض نے اس کو بھی قطعی بتایا جیسے امام ابن ہمام وغیرہ۔ [۵]

اس آیت مبارکہ میں جتنا غور کیا جائے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین محکم اور ایمان پختہ ہوگا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایک ملک میں دو فرماں روا اور بادشاہ ہوں اور ان کے اختیارات بھی مساوی درجہ رکھتے ہوں تو پھر وہ ملک تباہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، یہ ایسی بات ہے کہ جس کو ہر لکھا پڑھا بھی جانتا ہے اور وہ ان پڑھ جاہل بھی جس کی عمر سیاسی ہنگاموں سے دور جنگلوں اور کوہستان میں جانور

چرانے میں بسر ہوئی ہے۔

تو اس سے کہیں بڑھ کر الٰہ یعنی خدا کے بارے میں سوچو، کیونکہ اللہ سے مراد وہ ذات ہے جو واجب الوجود ہو، تمام صفات کمال سے متصف اور جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہو، ایسے دو یا زیادہ اللہ کا وجود نہ تو ممکن ہے اور نہ متصور۔ یعنی ایک سے زائد خدا مان لئے جائیں تو ان کی باہمی حیثیت کیا ہوگی؟ اگر سب ناقص ہیں تو محتاج ہوئے اور یہ بلاشبہ الوہیت کے منافی۔ اور ایک کامل ہو اور دوسرے سب ناقص تو یہ سب اس دائرہ ہی سے خارج۔ اور اگر سب بااختیار اور قدرت و ارادہ میں مستقل تو ان میں باہمی اختلاف لازم، جو فساد نظام کا موجب ہوگا۔

ہاں کوئی یہ فرض کرلے کہ سب نے آپس میں مصالحت کرلی ہے اور باہمی اتفاق سے نظام کائنات چل رہا ہے، تو سوال یہ ہوگا کہ کیا ان میں ایک تنہا وہ کام انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر باقی کی ضرورت ہی نہیں، تو ان کو کسی طرح دخل کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی، لہذا یہ سب معطل ہوں گے اور یہ ربوبیت کے منافی اور ایک اکیلا انجام نہیں دے سکتا تو پھر عاجز و مجبور ہوا اور اس کا منافی الوہیت ہونا ظاہر و باہر۔

غرض کہ اللہ کا مفہوم ذہن نشین کرنے کے بعد آیت میں غور کیا جائے تو عقل و فہم کی دنیا میں شرک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ آیت اس بات کی وضاحت فرما رہی کہ مشاہدہ اہل عالم اس بات پر گواہ ہے کہ نظام عالم استوار راہوں پر گامزن ہے تو پھر بلاشبہ چند آلہہ کا وجود منتفی اور محال ہے اور ایک معبود کا وجود ضروری۔ جس کی الوہیت کاملہ تمام عالم کو محیط ہے اسی لئے قرآن کریم نے دوسرے مقام پر فرمایا:

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ الذی جعل لکم الارض فراشاً و السماء بناءً وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم ، فلا تجعلوا لله اندادا و انتم تعلمون ○ [۱]

اے لوگو! اپنے رب کو پوجو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا، یہ امید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے، جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے تمہارے کھانے کو، تو اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔ (کنزالایمان)

ان آیات میں توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال قائم کیا جارہا ہے، نعمت ایجاد و بقا کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا کہ وہ وحدہ لاشریک ہے، یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو، کیونکہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا، اگر وہ کرم نہ فرماتا تو تم عدم کی دنیا سے وجود کی دنیا میں کیسے آسکتے تھے، پھر اس نے مزید کرم یہ فرمایا کہ تمہیں پیدا کرکے تمہارے آرام و آسائش اور حیات و بقا کے سارے سامان خود فراہم کردیے، اگر وہ تمہیں صرف پیدا کرکے چھوڑ دیتا اور اپنے لطف و عنایت سے تمہارا رزق اور آسائش کا انتظام نہ فرماتا تو تم پیدا ہوتے ہی ہلاک ہوجاتے۔ اب جب کہ تمہارا وجود بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے، اور تمہاری زندگی اور بقا بھی اسی کی نظر رحمت کی محتاج ہے اور کسی دوسرے کا اس میں کوئی حصہ نہیں، لہذا ایجاد و ربوبیت میں وہ وحدہ لاشریک ہے تو الوہیت میں کون اس کا شریک ہوسکتا ہے۔ چنانچہ جب 'لا خالق الا اللہ' اور 'لا رب الا اللہ' کو تسلیم کرنے میں انکار کی گنجائش نہیں تو لامحالہ 'لا الہ الا اللہ' پر بھی یقین راسخ ہوجائے گا۔ تو ثابت ہوا کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات پاک ہے جو ہر لحاظ سے وحدہ لاشریک ہے۔

توحید کے نازک اور پیچیدہ مسئلہ پر قرآن کا استدلال آپ نے ملاحظہ فرمالیا، کتنا فطری، کتنا سادہ ہے، اس کے باوجود کتنا موثر اور یقین پرور ہے۔ ایک ان پڑھ عامی، ایک عالم، ایک محقق اور اسرار کائنات کے سمندر کا ماہر غواص سب یکساں طور پر اپنی اپنی سمجھ کے

مطابق اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں فلسفہ وحکمت کے صحائف میں توحید کے دلائل پڑھیے، موشگافیوں، پیچیدہ اصطلاحات، مقدمات کی ترتیب کا پریشان کن چکر آپ کو مرعوب تو کر دے گا، لیکن یقین کی دولت سے آپ کا دامن خالی ہی رہے گا۔ یہی قرآن کا اعجاز ہے جس نے چودہ صدیوں سے دانشوران عالم کو حیرت واستعجاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ۷

اس تمہید سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اہل اسلام کے یہاں توحید کے دلائل ان حقائق پر مبنی ہیں جو شکوک وشبہات سے بالاتر ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ توحید کی یہ دولت خاص اسلام ہی کا حصہ ہے، ورنہ مختلف ادیان ومذاہب اور نوزائیدہ مکاتیب فکر جو توحید کے علم بردار ہیں ان کی توحید ع

نام ہی نام ہے جو کچھ ہے حقیقت کے سوا .... کا مصداق ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا دور ایسا پرفتن دور تھا کہ اسلام کو غیروں سے زیادہ کلمہ گو نقصان پہونچانے کے درپے تھے، توحید ورسالت پر حملے کیے جا رہے تھے، قرآن وحدیث کے خلاف توحید ورسالت کا نظریہ لوگوں نے اپنی اپنی خواہشات کے مطابق گڑھ لیا تھا اور اس کا خوب پرچار کیا جا رہا تھا، بلکہ تنقیص رسالت کو بہت سے لوگوں نے خالص توحید کا نام دیکر الگ ہی راگ الاپ رکھا تھا۔

امام احمد رضا نے منصب رسالت کی عظمتوں سے تو لوگوں کو آگاہی بخشی ہی لیکن ساتھ ہی انہوں نے عقیدۂ توحید کی ایسی ترجمانی فرمائی جو قرآن وحدیث کی عمدہ تعبیر وتشریح اور اہل حق کی فکر ونظر کی صحیح عکاس تھی۔ آپ نے تمام لوگوں کو متوجہ فرما کر ایک اعلان عام سنایا:

جانا جس نے جانا، اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو جاننا بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے، کوئی کافر کسی قسم کا ہو ہرگز اسے نہیں جانتا، کفر کہتے ہی جہل باللہ کو ہیں۔

یہاں ناواقفوں کو ایک شبہ گذرتا ہے جس کا جواب کاشف صواب ورافع حجاب والتوفیق من اللہ الوہاب۔

تقریر شبہ: کافروں کے صدہا فرقے اللہ تعالیٰ کو جانتے بلکہ مانتے بھی ہیں۔

فلاسفہ تو اس کی توحید پر دلائل قائم کرتے ہیں، یہود ونصاری تورات وانجیل، اور مجوس اپنے زعم میں ژند واستا کو اسی کا کلام جان کر اعتقاد رکھتے ہیں۔

آریہ اگرچہ وید کو اس کا کلام نہیں جانتے مگر بزعم خود اسی کا الہام مانتے اور اسی کو مالک وخالق کل اعتقاد کرتے اور توحید کا محض جھوٹا دم بھرتے ہیں، ہنود وغیرہ بت پرست تک کہتے ہیں کہ سارے جہان کا مالک، سب خداؤں کا خدا ایک ہی ہے، عرب کے مشرک کہا کرتے تھے:

ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفا۔ ۸

ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔ (کنزالایمان)

اور لبیک میں کہا کرتے:

لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وما ملك۔ ۹

ہم تیری خدمت کو حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ تیرا ہی مملوک ہے، تو اس کا بھی مالک اور اس کی ملک کا بھی مالک۔

جب وہ لا شریک لک تک پہونچتے کہ تیرا کوئی شریک نہیں، حضور اقدس ﷺ فرماتے:

ويلكم قد قد۔ ۱۰

تمھیں خرابی ہو، بس بس، یعنی آگے نہ بڑھو، استثناء کر چکو۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولئن سألتم من خلق السموات والارض ليقولن الله. ١١

اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ (کنزالایمان)

اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں، وہ تو نبی وقرآن سبھی کو جانتے قال اللہ وقال الرسول سے سند لاتے، نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے ہیں، جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، رافضی، وہابی، دیوبندی، غیر مقلد خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کو جانتے ہی نہیں؟ ہاں نرے دہریوں کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے جو اللہ کو مانتے ہی نہیں۔

تقریر جواب بعون الوہاب، اقول وباللہ التوفیق۔ ایجاب وسلب متناقض ہیں، جمع نہیں ہو سکتے۔ وجود شی اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض ومنافیات کا نافی ہے۔ کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو، اور لازم نہ ہو تو شی نہ ہو تو ظاہر ہوا کہ سلب شی کے تین طریقے ہیں۔

اول: خود اس کی نفی، مثلاً کوئی کہے: انسان ہے ہی نہیں۔

دوم: اس کے لوازم سے کسی شی کی نفی، مثلاً کہے: انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شی کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم: اس کے منافیات سے کسی شی کا اثبات، مثلاً کہے: انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگر چہ زبان سے انسان کو موجود کہا، مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا، وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں، تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں، فقط لفظ میں فرق ہے۔ ١٢

اس عبارت میں امام احمد رضا نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ اہل اسلام کے سوا جو بھی خدا کو جاننے کا دعوی کرتا ہے وہ جہل مرکب کا شکار ہے، درحقیقت خدا جس ذات اقدس کا نام ہے اس کی معرفت سے سب کے دامن خالی ہیں۔ اور جب ایسا ہے تو پھر ان کی توحید اسلامی توحید نہیں، کیونکہ یہ توحید تو اپنے مفہوم میں خاص طور پر یہ معنی بھی رکھتی ہے کہ مولیٰ عزوجل کو صفات کمالیہ سے متصف ماننے کے ساتھ عیوب ونقائص سے منزہ مانا جائے، بلکہ ان صفات سے بھی پاک تصور کیا جائے جو اپنے اندر نہ کمال رکھتی ہوں اور نہ نقصان۔ انہیں چیزوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولیٰ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات، اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر، یا معاذ اللہ اس کے عیوب ونقائص کا مثبت نہ ہو، تو وہ اگر قسم اول کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں، کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں بہر حال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے، وہی لفظ وطرز ادا کا فرق ہے۔ دہریوں نے سرے سے انکار کیا، اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا۔ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

افرأيت من اتخذ الهه هواه. ١٣

بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا۔ (کنزالایمان)

ولہذا آکریمہ لیقولن اللہ کے تتمہ میں ارشاد ہوا:

قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون، ۱۳

تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان میں اکثر جانتے نہیں۔ (کنزالایمان)

قل الحمد للہ، تم کہو حمد اللہ کو، کہ اس کے منکر بھی ان صفات میں اسی کا نام لیتے ہیں، اپنے معبودان باطل کو اس لائق نہیں جانتے، مگر کیا اس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں، نہیں نہیں بل اکثرھم لا یعلمون، بلکہ اکثر اسے جانتے ہی نہیں۔

ان ھم الا یخرصون، ۱۵

وہ تو یوں ہی اپنی ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ جیسے اور بہتیرے معبود گڑھ لئے کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و آباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن ○

وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے دھر لئے، اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری۔

یونہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کر کے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں، کہ جس کی صفات اسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل ان سے بہت بلند و بالا ہے۔ تعالیٰ اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا ○ سبحان رب العرش عما یصفون ○ ۱۷

امام احمد رضا نے تمام مدعیان توحید کے نظریات کو طشت از بام فرمایا اور ان کے معتقدات سے ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ رب العزت جل مجدہ کو کما حقہ جانتا اور مانتا ہو۔ خواہ وہ فلاسفہ ہوں یا ہنود، نصاریٰ ہوں یا یہود، مجوس ہوں یا چکڑالوی، نیچری ہوں یا قادیانی، رافضی ہوں یا وہابی، غیر مقلد ہوں یا دیوبندی۔ یہ ان کے علاوہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے دیگر فرقے، سب کے یہاں توحید الوہیت و ربوبیت کے ساتھ خداوند قدوس کی شان اقدس میں ایسے عقائد کی تصریح موجود ہے جو ان دونوں کے منافی ہیں۔ آپ نے ہر ایک کو تفصیل سے بیان فرمایا جس کا اختصار کچھ اس طرح ہے۔

فلاسفہ کا تصور الٰہ: فلاسفہ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو صرف ایک عقل اول کا خالق ہے دوسری چیز بنا ہی نہیں سکتا۔ تمام جزئیات عالم سے جاہل ہے۔ اپنے افعال میں مختار نہیں، رب کو معدوم کر کے پھر بنا ہی نہیں سکتا۔ لہذا حشر اجساد کے منکر ہیں، آسمان اس نے نہ بنائے بلکہ عقول نے، اور ایسے مضبوط گڑھے کہ خود خدا انہیں شق نہیں کر سکتا، لہذا قیامت کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

آریہ کا تصور الٰہ: آریہ ایسے کو ایشور (خدا) کہتے ہیں جس کے برابر ہم عمر اور واجب الوجود اور ہیں، روح اور مادہ: ایشور نہ ان کا خالق اور نہ ان کا مالک اور ناحق ناروا انہیں دبا بیٹھا۔ ان پر ظالمانہ حکم چلا رہا ہے۔ ایسے کو جس کا اصلا کوئی ثبوت نہیں، آریہ نے زبردستی مان رکھا ہے، جب روح و مادہ بے کسی کے بنائے آپ ہی ازل سے موجود ہیں تو کیا آپ ہی اپنا میل نہیں کر سکتے۔ ایسے کو جو ماں رکھتا ہے اور وہ اس کی جان کی حفاظت کرتی ہے، تو باپ بھی ضرور ہوگا، کہ خود آریہ ولادت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام پر کہتے ہیں کہ بے باپ ولادت نا ممکن ہے۔ جب ایشور کے ہوتے ہوئے بے باپ ولادت نہیں ہو سکتی، تو جب ایشور بھی نہ تھے تو ان کی ماتا آپ سے کیسے کر بھلاتی۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا، حاشا للہ، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون

مجوس کا تصور الٰہ: مجوس ایسے کو خدا کہتے ہیں جس کے برابر کی چوٹ کا دوسرا خالق شیطان ہے، پھر بعض کے نزدیک تو شیطان اس کا مخلوق ہی نہیں، اسی کی طرح واجب الوجود ہے، خود بخود موجود ہے، جب تو شیطان کا اس کے مقابل وہمسر ہونا ظاہر اور جن کے نزدیک وہ بھی اسی سے پیدا ہوا وہ اور سخت اعجوبہ ہے، یزداں سے کوئی جزئی شر تو اس لئے نہ بن سکا کہ وہ خیر محض ہے، اس سے شر کیونکر

پیدا ہو، مگر اہرمن کہ ہر شر کی جڑ اور کلی شر ہے اس سے پیدا ہو گیا، اور جب سب شر اہرمن سے پیدا ہیں اور اہرمن یزداں سے، تو جملہ شرور کا ٹھیکا یزداں ہی کے ماتھے رہا۔ ایسے کو جسے بیٹھے بٹھائے ایک دن فکر ہوئی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہو تو کیسا ہو، اس خیال فاسد سے ایک دھواں اٹھا جو شیطان بنا اور اس نے قوت پکڑی یہاں تک کہ لشکر جوڑ کر یزداں کے مقابل ہوا، مجوس کا یزداں اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگا اور جنت میں قلعہ بند ہوا، اہرمن تین ہزار برس جنت کا محاصرہ کیے رہا، یزداں طول محاصرہ سے عاجز آ چکا تھا قہراً قبول کیا، اور اب اس سے دعا قبول، کہ وہ دنیا کی سلطنت سے معزول۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟ حاشا لله، سبحان رب العرش عما یصفون۔

یہود کا تصور الٰہ: یہود ایسے کو خدا کہتے ہیں جو آسمان و زمین بنا کر اتنا تھکا کہ عرش پر جا کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹ گیا۔ ایسے کو جو ان میں بعض کے نزدیک عزیر کا باپ ہے۔ ایسے کو جو ایک حکم دے کر اس کا پابند ہو جاتا ہے، زمانہ و مصالح کتنے ہی بدلیں اس کے بدلے دوسرا حکم نہیں بھیج سکتا، لہذا نسخ کے منکر ہیں اور شریعت موسوی کو ابدی کہتے ہیں اور اس طرح کذب کا افترا اپنے معبود کے سر دھرتے ہیں۔ ایسے کو جس نے آپ ہی قوم نوح پر طوفان بھیجا، پھر اپنی اس حرکت پر ایسا نادم ہوا اور اتنا رویا کہ آنکھیں دکھ آئیں، نسخ تو پچھتانا ٹھہر کر محال، حالانکہ اسے پچھتانے سے کوئی تعلق نہیں، رات کو دن کرتا ہے پھر دن کو رات کر دیتا ہے کوئی مجنون ہی اسے پچھتانا کہے، جب احکام تکوینیہ میں یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں کون مانع ہے، خیر وہ تو پچھتانے کے خوف سے نہ بدل سکے مگر آدم کو پچھتایا، اور طوفان بھیج کر تو پچھتانے کا وہ طوفان آیا کہ جس نے رلا رلا کر یہ............

ایسے کو جس نے یہودی کے لئے اس کی سگی بہن حلال کی اور توراۃ میں اس کی حرمت غلط لکھ دی، اس لئے کہ شریعت آدم میں یقیناً حلت تھی، اب حرام کرے تو منسوخ حکم سے پچھتانا ٹھہرے۔ ایسے کو جس نے خلیل و اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دعا قبول کی اور ان سے کہا: میں نے اسمٰعیل و اولاد اسمٰعیل کو برکت دی اور تمام خیر و خوبی ان میں رکھی عنقریب تمام امتوں پر انہیں غالب کر دونگا اور ان میں انہیں میں سے اپنا رسول اپنے کلام کے ساتھ بھیجونگا۔ پھر کیا کچھ نہیں بلکہ ان کا عکس کیا جو یہود بکتے ہیں۔ ایسے کو کہ نہ توراۃ اس کی کتاب، نہ موسیٰ سے اس کا کلام، یہ سارے کرشمے ایک فرشتے کے ہیں۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟ حاشا لله، سبحان رب العرش عما یصفون۔

نصاریٰ کا تصور الٰہ: نصاریٰ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو مسیح کا باپ ہے، اور مزہ یہ ہے کہ اس کے بھائیوں کا بھی باپ ہے، اس کے شاگردوں کا باپ ہے، ہر عیسائی کا باپ ہے، پھر ہر مسلح کا باپ ہے، خود آدمیوں کے باپ آدم کا باپ ہے، تو ہر بشر کا باپ ہے، یہاں تک کہ حکم ہے کہ زمین پر ہر کسی کو اپنا باپ مت کہو، کیونکہ تمہارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے، یہ سب تو نات یودھ جیسی ہوئی ہے اور پھر اکیلا مسیح اس کا اکلوتا۔ ایسے کو جو اپنے اکلوتے کو سولی سے نہ بچا سکا۔ ایسے کو جب اس کا بے گناہ اکلوتا یہاں کی مصیبت جھیل کر، ہاں ہاں، عیسائیوں کا خدا خلق کی مار سے دم گنوا کر باپ کے پاس گیا، اس نے اکلوتے کی یہ عزت کی، اس کی مظلومی و بے گناہی کی یہ داد دی کہ اسے دوزخ میں جھونک دیا، اوروں کے بدلے اسے تین دن جہنم میں بھونا، ایسے کو جو روٹی اور گوشت کھاتا ہے اور سفر سے آ کر اپنے پاؤں دھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے، درخت اونچا اور وہ نیچا ہے۔ ایسے کو جو فقط زندوں کا خدا ہے مردوں کا نہیں، جو جو مرتے جاتے ہیں اس کی خدائی سے نکلتے جاتے ہیں، جب دیکھا کہ میں اس پر غالب نہیں آتا اس کے پاؤں کی نس چڑھا کر کمزور کیا۔ وغیرہ وغیرہ ملعونہ، کیا انہوں نے خدا کو جانا۔ حاشا لله، سبحان الله رب العرش عما یصفون۔

نیچریوں کا تصور الٰہ: نیچری ایسے کو خدا کہتے ہیں جو نیچری کی زنجیروں میں جکڑا ہے، اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، اور نیچر بھی اتنا جو نیچری کی سمجھ میں آئے، جو اس کی عقل ناقص سے روا ہے، معجزہ ہو یا قدرت سب پادر ہوا ہے۔ ایسے کو جس نے (خاک بدہن

ملعوناں) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اس میں باندی غلام بنانا حلال کیا، اور وہ دین جس میں باندی غلام بنانا حلال ہو وہ ہو تیجری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ایسے کو جس نے مدتوں اسلام میں اپنی خلاف مرضی باتیں ناپاک چیزیں، اصلی ظلم، خبیث ناانصافی، روا رکھیں۔ ایسی بدباتیں، بہائم کی حرکتیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات مانی نہیں جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اس میں ایسے امور جائز ہوں۔

ایسے کو جو ان سخت ظالموں، خبیث ناانصافوں، جانور سے بدتر وحشیوں کو جن کا چھوٹا بڑا اول سے آج تک ان ناپاکیوں پر اجماع کئے ہوئے ہے خیر الامم کا خطاب دیتا اور اپنے چنے ہوئے بندے کہتا ہے۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ روشن آیتیں بھیجتا ہوں، تمہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہوں، اور کیا یہ کہ جو کہی کہہ مکرنی کہی، تمثیل داستان پہیلیاں چیستاں، لفظ کچھ مراد کچھ، جو لغۃً عرفاً کسی طرح اس کا مفہوم نہ ہو، آسمان، جن، شیطان، بہشت، دوزخ، حشر اجساد، معراج، معجزات، سب باتیں بتائیں، اور بتائیں بھی کیسی ایمانیات ٹھہرائیں، اور من میں یہ کہ در حقیقت یہ کچھ نہیں، یوں ہی طوطا مینا کی سی کہانیاں کہہ سنائیں، وغیرہ وغیرہ خرافات معلونہ۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

چکڑالوی کا تصور الٰہ: چکڑالوی ایسے کو خدا کہتا ہے کہ جس کے رسول کی قدر ایک ڈاکئے سے زیادہ نہیں، جس نے اپنے نبی کا اتباع کچھ نہ رکھا، ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ میری کتاب میں ہر شی کا روشن بیان ہے۔ ہر چیز کی پوری تفصیل ہے، ہم نے اس میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی، اور حالت یہ کہ نماز فرض اور یہ بھی نہ بتایا کہ کتنے وقت کی، یہ بھی نہ بتایا کہ ہر وقت میں کتنی رکعتیں، یہ بھی نہ بتایا کہ اس کے پڑھنے کی ترکیب کیا ہے۔ سب سے بڑا فرض ایمان اس میں تو یہ گول مجمل بے سود بیان جس سے کچھ پتہ ہی نہ چلے، اور دعویٰ وہ ہے کہ جملہ اشیاء کا روشن بیان، مزہ یہ کہ متواترات کی جڑ کاٹ دی کہ سوا میری کتاب کے کچھ حجت نہیں، اپنی کتاب کیا وہ خود ہمارے ہاتھ میں دے گیا، یہ بھی تو ہم کو تواتر سے ملی، جب تواتر حجت نہیں، یہ بھی حجت نہیں، غرض ایمان اسلام سب برباد و ناکام وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ کیا اس نے خدا کو جانا؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

قادیانی کا تصور الٰہ: یہ ایسے کو خدا کہتا ہے جس نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کیا، ان سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں، جس نے ایسے کو ایک عظیم الشان رسول بتایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں، بلکہ اس کی نفی نبوت پر دلائل قائم، جو (خاک بدہن ملعوناں) ولد الزنا تھا۔ ایسے کو جس نے ایک بڑھئی کے بیٹے کو محض جھوٹ کہہ دیا، کہ ہم نے بن باپ کے بنایا۔ اور اس پر فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کھلی نشانی ہے۔ ایسے کو جس نے ایک بدچلن عیاش کو اپنا نبی کہا جس نے ایک یہودی فتنہ گر کو اپنا رسول کر کے بھیجا جس کے پیچھے ہی فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے قادیانی اور اس کا ساختہ خدا، کیا وہ خدا کو جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

رافضیوں کا تصور الٰہ: ایسے کو خدا کہتے ہیں جو حکم کر کے پچھتاتا ہے۔ جو مصلحت سے جاہل رہ کر ہر ایک حکم کرتا ہے جب مصلحت کا علم آیا اسے بدل دیتا ہے۔ ایسے کو جو وعدہ کا جھوٹا یا بندوں سے عاجز ہے کہ اپنا کلام اتارا اور اس کی حفاظت کا ذمہ دار رہا مگر عثمان غنی وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم واہل سنت نے اس کی آیتیں الٹ پلٹ کر دیں، سورتوں کی سورتیں کتر لیں، اور وہ یا تو وعدہ خلافی سے چپکا دیکھا کیا اور کچھ نہ کہا، یا گھٹانے والوں کے آگے کچھ نہ چل سکی، دم سادھ گیا، ایسے کو جو بندوں سے عاجز تر ہے۔ وہ بندے سے نیکی چاہے اور بندہ بدی چاہے تو بندہ ہی کا چاہا ہوتا ہے، اس کی یکسر نہیں چلتی، ایسے کو کہ ہر چمار کا فر ہر کتا ہر سوئر خالقیت میں اس کا شریک ہے، وہ اعیان گڑھتا ہے یا اپنی قدرت سے اپنے افعال، اور اس پر یہ دعویٰ کہ ہے میرے سوا کوئی خالق وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے

رافضیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہے، تعالیٰ اللہ۔ کیا یہ خدا کو جانتے ہیں؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

وہابیوں کا تصور اللہ: وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے، اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے، جس کا سچا ہونا کوئی ضرور نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، ایسے کو جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اس کی کتاب قابل استناد، نہ اس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس میں ہر عیب ونقص کی گنجائش ہے، جو اپنی مشیئت ہی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے، چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہوجائے۔ ایسے کو جس کا بہکنا بھولنا، سونا، اونگھ، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مرجانا، سب کچھ ممکن ہے، کھانا، پینا، وغیرہ کوئی اس کی شان کے خلاف نہیں، اس کی ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں۔ ایسے کو جس کا کلام فنا ہوسکتا ہے، جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں وہ مجھے جھوٹا نہ سمجھیں، بندوں سے چرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بول سکتا ہے، ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے اور علم کچھ۔ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا علم سچا ہے تو خبر جھوٹی، ایسے کو جو سزا دینے پر مجبور ہے، نہ دے تو بے غیرت ہے، معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈتا ہے، خلق کی آڑ لیتا ہے۔ ایسے کو جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے، اس کا شریک ہوجائے۔ جس نے اپنا سب سے بڑھ کر مقرب ایسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں، جو چوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں۔ ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ کیا یہ خدا کو جانتے ہیں؟ حاشا للہ، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون۔

دیوبندیوں کا تصور اللہ: دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو وہابیوں کا خدا ہے، اور اتنے وصف اور زائد رکھتا ہے کہ وہ بالفعل جھوٹا ہے، جس کے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے۔ جو اسے جھٹلائے مسلمان ہے۔ ہاں دیوبندی خدا وہ ہے کہ علم میں شیطان اس کا شریک ہے، سب سے بدتر مخلوق شیطان ہے علم اس کے سب سے اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہے، اور ان کے نزدیک ہونا ہی چاہئے کہ رسول اس کے برابر کیسے ہوسکے جو خدا کا شریک ہے، اس نے جیسا علم اپنے حبیب کو دیا اور اسے اپنا بڑا فضل کہا اور اس پر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اس کی حقیقت اتنی ہے کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کا ہوتا ہے۔ ہاں دیوبندی خدا وہ ہے کہ جس دلیل سے اس کے خاتم النبیین کے سوا چھ خاتم النبیین اور ماننا خاتم کی شان بڑھاتا ہے، یونہی اسے تنہا خدا کہنا اس کی شان گھٹاتا ہے، اس کی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤں کا خدا ہے۔ کیا خدا ایسا ہوسکتا ہے؟ حاشا للہ، سبحان رب العرش عما یصفون۔

غیر مقلدوں کا تصور اللہ: غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی وہابی کا، قال اللہ تعالیٰ: بعضهم من بعض، اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے۔ ایسا کہ جس کے دین میں کتا حلال، سوئر کی چربی حلال، سوئر کے گردے حلال، سوئر کی تلی حلال، وغیرہ وغیرہ۔ گندی خبیث شراب سے نہا کر سارے کپڑے اس میں رنگ کر نماز پڑھنا حلال، ایک وقت میں ایک عورت متعدد مردوں پر حلال، وہ جس نے آپ ہی تو حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو، اپنے علما کی اطاعت کرو، نیکوں کی پیروی کرو، جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی، وہ جس نے ائمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی، اور یوربی بنگالی و پنجابی بھوپالی کی فرض، وہ جس نے اپنے اور رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی، اور بیچ میں چند محدثوں اور جارحوں معدلوں کو کھڑا کر کے ان کے قول کو کتاب وسنت کے برابر ٹھہرا کر حجیت دی، یعنی یہ شریک الوہیت نہیں تو شریک رسالت ضرور ہیں، نہیں نہیں بلکہ شریک الوہیت ہی ہیں کہ

اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون الله۔

انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

ہاں وہ جس نے آپ ہی تو اتباع ظن حرام اور افادہ حق میں محض ناکام کیا، پھر ان چیدہ کی تخمی روایات ظنی جرح و چند تعدیلات کا

اجاع عین دین کردیا تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیاء معصوم ہیں، نہیں نہیں بلکہ دین غیر مقلدی کے اربابا من دون اللہ، جھوٹے خدا ہیں۔ وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا (جو ابو حنیفہ و شافعی پر منہ آتے اور ان کے احکام پرکھنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں) تمام عالم کو بے تحاشہ نقل کہا ہے، کیونکہ وہ آپ دلیل نہیں سمجھ سکتے، اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی اور امرتسری کی مان لیں کہ دلیل سے یہ ثابت ہے یہ تو وہی تقلید ہوئی جو شرک ہے لہذا ضرور ٹھیٹ نقل ہیں، وہ کہ عام جہاں پر جس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی کہ حجت قائم ہو دلیل سے، دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ جس نے (خاک بدہن خوشا) کھلے مشرکوں کو خیر امت کہا اور ان کے تین قرنوں کو خیر القرون کہلوایا، جن کے روز اول سے یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہو عالم سے پوچھے، عالم نے حکم بتا دیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا، صحابہ سے آج تک کبھی دلیل بتانے اور اسے عامی کے اس قدر ذہن نشین کرنے کا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن وحدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض وغیر منسوخ ہے، ہرگز نہ دستور تھا نہ ہوا نہ ہے، تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی ان کے فتوے مانا کئے اور یہی تقلید ہے اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آج تک سب عامی مشرک ہوئے، اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لئے فتویٰ دیتے رہے کہ یہ مانیں اور عمل کریں، تو صحابہ سے آج تک سب مفتیان وعلماء مشرک گر وشرک دوست ہوئے، اور ہر مشرک گر خود شرک اور مشرکوں سے بدتر، تو غیر مقلد کے دھرم میں صحابہ سے اب تک تمام امت مشرک، لیکن غیر مقلد کا خدا انہیں کو خیر الامت کہتا اور خیر القرون کہلواتا ہے۔ پھر اس کی کیا شکایت کہ ایسوں کو کہا جو غیر مقلدی دھرم میں فرقوا دینھم و کانوا شیعا تھے، جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور جدا جدا گروہ ہوگئے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع ان سے فتویٰ لیتے اور اس پر چلتے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اتباع ان کی طرف تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اتباع ان کے ساتھ تھے اور وہ اختلاف آج تک قائم ہے، سب فریق مشورہ کرکے ایک بات پر عامل نہ ہوئے تھے نہ ہوئے۔ قرآن عظیم میں ہمیشہ پڑھا کئے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ جب تم میں کسی بات میں اختلاف ہو تو اسے اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو۔ اس پر عمل نہ کرنا تھا نہ کیا، اس پر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ ورسول کا حکم ایک تھا، مگر وہ اپنے ہی عالموں کے قول پر اڑے رہے، دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو خیر امت اور خیر قرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا۔ حاشا للہ، مالھم بذلک من علم، ان ھم الا یخرصون، سبحان رب العرش عما یصفون۔ انہیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں، یوں ہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہیں گمراہ فرقے اور یہ ہیں ان کے ساختہ خدا، ماقدروا اللہ حق قدرہ، انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ انتہی ملخصا ۱۸

جب ان فرقوں کو اللہ رب العزت کی صحیح معرفت ہی نہیں تو پھر توحید پر ایمان کہاں سے آئے گا، کہ توحید پر ایمان معرفت خدا پر موقوف، اور یہاں سب کے یہاں مفقود، چنانچہ وہابیہ (خذلھم اللہ) کے پیشوا دہلوی نے کذب الٰہی کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر مانا اور اس کو کمالات حق سبحانہ سے گنا اور صاف اقرار کیا کہ

"اگر کذب الٰہی محال ہو، اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی اور یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو" ۱۹

اب امام احمد رضا کی فکر رسا اور جودت طبع کے جوہر اسلامی توحید کے بیان میں ملاحظہ کیجئے۔ اور ملائے دہلوی کا اغوائے عوام اور طغوائے تمام کی دھجیاں لیجئے۔ فرماتے ہیں:

"بنظر انصاف غور کرو کہ اس دس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں

اولاً: دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں، خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو، حالانکہ اہلسنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں۔ قال المولی سبحانہ وتعالیٰ:

واللہ خلقکم و ما تعملون ۔

تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولی عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب، کفر وایمان، طاعت وعصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔

تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہان کا۔

اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا۔

ماشئت کان و ماتشاء یکون لا ماپشاء الدھر والافلاک

جو تو نے چاہا ہو گیا، جو آپ چاہیں گے وہ ہو جائے گا، نہیں ہوگا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے، یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے، جو قرآن عظیم کا مردود ومکذب ہے۔

ثانیاً اقول: اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا بڑا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے، یا معاذ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا، اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگی۔ ولکن من لم یجعل لہ نورا فمالہ من نور۔ لیکن جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ ملخ

اسی طرح بہت سے ایرادات والزامات قائم فرما کر ثابت فرمایا کہ ہرگز یہ اسلامی توحید نہیں، اسلامی توحید یہ ہے فرماتے ہیں:

مسلمانو! تمہارے رب کی عزت وجلال کی قسم کہ تمہارا سچا معبود جل وعلا وہ پاک ومنزہ وسبوح وقدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلاً ابداً واجب الذات اور اصلاً کسی عیب ولوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات، اسی کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری ومنزہ، کہ معاذ اللہ اپنے عیبی وناقص بنانے پر حاصل ہو۔ نعم المولی و نعم النصیر۔

یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم ولحاظ، یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے۔

ضعف الطالب والمطلوب لبئس المولی ولبئس العشیر

اوسفیہ ملوم کذاب ظلوم! الوہیت ومنقصت باہم اعلیٰ درجہ تنافی پر ہیں، الہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب للذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن ماننا ہے پھر خدا کب رہا۔ ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون، بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ الخ

پھر فرماتے ہیں:

اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات ومنافی تلوثات ہو، اور قطعاً جو ایسا ہو اس پر ہر عیب ونقصان محال ذاتی ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع، یا ذات اور منافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب ونقصان کا امکان مانا تو قطعی کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرجہ عالی ہوا۔ آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجب للذات شرک ہے، کہ لفظ وجوب جو مشترک ہو جائے گا۔ اگرچہ وجوب بالذات وجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو اربعہ وزوجیت کی حالت جانتا ہے۔ ولہذا اس فرقہ ضالہ نے باجماع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے ذات نہ ٹھہرایا، تو جیسے معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یوں ہی اس طائفہ جدیدہ نے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی، اور اپنا نام موحد تراشا، و فی ذلک اقول:

خسر الذین بالاعتزا ل و بالتوھب جادوا
ذا اھل توحید وذا ك موحد عواد
نعم القلوب تشابھت فتناسب الاسماء

خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہل توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسبت ہے۔ ۴۲

اس کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے اللہ عزشانہ کی جناب میں نقص وعیب کے بطلان کو بداہت عقل کے موافق، ضروریات دین سے ثابت، ہزاروں مسائل توحید وصفات کا مبنیٰ، اور اس کا ثبوت عقل توحید قرار دیا، فرماتے ہیں:

بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عز مجدہ، جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اور اس کا ادراک شرع پر موقوف نہیں، ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ میں ہمارے موافق ہوئے۔

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلیٰ ضروریات دین سے ہے، جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی، یونہی ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ "سبحان اللہ" واسمائے حسنیٰ سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں، ولہذا تسبیحات حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وارد "سبحان الذی لا ینبغی التسبیح الا لہ" جس کے باعث "تو قروہ" پر وقف اور "تسبحوہ" کو اس سے فصل کیا گیا، پھر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام منعقد، کوئی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب ونقائص روا نہ رکھے گا۔ ۴۳

پھر فرماتے ہیں:

غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل اور بے دلیل ہو کر رہ گئے، فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا، جس پر ہزارہا مسائل ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑ گئے، وہیں شرح مواقف سے گذرا کہ ہمارے لئے معرفت باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال۔ یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کر دیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان

کا خالق بالبداہۃ علیم وقدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اولاً: یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری، باقی ہزار ہا صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف، یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیاً: جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال، مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کیلئے بیشک علم وقدرت واراوہ وحکومت درکار، مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت۔ اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول اولاً: بعض صفات سمع پر مقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور ہو مستلزم۔

ثانیاً: سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجادات میں وارد، ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے۔ مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً: نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتہ کہاں چلے گا، مثلاً بکل شیء علیم o علی کل شیء قدیر o سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے۔ اور ان کا زوال اس سے محال، یونہی ھو یطعم ولا یطعم، اور "لا تاخذہ سنۃ ولا نوم" کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں۔ نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع۔ ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا، ان تمام دعاوئے ازلیت وابدیت، وجوب وامتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اثر کرنے والا، ہزروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا دم لینے والا مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالیٰ پر عیب ومنقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل، نہ ایمان نہ عقل۔ ۲۲؎

امام موصوف کا بالعموم یہ طریقہ تھا کہ وہ عقائد ومسائل نہایت ایجاز کے ساتھ بیان فرماتے اور "خیر الکلام ما قل ودل ولم یمل" کے مقولہ پر گامزن رہتے، ہاں جب کبھی تفصیل پر آتے تو پھر دریا بہتے نظر آتے، اس کے باوجود تمام مضامین کے عطر ونچوڑ کی طرف ضرور نشاندہی فرماتے تاکہ قاری متوحش نہ ہو اور کم وقت میں تحکم شرع ومراد مصنف پر وقوف واطلاع پا سکے۔ لہذا امام احمد رضا نے جہاں منافی توحید اقوال کا تفصیلی انداز میں رد فرمایا اور ضمنی طور پر اثبات توحید کیا، وہیں کھلے انداز اور واضح الفاظ میں ایجاز واختصار کے ساتھ عقیدہ توحید پر بھی لکھا، توحید باری کے مختصر اور جامع مسائل اور پھر ان کا خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔

(۲) سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔

(۳) مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

(۴) اس میں تغیر نہیں آسکتا، ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ رہے گا، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے۔

(۵) وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز سے اسے لگاؤ نہیں۔

(۶) اسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں، لمبا یا چوڑا یا دلدار موٹا یا پتلا یا بہت تھوڑا یا ناپ یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا

بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷) حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے، غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لئے ہے نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لئے۔

(۸) وہ شکل سے منزہ ہے، پھیلا یا سمٹا، گول یا لمبا، تکونا یا چوکھٹا، سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۹) وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰) اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

(۱۱) جہت اور طرف سے پاک ہے، جس طرح اسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یونہی جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا اوپر بھی ہرگز نہیں۔

(۱۲) وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳) کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴) اس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵) اٹھنے، بیٹھنے، اترنے چڑھنے، چلنے ٹھہرنے، وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہ بے شمار ہیں، یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے، اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہ کا حاصل و خلاصہ ہے۔ ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح و تقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی، یہ آیات محکمات ہیں، یہ ام الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں، جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے۔ بے تغیر و تبدیل، بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔ ۲۵ ملتقطاً۔

اس سے پہلے امام احمد رضا نے ثابت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، تخلیق عالم میں وہ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ وہاں اجمالی بیان تھا یہاں قدرے تفصیل سنئے:

ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباس وجود پہنا دینا، یہ اسی کا کام ہے، یہ نہ اس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا، کہ تمام مخلوقات اپنی حد ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست دوسرے نیست کو کیا ہست بنا سکے، ہست بنانا اسی کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہست حقیقی و ہست مطلق ہے، ہاں یہ اس نے اپنی رحمت اور غنائے مطلق سے عادات اجرا فرمائے کہ بندہ جس امر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے، مثلاً اس نے ہاتھ دیے اور ان میں پھیلنے سمٹنے، اٹھنے کی قوت رکھی۔ تلوار بنائی جاتی، اس میں دھار اور دھار میں کاٹ کی قوت رکھی، اس کا اٹھانا لگانا وار کرنا بتایا۔ دوست دشمن کی پہچان کو عقل بخشی، اسے نیک و بد میں تمیز کی طاقت عطا کی، شریعت بھیج کر قتل و حق و ناحق کی بھلائی برائی صاف جتا دی، زید نے وہی خدا کی بنائی ہوئی تلوار خدا کے بنائے ہوئے ہاتھ، خدا کی دی ہوئی قوت سے اٹھانے کا قصد کیا، وہ خدا کے حکم سے اٹھ گئی اور جھکا کر ولید کے جسم پر ضرب پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ خدا کے حکم سے جھکی اور ولید کے جسم پر لگی، تو یہ ضرب جن امور پر موقوف تھی سب عطائے حق تھے، اور خود جو ضرب واقع ہوئی بارادۂ خدا واقع ہوئی، اور اب جو اس ضرب سے ولید کی گردن کٹ جانا پیدا ہوگا یہ بھی اللہ کے پیدا کرنے سے ہوگا۔ وہ نہ چاہتا تو ایک زید کیا تمام انس و جن و ملک جمع ہو کر تلوار پر زور کرتے تو اٹھنا درکنار ہرگز جنبش نہ

کرتی، اور اس کے حکم سے اٹھنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو زمین و آسمان، پہاڑ سب ایک لشکر بنا کر تلوار کے پھلے پر ڈال دیئے جاتے، تاہم تو بال برابر نہ جھکتی، اور اس کے حکم سے جھکنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا تو محال تھا کہ ولید کے جسم تک پہونچتی، اور اس کے حکم سے پہونچنے کے بعد اگر وہ نہ چاہتا گردن کٹنا تو بڑی چیز ہے ممکن نہ تھا کہ خط بھی آتا۔

غرض فعل انسان کے ارادہ سے نہیں ہوسکتا، بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے، یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردے گا۔ اور یہ برے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس طرف پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود فرمادے گا۔ ۲۶

پھر فرماتے ہیں:

بے شک بے شبہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے، بے شک بندہ بے ارادۂ الٰہیہ کچھ نہیں کرسکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں مگر یونہی کہ عقیدۂ اہل سنت و جماعت پر ایمان لایا جائے، وہ کیا ہے؟ وہ جو اہلسنت کے سردار مولیٰ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے انہیں تعلیم فرمایا۔

ایک شخص واقعۂ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھے، کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجیے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: ہمیں خبر دو، فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا، عرض کی: ہمیں خبر دیجیے، فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے، نہ اختیار اسے سپرد ہے، عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر تھے، مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اسے کھڑا کیا، جب امیر المومنین نے اسے دیکھا، تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے؟ یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن ماردوں گا، اس نے کہا: یا امیر المومنین پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

پس یہی عقیدۂ اہلسنت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ ایک حالت ہے، جس کی کنہ راز خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے۔ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین مولیٰ علی پر نازل ہوں کہ ان دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں صاف فرمادیا۔ ایک صاحب نے سوال کیا: کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے، فرمایا: تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرے گا۔ یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا، معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی گذرتے ہیں۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادر مطلق ہرگز ایسا نہیں، کہ اس کے ملک میں اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ جنبش کرسکے۔ وہ صاحب کہتے ہیں: مولیٰ علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا۔ ۲۷

کلمۂ طیبہ سے اثبات توحید: ہم سب دن اور رات کلمۂ طیبہ پڑھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے، اور بے ایمان اسی کی تصدیق کرکے دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ کسی کور باطن نے اس کو منافی توحید جانا اور کلمۂ طیبہ میں پہلے جز کا اول ٹکڑا لا الٰہ کو نفی مطلق پر محمول کیا، یعنی نہیں ہے کوئی خدا، اور کہا یہ کفر خالص ہے کہ اس میں معبود برحق کی بھی نفی ہے۔ امام احمد رضا نے پہلے تو اس قول پر بہت سے ایرادات قائم فرمائے، پھر تحقیق انیق کے دریا بہائے، اور کلمۂ توحید کے رموز و اسرار سکھاتے ہوئے کلمہ کے دونوں

کلمۂ توحید کے اثبات میں صریح اور عین ایمان بتایا۔ فرماتے ہیں:

اس کے یہ معنی سمجھنا کہ نہیں ہے کوئی خدا، عاقل سے معقول نہیں، بلکہ بلاشبہ اس کے معنی نفی الوہیت غیر خدا ہیں، یقیناً قطعاً مسلمان جس وقت اس سے تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے، تو بحمد اللہ تعالیٰ اس کے دونوں جز عین ایمان ہیں، پہلا جز الوہیت غیر خدا کی نفی، اور دوسرا جز الوہیت الٰہ حق کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ لفظ مانی النفس سے تعبیر ہوتے ہیں، یہاں اگر یوں ہو کہ متکلم نے اولاً نفی عام بلا استثنا کی اور جزء اول سے تعبیر کیا، پھر اس عام سے مستثنیٰ کو جدا کیا اور اس پر جزء استثنا سے دلالت کی تو صریح تناقض ہے، کہ یہ دو حکم متنافی ہوتے 'لا' سالبہ کلیہ تھا اور یہ موجبہ جزئیہ اور وہ دونوں نقیض ہیں، ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہاں صرف حکم واحد ہے، متکلم نے ایک مفرد کلی کو کہ مرتبہ بشرط شیء میں تھا، مستثنیٰ سے فارغ کر کے مرتبہ بشرط لاشیء میں لیا، اور اس مقید پر حکم واحد کیا، بے ادخال الا، و الا سے معبر کیا، لا حکم ہے کہ اور الا قید مسند الیہ کہ اس کے مرتبہ بشرط لا پر دال تو یہ لا ہرگز نفی جمیع کے لئے نہیں، بلکہ نفی ماورائے مستثنیٰ کے لئے، تو مافی الذہن یقیناً حق ہے، ہاں تقیید پر دلالت درکار، وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتو کلام کی ترکیب مشہور و معروف کا مسلمان میں دائر و سائر اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا ہے، اور اگر معاذ اللہ نفی مطلق ہوتی تو توحید کب رہتی تعطیل ہوتی، توحید تو ایک کا اثبات ہے نہ کہ معاذ اللہ عام نفی تام۔ تو ثابت ہوا کہ اس پر حکم الحاد جنون خالص ہے۔

لاجرم جامع الفصولین فصل ۳۸ میں ہے: من قال لا الہ و اراد ان یقول الا اللہ ولم یقل لا یکفر لانہ عقد علی الایمان، جس نے لا الہ کہا، الا اللہ ارادہ کے باوجود نہ کہہ سکا تو وہ کافر نہیں، کیونکہ اس نے ایمان کے ارادہ سے یہ کہا [۲۸] ملتقطا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی ان تحریروں میں ذات باری عز اسمہ کی سبوحیت و قدوسیت کے بیان کے ضمن میں مولیٰ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت، اور خالق و مخلوق کے درمیان امتیازات باہرہ کو ایسے دلائل قاہرہ سے مزین فرمایا ہے کہ منصف اعتراف حق کے بغیر نہ رہ سکے، اور منکر معاند کو سکوت و درماندگی کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدۂ توحید کا یہی طرۂ امتیاز ہے کہ وہ واجب تعالیٰ کو ایک جانتے ہوئے اس کی جناب میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام کمالات اس کے مقتضائے ذات اور جملہ عیوب و نقائص منافی ذات بالذات ہیں، کسی عیب و نقص کو اس کی سبوح قدوس جناب میں ہرگز رسائی نہیں۔ وہی سب کا خالق و مالک اور سب سے بے نیاز، سب اسی کی مخلوق و مملوک اور اسی کے محتاج، اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا، یہی خالص توحید ہے، اور اسی کی بارگاہ صمدیت میں انسان کو اپنی نیازمندی، غایت تذلل، خشوع و خضوع اور انکسار و تواضع کی نذر پیش کرنا عبادت اور توحید پرستی ہے۔ اور یہ دونوں اہل اسلام (اہل سنت و جماعت) کا خاصہ ہیں۔ دوسرے گروہ اس دولت لازوال سے محروم ہیں۔ امام احمد رضا کا یہی پیغام ہے جو ان کی تصانیف اور تعلیمات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ ۱۲

ماخذ و مراجع

۱۔ القرآن الکریم [التوبہ: ۱۲۴]

۲۔ القرآن الکریم [بقرہ: ۲۹]

۳۔ تفسیر ضیاء القرآن، علامہ پیر کرم شاہ ازہری، ۱/۱۲، ۱۱۳

۴ القرآن الکریم [سورۃ الانبیا ۲۳]
۵ المعتقد المنتقد، علامہ فضل رسول بدایونی، الباب الاول فی الالہیات ص ۲۰
۶ القرآن الکریم [البقرۃ: ۲۱، ۲۲]
۷ تفسیر ضیاء القرآن، علامہ پیر کرم شاہ ازہری، ۱/ ۳۹، ۴۰
۸ القرآن الکریم، [الزمر: ۳]
۹ صحیح مسلم باب التلبیۃ وصفتہا ووقتہا ۱/ ۳۷۶
۱۰
۱۱ القرآن الکریم
۱۲ فتاوی رضویہ طبع جدید امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۵/ ۵۳۱ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن
۱۳ القرآن الکریم [الجاثیہ: ۲۳]
۱۵ القرآن الکریم [الزخرف: ۲۰]
۱۶ القرآن الکریم [النجم: ۲۳]
۱۷ فتاوی رضویہ طبع دوم امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۵/ ۵۳۲ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن
۱۸ فتاوی رضویہ طبع جدید امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۵۵۲ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن
۱۹ رسالہ یکروزی فارسی (ملخصاً ومترجماً) مولوی اسمٰعیل دہلوی ۱۷ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ
۲۰ فتاوی رضویہ طبع جدید امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۳۶۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن
۲۱ فتاوی رضویہ طبع جدید، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۳۷۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور
۲۲ فتاوی رضویہ طبع جدید، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۳۷۶ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور
۲۳ فتاوی رضویہ طبع جدید، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۳۳۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور
۲۴ فتاوی رضویہ طبع جدید، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۵/ ۳۷۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور
۲۵ فتاوی رضویہ طبع قدیم، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۱/ ۲۲۱ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی
۲۶ فتاوی رضویہ طبع قدیم، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۱/ ۱۸۹ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی
۲۷ فتاوی رضویہ طبع قدیم، امام احمد رضا قدس سرہ ۱۱/ ۱۹۷ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی
۲۸ فتاوی رضویہ طبع قدیم، امام احمد رضا قدس سرہ ۶/ ۲۰۴ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

فقہ حنفی کے اساسی قواعد اور فتاویٰ رضویہ

پروفیسر محمد دلاور خان

عربی زبان میں قاعدہ کے لغوی معنی کسی عمارت کی بنیاد کے ہیں، اس لئے ہودہ کے نیچے لگائی جانے والی لکڑیوں کو بھی قواعد کہتے ہیں، کیونکہ وہ بھی ہودہ کے لئے بمنزلہ بنیاد ہیں، کسی مملکت کے دارالحکومت کو بھی قاعدہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی مملکت کی بنیاد کی طرح اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ قاعدہ اسی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(۱)

قواعد کی اصطلاحی تعریف:

اَلامر الکُلِّیّ الَّذِیْ یَنْطَبِقُ عَلَیْهِ جُزْئِیَاتٌ یُفْهَمُ اَحْکَامُهَا مِنْه .(۲)

ترجمہ: قاعدے سے مراد وہ کلی امر ہے جس پر جزئیات منطبق ہوتی ہوں اور ان جزئیات کے احکام اس سے سمجھے جاتے ہوں"۔

حُکْمٌ کُلِّیٌ یَنْطَبِقُ عَلیٰ جَمِیْعِ جُزْئِیَاتِه لِتُعْرَفَ اَحْکَامُهَا مِنْهُ (۳)

ترجمہ: ایسا کلی حکم جو اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہوتا ہے کہ ان کے احکام اس سے پہچانے جائیں۔"

حُکْمٌ اَغْلَبِیٌ یُتَعَرَّفُ حُکْمُ الْجُزْئِیَاتِ الْفِقْهِیَّةِ مُبَاشَرَةً.(۴)

ترجمہ:"قاعدہ فقہیہ سے مراد وہ اغلبی حکم ہے جس سے جزئیات فقہیہ کے احکام بلاواسطہ پہچانے جاتے ہیں۔"

قاعدہ اور ضابطہ کا فرق:

قاعدہ اور ضابطہ اس اعتبار سے مترادف ہیں کہ ہر دو کے تحت فقہی احکام درج ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود ان دونوں میں دقیق سا فرق ہے، قاعدہ عام ہوتا ہے جو فقہ کے تمام یا بہت سے ابواب کے متعلق جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔ مثلاً یہ قاعدہ الامـــور بمقاصدها "معاملات کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے۔" یہ قاعدہ فقہ کے تقریباً تمام ابواب میں پھیلی ہوئی جزئیات پر منطبق ہوتا ہے۔ مثلاً وضو، نماز، زکوۃ، حج، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، غرض یہ کہ یہ قاعدہ ہر جگہ منطبق دکھائی دیتا ہے اور ہر جگہ اس سے استدلال کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس کے برعکس فقہاء متاخرین کی اصطلاح میں ضابطہ فقہ کے کسی ایک باب سے متعلق خاص ہوتا ہے۔ مثلاً، ہر وہ جس کا سجدہ نماز میں اعتبار کیا جاتا ہے اسی کا سجدہ تلاوت میں بھی اعتبار کیا جائے، یہ ضابطہ ہے۔ کیونکہ یہ صرف باب الصلوۃ کے ساتھ خاص ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاعدہ اور ضابطہ میں نسبتیں عموم وخصوص مطلق پائی جاتی ہیں۔

قواعد کی اقسام:

قواعد متفقہ: ان سے مراد ایسے قواعد ہیں جن میں صیغہ استفہام مذکور نہ ہو۔ ان پر مذاہب اربعہ یا ایک مذہب کے تمام محققین کا اتفاق ہو۔ اگرچہ بعض قواعد کے تحت بیان ہونے والے مسائل میں ائمہ کے مابین اختلاف موجود ہو، جیسے "الامور بمقاصدھا" "الیقین لایزول بالشک" "اعمال الکلام اولی من اھمالہ" قواعد متفقہ میں سے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے "القواعد الکلیہ" ابوسعید الخادمی نے "مجامع الحقائق" اور ابن مالہادی نے "مغنی ذوالافہام" میں اس نوع کے قواعد تحریر کئے ہیں۔

قواعد مختلفہ:

ان سے مراد وہ قواعد ہیں جس میں صیغۂ استفہام یا ایسا قرینہ مذکور ہو جو ائمہ اربعہ یا ایک مذہب کے محققین کے مابین ان کے مختلف فیہا ہونے کی دلیل ہو۔ اور پھر ان کے تحت بیان ہونے والے مسائل فرعیہ میں اختلاف ظاہر ہو، مثلاً "ہل العبرۃ بصیغ العقود او معانیہا" "ہل العبرۃ بالحال او المآل" "النادر ہل یلحق بجنسہ او بنفسہ" قواعد مختلفہ میں سے ہیں۔ اس نوع کے قواعد کتب فقہ میں کثیر پائے جاتے ہیں۔ اور کسی بھی مسئلہ میں اختلاف کے اسباب بیان کرتے وقت اکثر فقہا کی زبان پر استعمال ہوتے ہیں۔ ابن الحاجب نے "المختصر الفقہی" میں اس نوع سے متعلقہ قواعد لکھے ہیں۔

بنیادی قواعد: بنیادی قواعد سے مراد وہ اساسی قواعد ہیں جن سے بہت سے فروعی احکام متعدد فروعی قواعد نکلتے ہیں لیکن وہ خود کسی دوسرے قاعدہ سے ماخوذ نہیں ہوتے۔

فروعی قواعد: فروعی قواعد سے مراد وہ قواعد ہیں جو کسی بنیادی اور اساسی قاعدے کی ذیلی تشریحات کے ضمن میں آتے ہیں یا اس کی کسی فروعی بحث سے اقتباس کرتے ہیں۔

ماخذ قواعد: اگر قواعد فقہیہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے ماخذ و مصادر درج ذیل ہیں۔

قرآن: بعض قواعد فقہیہ قرآن مجید کی نص سے ماخوذ ہیں۔ جیسا کہ "اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ" (مشقت آسانی لاتی ہے) تو اس کا ماخذ یہ ارشاد خداوندی ہے۔ ان مع العسر یسرا (الانشراح:۶) "بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے"۔

حدیث: بعض قواعد ایسے ہیں جو براہ راست حدیث مبارکہ سے لفظاً یا معناً ماخوذ ہیں، مثلاً "لاضرر ولاضرار" (نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ)۔ یہ قاعدہ بعینہ حدیث کے الفاظ ہیں مثلاً "الامور بمقاصدھا" معاملات کا دارومدار ان کے مقاصد پر ہے۔ یہ قاعدہ صراحتاً حدیث نبوی سے معناً ماخوذ ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

صحابہ کرام کے فتاویٰ:

اشباہ و نظائر اور قواعد فقہیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قواعد کی دریافت کا کام دور صحابہ سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ان قواعد میں بہت سے اہم قواعد براہ راست صحابہ کرام کے وضع کردہ ہیں۔ صحابہ کرام کے فقہی استدلال کی ایسی بہت سی مثالیں حدیث، تفسیر اور فقہ کی کتب میں موجود ہیں ان مثالوں پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ عمومی اصول و قواعد فقہیہ جو بہت بعد میں اپنی موجودہ عبارتوں میں مرتب ہوئے اپنی ابتدائی شکل میں صحابہ کرام کے سامنے موجود تھے اور صحابہ کو اس کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ اصول باقاعدہ شکل میں مدون کئے جائیں یا انہیں کسی خاص عبارت کا جامہ پہنایا جائے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں

تالاب کے قریب اترے حضرت عمرو بن العاص بھی ہمراہ تھے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں درندے تو پانی نہیں پیتے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو روک دیا کہ مت بتاؤ۔ اس سے مستنبط ہونے والے دو اصول (قواعد فقہیہ)

(۱) الاصل فی الاشیاء اباحۃ کہ اشیا میں اصل مباح ہونا ہے۔ (۲) اگر ظاہر حالت صحیح ہے تو تفحص اور جستجو پر ہم مکلف نہیں ہیں۔ (۵)

فقہائے کرام: صحابہ کرام کے اس اسلوب اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا جیسے جیسے فقہاء تابعین مختلف اسلامی احکام پر غور کرتے گئے تو قرآن وحدیث میں ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا پھر استقرائی طریقے کو بروئے کار لاتے ہوئے ان نصوص سے فقہی قواعد وضع کئے۔ اس طرح ارتقائی طور پر یہ عمل فقہ اسلامی کا ایک روشن باب قرار پایا اور جس نے رفتہ رفتہ باقاعدہ ایک منظم علم وفن کی صورت اختیار کر لی۔

قواعد فقہیہ کی ضرورت واہمیت:

☆ یہ قواعد اسلامی قانون سازی کی صحیح روح کی حفاظت کرتے ہیں۔

☆ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہ اسلامی میں گہرا ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ قواعد کلیہ کے مطالعہ سے فقہی احکام سے ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

☆ منتشر و متفرق فقہی مسائل کو مرتب و منضبط کرنے اور انہیں ایک مربوط قانونی نظام کے تحت لانے میں مدد ملتی ہے۔

☆ فقہی احکام کی پشت پر جو عمومی انداز فکر کار فرما ہے اس سے ایک عمومی واقفیت پیدا کرنے کے لئے ان قواعد کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

☆ جب کسی فقیہ کو فروعی مسائل میں کوئی دلیل وحجت نہ ملے تو یہ قواعد مسائل کی صحیح حکمت معلوم کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔

☆ فروع وجزئیات چونکہ بے شمار ہیں اس لئے ان سب کے تفصیلی دلائل یاد کرنا اور مستحضر رکھنا مشکل ہے۔ اگر قواعد کلیہ اور ان کے ماخذ دلائل سے ایک بار واقفیت پیدا ہو جائے تو ان کے تحت آنے والے فروع وجزئیات کی جڑ ہاتھ آجاتی ہے۔

☆ یہ قواعد فقہ کے لٹریچر کے معتبر اور مسلم اصول ہیں اور فقہائے کرام کے طرز استدلال سے واقف ہونے کے لئے ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔

☆ قواعد کلیہ سے واقفیت کے بعد انسان کے لئے روز مرہ زندگی میں شریعت کے نقطہ نظر کو جاننا اور اپنے معاملات پر منطبق کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

"ابن نجیم المصری الحنفی" اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں:

"یہ قواعد در اصل فقہ کے اصول ہیں اور ان ہی کے ذریعے ایک فقیہ درجہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے ان کی تدوین فقہائے کرام کیلئے باعث فخر ہے اس کے بعد ابن نجیم فرماتے ہیں: ہمارے ساتھیوں (حنفی علماء) کو یہ فخر حاصل ہے کہ انہوں نے اس معاملے میں سبقت کی اور دوسرے لوگوں نے ان کی پیروی کی اور وہ خود فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین ہیں۔" (۶)

علامہ شہاب الدین القرافی مالکی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی مشہور کتاب "انوار البرق وفی انوار الفروق" میں تقریباً ۵۴۸ قواعد جمع کئے ہیں اور قاعدے کو اس کے مناسب فروعی مسائل کے ذریعے واضح کیا ہے۔ قرافی اپنی کتاب کے

مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اسلامی شریعت چند اصول و فروع پر مشتمل ہے اس کے اصول کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم اصول فقہ ہیں، دوسری قسم وہ کلیہ قواعد فقہیہ ہیں جن کی تعداد بہت ہے اور وہ شریعت کے اسرار و رموز کو سمجھنے میں بہت مددد یتے ہیں، ہر قاعدہ کے ماتحت بے شمار فروعی مسائل ہیں یہ قواعد فقہ میں بہت اہم اور مفید ہیں اور فقیہ جس قدر ان قواعد کا احاطہ کر سکے گا اسی قدر اس کی منزلت بڑھے گی اور فقہ کی رونق نمایاں ہوگی انہی قواعد کے ذریعے فتاوی کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں اور انہیں کی بدولت اہل علم کی ایک دوسرے پر فوقیت ظاہر ہوتی۔ علماء کا یہ قدیم مقولہ ہے جو اصول فقہ کو پیش نظر رکھے وہ منزل تک پہنچ سکتا ہے اور جو قواعد کو پیش نظر رکھے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا ہے"۔ (۷)

آپ مزید فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی کے سارے ذخیرہ میں قواعد کلیہ کو نہایت اہم مقام حاصل ہے اور علمی طور پر ان کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص قواعد کلیہ میں جتنا درک اور بصیرت حاصل کرے گا اتنا ہی اس کو فقہ اسلامی پر عبور حاصل ہوگا اور اس کی فقہی آراء میں اتنی ہی پختگی پیدا ہوگی، اس کے برعکس اگر کوئی شخص قواعد کلیہ کو نظر انداز کر کے محض جزئیات اور فروعی مسائل کو یاد کرنے میں لگے گا اس کو بڑی مشکلات، دقتوں اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لئے اس کو جو جزئی مسائل اور فروعی احکام یاد کرنے پڑیں گے وہ لا متناہی ہوں گے۔ لیکن جو شخص پہلے قواعد کلیہ پر عبور حاصل کر کے پھر جزئیات کی طرف جائے گا اسے اکثر و بیشتر صورتوں کو الگ الگ یاد کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی اس لئے کہ بہت سی جزئیات تو انہی کلیات کے اندر آجائیں گی جن پر وہ پہلے ہی حاوی ہو چکا ہوگا۔ اس طرح بہت سے ایسے معاملات و مسائل جو دوسروں کو ایک دوسرے سے الگ الگ اور جدا جدا نظر آتے ہیں وہ اس شخص کو ایک مربوط اور متناسب اسکیم میں مندرج ہونے کی وجہ سے بسہولت یاد رہیں گے"۔ (۸)

مصر کے مشہور عالم حسن احمد الخطیب رقم طراز ہیں: "یہ فقہ اسلامی کے اہم قواعد ہیں جو شریعت کے ایسے مکمل اصول و ضوابط ہیں کہ تمام مسائل و احکام ان سے ماخوذ ہو سکتے ہیں اور موجودہ مغربی قوانین ان سے افضل نہیں ہیں۔ مگر ہمارے قانون دان حضرات انہی پر فریفتہ ہیں اور وہ اسلامی قانون پر قدامت اور جمود کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ جمود اور کوتاہی کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا ہے ورنہ اسلامی شریعت بالکل صحیح و سالم حالت میں ہے اور اسی کے اصول و قواعد عقل کے مطابق ہیں اور عدل و انصاف پر ان کی بنیاد قائم ہے وہ قواعد ایسے لچک دار ہیں کہ اگر فروعی احکام اور اجتہادی مسائل کو ان پر منطبق کیا جائے تو ان کے اندر ہر دور میں قوموں کے حالات کے تبدیل ہونے کی صلاحیت موجود ہے"۔ (۹)

قواعد فقہ کی تدوین میں فقہائے احناف کی خدمات:

امام محمد بن الحسن الشیبانی، تاریخ فقہ اسلامی کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ قواعد فقہیہ اور اس سے ملتے جلتے موضوعات، الفروق، ضابطہ، اصول اور کلیہ پر سب سے پہلے حنفی فقہا نے تحقیق اور تدوین پر بھرپور توجہ دی، اس سلسلے میں جس فقیہ کی تحریروں میں اس موضوع پر باقاعدہ مباحث ملتے ہیں ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد بن الحسن الشیبانی ہیں ان کی کتب مثلاً 'الجامع الکبیر'، کتاب الاصل اور کتاب 'الحجة علی اہل المدینہ' میں جا بجا ایسی بحثیں موجود ہیں جن سے قواعد فقہیہ کو منظم کرنے میں بڑی مدد ملی۔ امام محمد کی ان تاریخ ساز فقہی بحثوں کا اثر تھا کہ حنفی فقہ کے طبقہ متقدمین نے قواعد فقہیہ کے علم کو باقاعدہ ایک شکل دے دی۔ حنفی فقہا ہی سے یہ علم دوسرے فقہی مکاتب میں منتقل ہوا اور انہوں نے اپنے اجتہاد کے مطابق اس کو ڈھال لیا شروع میں ان قواعد کے لئے اصول کا لفظ اختیار کیا گیا تھا۔

امام ابوالحسن کرخی: (متوفی ۳۴۰ھ) آپ نے قواعد فقہیہ پر سب سے پہلے باقاعدہ رسالہ اصول کرخی ترتیب دیا۔ اصول کرخی

کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں قواعد ضوابط، اصول اور کلیات سب شامل ہیں، اس رسالے میں ۳۹ قواعد فقہیہ و اصولیہ شامل ہیں۔

امام ابو زید عبید اللہ بن عمر الدبوسی (متوفی ۴۳۰ھ) امام ابو الحسن کرخی کے بعد اس فن میں سب سے اہم کام ابو زید دبوسی کا ہے جو اپنے زمانے کے نہایت نامور حنفی فقیہ تھے، آپ نے اس موضوع پر کتاب 'تاسیس النظر' مرتب کی اس کتاب میں قواعد فقہیہ کے ساتھ ساتھ مختلف فقہی ابواب کے تحت مسائل منضبط کرنے والے بعض اہم ضوابط بھی اس کتاب میں درج کیے ہیں۔

امام ابو حفص عمر بن محمد النسفی (متوفی ۵۳۷ھ) آپ نے امام کرخی کے رسالہ اصول کرخی کی شرح تحریر کی انہوں نے ہر قاعدہ کے تحت ایک یا چند صورتوں میں ایک سے زائد مثالیں دے کر ان اصول کی افادیت بڑھادی۔

علامہ زین العابدین ابراہیم ابن نجیم المصری (متوفی ۹۷۰ھ) آپ نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں قواعد کلیہ، فروق الاشباہ النظائر وغیرہ سے ملتے جلتے علوم پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا اور ہر حصہ کو فن کا نام دیا ہے۔ علامہ محمد ابو سعید الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) اصول فقہ پر ایک کتاب 'مجامع الحقائق' تحریر کی جس کے آخری باب میں قواعد فقہیہ سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ایک سو چون قواعد فقہیہ درج ہیں پھر مولف نے بذات خود اس کی شرح 'منافع الدقائق فی شرح مجامع الحقائق' کے نام سے شائع کی۔

مجلۃ الاحکام العدلیۃ: اسے سلطنت عثمانیہ کی علماء کونسل نے مرتب کیا۔ قواعد فقہیہ کے فروغ میں مجلہ نے اہم کردار ادا کیا ہے اس میں ابن نجیم اور خادمی وغیرہ کے ہاں جو موتی بکھرے ہوئے تھے ان سب کو یکجا کر کے 99 قواعد کی صورت میں مرتب کیا۔ اس مجلہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بہت سے اہل علم نے اس کی شرحیں مرتب کیں جن میں خالد الاتاسی، علی حیدر، منیر القاضی، یوسف آصاف، سلیم بن رستم، باز لبنانی مکی کی شرحیں زیادہ مشہور ہیں۔

مفتی دمشق شیخ محمود حمزہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) آپ نے ایک جامع کتاب 'الفوائد البھیہ فی القواعد والفوائد الفقھیہ' کے نام سے مرتب کی اس کتاب میں بیان کردہ قواعد و ضوابط کی کل تعداد اڑھائی سو ہے، مفتی صاحب نے قواعد کے ساتھ ساتھ ۶۳۶ فوائد بھی ذکر کیے ہیں اس طرح قواعد و فوائد کی کل تعداد ۸۸۶ ہے، مصنف نے فائدہ کا لفظ قریب قریب ضابطہ کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

سرزمین تصوف برصغیر پاک و ہند کو یہ عزوشرف حاصل ہے کہ یہاں کی روحانی فضاؤں میں فقہ حنفی کا پودا شجر سایہ دار ہوا۔ جس کے فکروفن اور عقل و نقل کے فرحت بخش جھونکوں نے تشکک اور جمود کی پرخار وادی میں متلاشیان حق کے سرگرداں راہیوں کو سایہ عاطفت بخشا۔ علمی تشنہ لبیوں کو اس فقہ نے حقائق و معارف کے بحر بے کنار سے ایسا سیراب کیا کہ انہیں دیگر مذاہب کی طرف نگاہ اٹھانے سے بے نیاز کر دیا۔ اس مردم خیز خطے میں امام ابوحنیفہ کے حقیقی جانشین کا تاج فقیہ اسلام احمد رضا حنفی قادری کے سر کی زینت بنتا ہے۔ آپ نے فقہ حنفی کے فروغ و دفاع کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا قرار دیا۔ اس لیے آپ کی تحریرات میں رنگ نعمانی کی جولانیوں کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں ہیں۔ اس عظیم الشان شاہکار کے مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند کی طویل تاریخ میں یہ پہلا انفرادی فقہ حنفی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کا محور و مرکز دلائل و برہان، جامعیت، مقصدیت، بصیرت اور افادیت ہے۔ شاہ احمد رضا حنفی قادری نے چمنستان نعمان کی آبیاری کے لیے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اس کا اعتراف شرح صدر کے ساتھ فقہائے عرب و عجم نے کچھ اس طرح کیا ہے۔

مکہ مکرمہ کے فاضل جلیل حضرت سید اسمٰعیل بن سید خلیل نے فرمایا: واللہ اقول الحق و الحق اقول انہ لو راٰھا ابو حنیفۃ النعمان لاقرت عینہ و جعل مولفھا من جملۃ الاصحاب، "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس (فتاویٰ رضویہ) کو امام ابوحنیفہ ملاحظہ فرماتے تو آپ کی چشم ٹھنڈی ہوتی اور مولف اعلیٰ حضرت کو اپنے اصحاب (امام محمد و زفر) میں شامل کر لیتے"۔ (۱۰)

مسند نشین حنفیت شیخ الاسلام احمد رضا قادری کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی رقم طراز ہیں: یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ الخ، "فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر امام احمد رضا کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے، اس کی دلیل ان کا فتاویٰ ہے"۔ (۱۱)

مولانا محمد زکریا پشاوری نے حضرت محمد امیر شاہ جیلانی کو فتاویٰ رضویہ کا نسخہ پیش کرتے ہوئے فقہ حنفی کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ "اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتے تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی"۔ (۱۲)

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد صاحب نقشبندی عالم و خطیب جامع مسجد شیخ پوری دہلی فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے ان کو (امام احمد رضا) دین و شریعت کی حفاظت و بقا کے لئے جلوہ گر فرمایا انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام بخاری کی یادوں کو تازہ کر دیا"۔ (۱۳)

پروفیسر ڈاکٹر ابوذر واجدی (جامعہ کراچی) کہتے ہیں: "جب (امام احمد رضا) فقہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ شبیہ امام ابوحنیفہ دکھائی دیتے ہیں"۔ (۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان (جامعہ سندھ) رقم طراز ہیں "آپ (امام احمد رضا) کے زمانے میں ایسے ایسے نئے مسائل پیدا ہوئے جن پر امام اعظم ابوحنیفہ سے کوئی روایت موجود نہ تھی تو آپ نے اصول و فروع میں اتباع امام اعظم کے ساتھ ان تمام مسائل کا استخراج کیا"۔ (۱۵)

پروفیسر محمد ایوب قادری آپ کی فروغ حنفیت کی خدمات کا اعتراف یوں کرتے ہیں: "اگرچہ فاضل بریلوی تمام علوم متداولہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے مگر فقہ میں کوئی ان کا مدمقابل نہ تھا۔ ان کی فقہی جامعیت کا اندازہ ان کے فتاویٰ سے ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی نے حنفیت کی بڑے زور و شور سے تبلیغ و اشاعت کی"۔ (۱۶)

سراج الفقہا امام اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد و استدلال کی روشنی میں آپ کے تلامذہ رشید نے قواعد فقہیہ کو مدون کر کے انہیں باقاعدہ ایک منظم علم کے سانچے میں ڈھالا اور مفکر اسلام احمد رضا حنفی قادری نے تغیر زمان و مکان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے نئے پیچیدہ مسائل پر انہی قواعد کا اطلاق کر کے انسانی ضروریات کی تکمیل کا فریضہ سر انجام دیا۔ قواعد سے مسائل کا استخراج کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں لیکن آپ کو اس فن کے اطلاق اور مستثنیات پر کامل ملکہ حاصل تھا اس ملکہ کی حقانیت کا اظہار صاحبزادہ وجاہت رسول قادری یوں کرتے ہیں:

"(شیخ احمد رضا حنفی قادری کی) شان اجتہاد ایسی کہ ہر مسئلے میں پہلے اصول دیتے ہیں۔ کلیہ پیش کرتے ہیں، اصول کے تحت جزئیات پیش کرتے ہیں اور اس بات سے پوری طرح واقف ہیں کون کون سی جزئیات کن کن اصولوں کے تحت ہیں۔ (۱۷)

علامہ محمد احمد مصباحی (انڈیا) اسی حقیقت کی شہادت اس طرح دیتے ہیں: "امام احمد رضا قدس سرہ کبھی بہت سے جزئیات کی روشنی میں کوئی ضابطہ اور عام قاعدہ وضع کرتے ہیں اور کبھی مقررہ اصول و قواعد پر تنبیہ کرتے اور کبھی نصوص کی روشنی میں قواعد وضع کرتے ہیں، ان سب کے شواہد ان کے فتاویٰ میں کثرت سے ملیں گے"۔ (۱۸)

فقہ حنفی کے اساسی قواعد کے چند شواہد فتاویٰ رضویہ سے ملاحظہ ہوں:

قاعدہ: الاصل فی الاشیاء الاباحۃ۔

جو شخص ضروریات دین مذکورہ (علم دین، فقہ، حدیث، تفسیر، اور عربی زبان) سے فراغ پا کر اقلیدس حساب، مساحت، جغرافیہ وغیرہ وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے۔ (۱۹)

قاعدہ: من ابتلی ببلیتین اختار اھو نھما۔

ذریعۂ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا اب اگر نہ لے تو یہ اس کے اہل وعیال سب فاقے مریں اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لیے تو اس کے لئے صریح جھوٹ کی اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں، حدیث سے ثابت ہے اور فقہ کا قاعدہ مقررہ بلکہ عقل ونقل کا ضابطہ کلیہ ہے کہ "من ابتلی ببلیتین اختار اھو نھما" جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو تو ان میں جو آسان ہو اسے اختیار کرے۔ (۲۰)

قاعدہ: (الف) العادۃ محکمۃ (ب) الثابت بالعرف کالثابت بالنص (جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت کے مثل ہے) (ج) التعین بالعرف کالتعین بالنص، (عرف کی تعیین کی حیثیت وہی ہے جو نص کی تعیین کی ہے)

سوال: تخصیص حلوہ شب برات کی تخصیص کیا ہے؟

جواب: یہ تخصیص عرفی ہے لازمی شرعی نہیں، ہاں اگر کوئی جاہل اسے شرعاً لازم جانے کہ ثواب نہیں پہنچے گا تو وہ خطا پر ہے۔ واللہ اعلم (۲۱)

قاعدہ: لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ۔

قاعدہ: المنکر لایزال بمنکر۔

عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاذ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم ﷺ ہے۔ ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ، مگر اس نہ ماننے میں گستاخی اور بے ادبی سے پیش نہ آئے "فان المنکر لایزال بمنکر" (۲۲)

قاعدہ: العادۃ محکمۃ، (عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق کیا جائے گا)

نوشہ کو پالکی میں سوار کرنا مباح وجائز ہے۔ لانہ من الرسوم العادیۃ التی لا مغمز منھا من الشرع، اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے سب کھیل جائز ہیں جبکہ اپنی یا دوسرے کی مضرت کا اندیشہ نہ ہو اور ان سے مقصود کوئی غرض محمود جیسے فن سپاہ گری کی مہارت ہو نہ کہ مجرد لعب ولہو۔ (۲۳)

قاعدہ: الاصل الطھارۃ۔ (اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے)

قاعدہ: الیقین لایزول بالشک۔

اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس میں کوئی ناپاک یا حرام چیز ملی ہو اس لیے محض شبہ پر نجس وناجائز نہیں کہہ سکتے۔

قاعدہ: طاعت وعبادت پر اجرت لینی حرام ہے۔

زید (میلادخواں) نے جو اپنی مجلس خوانی خصوصاً مانگ سے پڑھنے کی اجرت مقرر رکھی ہے، ناجائز وحرام ہے اس کا لینا اسے ہرگز جائز نہیں اس کا کھانا صراحتاً حرام کھانا ہے، اس پر واجب ہے کہ جن جن سے فیس لی ہے یاد کر کے سب کو واپس دے وہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو پھیرے پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں پر تصدق کرے آئندہ اس حرام خوری سے توبہ کرے تو گناہ سے پاک ہو اول تو سید عالم ﷺ کا ذکر پاک خود عمدہ طاعات واجل عبادات سے ہے اور طاعت وعبادت پر فیس لینی حرام مبسوط پھر عالمگیری میں ہے: "لا یجوز الاستیجار علی الطاعات کالتذکیر ولا یجب الاجر. (۲۵)

قاعدہ: المعروف کالمشروط.

سوال: اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کی دعوت کرے تو چند آدمیوں کو لے کر اس شخص کا دعوت میں جانا اور ان لوگوں کو بھی مجبور کر کے دعوت کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ لوگ بلا دعوت ہیں۔

جواب: بلادعوت میں جانے اسے صحیح حدیث میں فرمایا: دخل سارقا و خرج مغیرا۔ چور بن کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا خصوصاً دعوت عام نہ ہو تو معہود ومعروف سے زائد لے جانا سخت ناجائز ہے۔ مثلاً "جو لوگ عادی ہیں کہ بے آدمی کے ساتھ لئے ہوئے کہیں نہیں جاتے ان کی دعوت کریگا، آپ جانے گا کہ ساتھ آدمی ہوگا، المعروف کالمشروط. (۲۶)

قاعدہ: ما حرم اخذہ حرم اعطاوہ.

سوال: شراب افیون یا ہر وہ چیز جو شرعاً حرام یا ناپاک ہو، اس کا کسی مرض میں خارجاً خارجاً استعمال کرنا کیسا ہے، اسی طرح بچوں کو تیندلانے یا رونے سے روکنے کی غرض سے دوا میں قدرے افیون کا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شراب حرام بھی اور نجس بھی اس کا خارج بدن پر بھی لگانا جائز نہیں، اور افیون حرام ہے نجس نہیں، خارج بدن پر اس کا استعمال جائز ہے بچے کو سلانے یا رونے سے باز رکھنے کے لئے افیون دینا حرام ہے۔ اور اس کا گناہ اس دینے والے پر ہے بچہ پر نہیں، "ماحرم اخذہ حرم اعطاوہ". (۲۷)

قاعدہ: درء المفاسد اھم من جلب المصالح.

قاعدہ: الیقین لا یزول بالشک. (یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوگا)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا باپ علوم دینیہ پڑھنے سے زید کو روکتا ہے، کیا زید بلا رضامندی اپنے باپ کے طلب علم دین کے واسطے اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے شہر میں جا کر علم دین پڑھے اور حال یہ ہے کہ اس کے وطن میں کوئی مولوی حافظ موجود نہیں۔ جواب بحوالہ کتب مسطور فرمایا جائے۔

جواب: طلب علم دین اپنی حاجت کے قدر فرض عین اور اس سے زائد فرض کفایہ ہے اس کے باپ کا اس سے روکنا خلاف حکم خدا ہے اور خلاف حکم خدا میں کسی کی اطاعت نہیں، قال ﷺ لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ، فتاوی قاضی خان میں ہے: "لو خرج الی طلب العلم بغیر اذن والدیہ فلا باس بہ ولم یکن ھذا عقوقا، ہاں اگر باپ محتاج ہے اور اگر یہ باہر جائے تو وہ ضائع رہ جائے کوئی ذریعہ قوت نہ اس کے پاس نہ یہ بھیج سکے تو اسکا روکنا بجا ہے۔۔۔اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ اگر وہاں جانے میں اندیشہ فتنہ یقینی ہے یعنی ایسا ظن غالب کہ تحقیات میں ملتحق بہ یقین ہے تو بلاشبہ باپ روک سکتا ہے بلکہ روکنا لازم ہے، فان درء المفاسد اھم من جلب المصالح، اور اگر محض وہم ہے تو معتبر نہیں ہے اور اگر متوسط حالت ہے تو علم ضروری سے نہیں روک سکتا اور زائد میں نظر مختلف ہے اور معیار موازنہ مفسدہ ومصلحت ہے۔ (۲۸)

قاعدہ:ما حرم فعله حرم التفريج عليه.

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید خود بھی تخت، علم، تعزیہ وغیرہ دیکھنا جائز رکھتا ہے اور مستورات کو بھی اس قسم کے ہنگاموں میں جانے سے منع نہیں کرتا بلکہ بچوں کو بھی خواہ بنظر ثواب بخیال تماشا اپنے ساتھ لے جاکر دکھاتا ہے؟

جواب: تخت، علم، تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام، لان ما حرم فعله حرم التفريج عليه، اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے، کما فی الاشباہ وغیرہا۔(۲۹)

قاعدہ:لا خير في الاسراف و لا اسراف في الخير.

سوال: میلاد شریف میں جھاڑ، فانوس، فروش وغیرہ سے زیب وزینت اسراف ہے یا نہیں؟

جواب: علماء فرماتے ہیں، لا خير في الاسراف و لا اسراف في الخير، جس شیء سے تعظیم ذکر شریف مقصود ہو ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔ امام غزالی نے احیاء العلوم شریف میں سید ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندہ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں، ایک شخص ظاہر بیں پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔ بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لیجا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیر خدا کے لئے روشن کی بجھا دیجئے کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوئی۔(۳۰)

سفارشات:

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں ان قواعد سے بھرپور استفادہ کے لئے چند سفارشات درج ذیل ہیں۔

(۱) ان قواعد اوران کی شرح کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کیا جائے۔

(۲) پاکستان کی جامعات کے نصاب اصول فقہ میں ان قواعد فقہیہ کو شامل کیا جائے۔

(۳) فتاوی رضویہ کی اس خصوصی جہت پر پی، ایچ، ڈی کرانے کے لئے علماء واسکالرز کو ترغیب دی جائے۔

(۴) مدارس میں فتاوی نویسی کے طلبا کو خاص طور پر ان قواعد کے اطلاق اور مستثنیات کی مشق پر خاص توجہ دی جائے۔

(۵) برطانوی اور امریکی اصول وقوانین سے ان قواعد کا تقابل کیا جائے اور عدالتوں میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔

(۶) لاکالج کے نصاب "ایل، ایل، بی اور ایل، ایل، ایم" میں فقہ حنفی کے قواعد پر مشتمل فتاوی رضویہ کے اس حصہ کو شامل کیا جائے۔

(۷) عصر حاضر کے تناظر میں فقہی اور عدالتی ضروریات کے پیش نظر فتاوی رضویہ سے ان قواعد کی تخریج اور فقیہہ اسلام اس موضوع پر اپنی تحقیق پر مشتمل رسالہ 'جلی النص فی اماکن الرخص' کو یکجا کر کے ایک مستند مجموعہ قواعد تیار کیا جائے۔

(۸) پاکستانی وکلاء جو بے خبری میں بروم ز لیگل میگزمز (Brooms Legal Maxims) کا حوالہ عدالتوں میں دیتے ہیں ان کی رہنمائی اور توجہ کے لیے فتاوی رضویہ کے اس خصوصی پہلو کے مطالعہ کی ترغیب کے لئے سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔

مآخذ ومراجع

(۱) البقرہ(۲)۱۲۷ النمل۔۱۹۔۲۶

(۳) ابن خطیب: مختصر قواعد العلائی۔
(۴) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن احمد المقری: القواعد ص ۱۰۷ مکۃ المکرمہ۔
(۵) فضل احمد پروفیسر ڈاکٹر: تاریخ واصول فقہ ص ۳۵ مطبوعہ کراچی۔
(۶) ابن نجیم المصری الحنفی: الاشباہ والنظائر، بحوالہ فقہ اسلام ص ۳۳۳ مطبوعہ کراچی۔
(۷) شہاب الدین القرافی مالکی: انوار البروق فی انوار الفروق بحوالہ فقہ اسلام ص ۳۳۲ مطبوعہ کراچی۔
(۸) محمود احمد غازی ڈاکٹر: قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء ص ۲۳ مطبوعہ اسلام آباد۔
(۹) حسن احمد الخطیب المصری: فقہ الاسلام ص ۳۸۱ مطبوعہ کراچی۔
(۱۰) معارف رضا ۲۰۰۲ء ص ۱۰۷ مطبوعہ کراچی۔
(۱۱) عبدالحی لکھنوی: نزہۃ الخواطر جلد ہشتم ص ۴۱۔
(۱۲) معارف رضا: ۲۰۰۳ء ص ۱۰۹ مطبوعہ کراچی۔
(۱۳) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۴ء مطبوعہ کراچی۔
(۱۴) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۴ء مطبوعہ کراچی۔
(۱۵) معارف رضا ۱۹۹۴ء ص ۹۱ مطبوعہ کراچی۔
(۱۶) انوار رضا ص ۶۸۲ مطبوعہ لاہور۔
(۱۷) معارف رضا ۱۹۹۲ء ص ۵۵ مطبوعہ کراچی۔
(۱۸) معارف رضا ۱۹۹۳ء ص ۷۶ مطبوعہ کراچی۔
(۱۹) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۱۰۸ مطبوعہ کراچی۔
(۲۰) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۱۷۸ مطبوعہ کراچی۔
(۲۱) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۱۰۹ مطبوعہ کراچی۔
(۲۲) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۶۸ مطبوعہ کراچی۔
(۲۳) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۷۷ مطبوعہ کراچی۔
(۲۴) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۷۹ مطبوعہ کراچی۔
(۲۵) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۹۵ مطبوعہ کراچی۔
(۲۶) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۳۸۰ مطبوعہ کراچی۔
(۲۷) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۳۹۷ مطبوعہ کراچی۔
(۲۸) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۱۳۲ مطبوعہ کراچی۔
(۲۹) امام احمد رضا قادری حنفی فتاوی رضویہ جلد دہم ص ۲۹۹ مطبوعہ کراچی۔
(۳۰) انوار رضا ص ۱۲۸ مطبوعہ لاہور۔

اسلامی اخلاقی قدروں کی آبیاری میں

امام احمد رضا کا حصہ

(فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں)

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد!

بیشک اللہ تعالیٰ کے یہاں اسلام ہی دین ہے، اس کے سوا جتنے مذاہب وادیان ہیں یا تو منسوخ ہو چکے یا از خود باطل ومردود ہیں۔ اسلام ہی ایسا عظیم مذہب ہے جس کی تعلیمات حیات انسانی کے ہر موڑ پر کام آتی ہیں، یہ مکمل دستور حیات ہے اور ہر انسان کے لئے مہد سے لحد تک جملہ امور کا احاطہ کرتا ہے۔ سب کو طرز زندگی سکھاتا اور آپس کے میل ملاپ، مروت واخوت، رہن سہن، نشست و برخاست اور گفت وشنید کے آداب کی تعلیم دیتا ہے۔

اسلام نے انسان کی اخلاقی قدروں کی تعلیم میں وہ نمایاں کردار ادا کیا کہ دوسرے مذاہب جس کی مثال نہیں پیش کر سکے۔ اسلام مظلوم انسانیت کی دست گیری اور رہبری کرتا ہے اور ظالم کو اس کے کیفر کردار تک پہونچانے کی تدابیر بروئے کار لانے کی سعی بلیغ فرماتا ہے۔

اسلامی نظام حیات انسان کے اندر خوف خدا، خلق خدا کی خیر خواہی اور بھلائی کے جملہ افکار وجذبات کی ترجمانی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ ماں باپ اور اولاد، شوہر اور بیوی، بھائی اور بہن، آقا اور غلام، ہمسایہ اور دوست، استاد اور شاگرد، امام و مقتدی، حاکم ومحکوم، سلطان ورعایا اور چھوٹوں بڑوں کے درمیان جو رشتہ قائم ہے اس کی رعایت وپاسداری کی تعلیم نہایت منصفانہ طور پر اسلام ہی نے دی ہے۔ ہر شخص کو اس کے مقام سے روشناس کرانا اور اپنے اپنے فرائض منصبی کی تکمیل کے لئے برانگیختہ کرنا اسلامی تعلیمات کا وہ روشن باب ہے جس سے ہر دور میں منصف مزاج اغیار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو وہ اصول سکھائے جن کی اخلاقی برتری سے بڑے بڑے شقی القلب بھی موم کی طرح پگھل گئے اور انہوں نے شجر اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں پناہ لے کر اپنے جسم وجان اور قلب وجگر کی راحت کا سامان فراہم کیا۔

اسلام دین فطرت ہے، یہ انسانی فطرت وطبیعت کو کچلنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ ان کی تطہیر واصلاح اسلام کا عظیم مقصد ہے۔ چونکہ انسان ایک بڑی قوت کا مالک ہے اور ساری مخلوق کو اس کا تابع اور مطیع بنا دیا گیا ہے، اس لحاظ سے انسان میں خودی، عجب وخود پسندی اور کبر ونخوت کا آجانا فطری بات ہے، لیکن اسلام نے ایسے مواقع پر انسان کو متنبہ کیا اور خواب غفلت سے جگایا کہ ساری طاقتیں اور

قوتیں تیری اپنی نہیں بلکہ سب عطائی ہیں اور تیرے اوپر بھی کوئی حاکم ہے، لہذا تیرے شایان شان یہ ہے کہ تو عاجزی وانکساری اور تواضع کا مظاہرہ کرے، اس سے تیرا مقام بلند ہوگا اور تجھے ترقی کے منازل سے ہم کنار ہونے کا موقع مل سکے گا۔ اس لئے اپنے آقا و مولیٰ کی شکر گذاری اور اس کی بارگاہ میں عاجزی اور سجدہ ریزی کو اپنا شعار بنا، اسی میں تیری صلاح وفلاح اور کامیابی مضمر ہے۔

چونکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے لہذا اسلام نے سب سے پہلے جس خلق حسن کی تعلیم دی وہ اسی ظلم عظیم سے کنارہ کشی اور چھٹکارا حاصل کرنے کی دعوت تھی اور اسلام کی اخلاقی قدروں میں سب سے اہم مقام اسی کو حاصل ہے، باقی اخلاق وآداب بعد میں سکھائے جاتے ہیں پہلے اپنے خالق ومالک کی حق شناسی اور شکر گذاری ضروری ہے، ورنہ انسان کفر وکفران کی وادیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور جو اپنے خالق کا شکر گذار نہ بنا تو پھر دنیا میں وہ کسی دوسرے کا حق شناس اور احسان مند ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اسلام نے انسان سے جہاں ظاہری گندگیاں دور کیں اور صاف ستھرا کیا وہیں باطنی آلائشوں سے بھی پاک کیا اور روحانی بالیدگی کے وہ تمام اصول سکھائے جس سے خدا پرستی کے تمام تقاضے پورے ہوتے ہیں اور انسان حقیقی معنی میں انسانیت کی اعلیٰ منزل پر فائز ہوجاتا ہے۔

کبر ونخوت، بغض وحسد، ریا وتفاخر، فریب ودھوکہ، بد عہدی ووعدہ خلافی، جھوٹ اور غیبت، ظلم وتشدد، عجب وخود پسندی، بدگمانی وتہمت، بے حیائی وفحش گوئی اور اس طرح کے بے شمار عیوب کو اسلام نے یکسر مٹانے کے اصول سمجھائے اور ان کے ترک کی عملی دعوت دی۔ اور ان کے بجائے عاجزی وانکساری، میل ملاپ، محبت واخوت، عفو ودرگذر، پابندی عہد وایفائے وعد، صدق وصفا، عدل وانصاف، صفائی قلب وحفاظت لسان، دیانت داری وتقویٰ شعاری جیسے اخلاق حسنہ کی تعلیم دے کر انسان کے ظاہر وباطن کو سنوارا۔

عصر حاضر میں اسلام ومسلمین سے دشمنی اور عداوت کی تند وتیز آندھیاں چل رہی ہیں اور ایسا طوفان برپا ہے کہ الاماں والحفیظ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ تو اغیار اور دشمنان دین نے غلط پروپگنڈ کر کے اسلام کی اصل روح کو مجروح کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر رکھے ہیں۔ دوسری طرف اسلامی ممالک کہلانے والے اپنے یہاں اسلامی اقدار کو اس طرح پامال کر رہے ہیں جیسے اسلام کوئی فرسودہ دین اور ناقابل عمل مذہب ہوگیا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نیز مسلمانوں کی مذہب سے آزادی اور مغربی تہذیب سے دلچسپی اس پر مستزاد ہے۔ کتنا پر آشوب دور ہے کہ آج مسلمان کہلانے والے اپنے رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کے ارشادات کو فراموش کر چکے ہیں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نورانی سیرت طیبہ کو چھوڑ کر دشمنان اسلام کی روش کو اپنانا اور اپنی ظاہری صورت اور کردار وعمل کو اسلامی طرز کے مخالف بنالینا اپنے مصائب وآلام میں خود اضافہ کرنا بلکہ ذلت مول لینے کے مترادف ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شخص کو محافظ ونگہبان فرمایا تھا اور آگاہ کیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ یعنی ہر شخص اس بات کا مکلف ہے کہ اسلامی اقدار پر عمل پیرا ہو۔ دوسروں کے غیر اسلامی طرز عمل کو دلیل بنا کر اپنے لئے جواز کا راستہ نہ نکالے بلکہ اسلامی اخلاق وآداب پر عمل پیرا ہونا ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ علمائے کرام اور حکمائے اسلام نے دین اسلام کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کے تعلق سے قرآن کریم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی تشریح کے طور پر بہت کچھ لکھا تھا لیکن آج قوم مسلم اس کو طاق نسیاں بنا کر اپنے طبعی رجحانات کے ہنگاموں میں گم کر چکی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز گذشتہ صدی کی نابغۂ روزگار ہستی، عظیم مصلح اور مبلغ اسلام تھے۔ آپ نے اسلام کی روح سے قلوب مسلمین کو حیات بخشی، تجدید واحیائے دین کا فریضہ انجام دیا، غلط رسوم وعادات کو مٹانے کی سعی بلیغ فرمائی اور اہل اسلام کو ان کے وہ اسلامی اخلاق وآداب سکھائے جو ان کے لئے سرمایہ حیات تھے، اور جن کے ذریعہ وہ دنیا کی سب سے

بڑی مہذب قوم شمار کیے جاتے تھے۔

امام احمد رضا جب مجدد اعظم اور مصلح امت تھے تو پھر وہ امت کی خیر خواہی کے درپے اور خواہاں کیوں نہ ہوتے۔ ان کے رشحات قلم سیکڑوں موضوعات سے متعلق ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف عناوین پر جدید انداز میں کام ہو رہا ہے جس کے صلہ میں ریسرچ اسکالرز ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔

امام احمد رضا نے اخلاقیات پر بہت کچھ لکھا ہے، ان سب کا احاطہ اس مختصر مضمون میں دشوار ہے۔ یہاں چند امور کا تذکرہ مقصود ہے۔ تفصیل کے لئے ان کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔

ایک انسان بحیثیت انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی توحید کا اقرار کرے اور دل سے تصدیق کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت دے۔ پھر اس کے رسول خاتم النبیین کی رسالت کی گواہی دے اور جملہ ضروریات دین کو ماننے کے ساتھ ارکان اسلام کی بجا آوری میں کسی طرح کی کوتاہی سے کام نہ لے۔ ان اولین امور کی انجام دہی کے بعد جو کام بھی اسے انجام دینا ہے اس میں رضائے خالق اور مدارات خلق کی رعایت خاص طور پر ملحوظ رکھے۔ اس سلسلہ میں امام احمد رضا قدس سرہ کے کلام بلاغت نظام کی جھلک ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں:

مدارات خلق:

یہ بھی اس وقت تک ہے جب اس احتیاط و ورع میں کسی امر اہم و آکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی، یہ اس کے مال و طعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے لایا، کیوں پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے، کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں، اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے، خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو، جیسے عالم دین، یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم، تو اس نے اور بے جا کیا۔ ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترک ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کر لوں گا، حاشا وکلا اگر اسے خبر پہونچی اور نہ پہونچنا تعجب ہے کہ آج کل بہت لوگ پرچہ نویس ہیں، تو اس میں تنہا بر رو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے۔ کما ھو مجرب معلوم

نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا "ہیہات" احبا کو رنج دینا کب روا ہے۔ اور یہ گمان کہ شاید ایذا نہ پائے، ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے، اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اس کے مال و طعام کی حلت و طہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ معہذا اگر ایذا نہ بھی ہوئی اور اسنے براہ بے تکلفی بتا دیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز۔ غرض ایسے مقامات میں ورع و احتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں، یا تو اس طور پر بچ جائے کہ اسے اجتناب و دامن کشی پر اطلاع نہ ہو، یا سوال و تحقیق کرے تو ان امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کا جوتا پہنے ہے، وضو کر کے اس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے، دریافت کرے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ یا کوئی فاسق بے باک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت و بے حیائی کو پہونچا ہوا ہو کہ نہ بتا دینے میں باک ہو، نہ دریافت سے صدمہ گذرے، نہ اس سے کوئی فتنہ متوقع ہو، نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری تو عند التحقیق اس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں۔ ورنہ ہرگز بنام ورع و احتیاط مسلمانوں کی نفرت و وحشت، یا ان کی رسوائی و فضیحت، یا تجسس عیوب و معصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں، اور شکوک و شبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں۔ عجب کہ امر جائز سے بچنے کیلئے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے، یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ

ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کر دیا، اے عزیز! مدارات خلق والفت ومؤانست اہم امور سے ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(درمنثور/امام سیوطی، ۲۰۹/۳)

پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض وترک محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے۔ اور اتیان مستحب وترک غیر اولیٰ پر مدارات خلق ومراعات قلوب کو اہم جانے، اور فتنہ ونفرت وایذا وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو ان میں ترفع وتنزہ کے لئے خلاف وجدائی نہ کرے کہ سب امور ائتلاف ومؤانست کے معارض اور مراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار وگوش دار کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمت جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک واہل تکشف غافل وجاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ خبر دار وحکم گیر! یہ چند سطروں میں علم غزیر۔ وباللہ التوفیق والیہ المصیر۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵۲۸/۴)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ملت اسلامیہ کا وہ طرۂ امتیاز ہے جس کی بدولت یہ امت خیر الامم کے خطاب سے نوازی گئی، ہر دور میں اساطین اسلام اس پر کاربند رہے اور شجر اسلام کی آبیاری فرماتے رہے جس کا نتیجہ اور ثمرہ آج ظاہر وعیاں ہے۔ لیکن امر ونہی کے لئے حالات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہیں کہ جب چاہا اور جس جگہ چاہا خواہی نخواہی جبر واکراہ سے کام لینا شروع کر دیا۔ امام احمد رضا اس کی تلقین یوں فرماتے ہیں:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضرور بنصوص قاطعہ قرآنیہ اہم فرائض دینیہ سے ہے، اور بحال وجوب اس کا تارک آثم وعاصی اور ان نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحق عذاب دنیوی واخروی۔ مگر یہ امر ونہی نہ ہر شخص پر فرض، نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں۔ بلکہ بعض صور میں شرع ہی اسے ترک کی ترغیب دے گی، جیسے جب کہ اس سے کوئی فتنہ اشد پیدا ہوتا ہو، یوں ہی اگر جانے کہ بے سود ہے کارگر نہ ہوگا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصاً جب کہ کوئی امر اہم اصلاح پارہا ہو۔ مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جھکے، یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں، اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑ دیں گے۔ وہ رغبت نماز وتعلیم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسر انہیں ہدایت باقی کے لئے انتظار وقت وحالت ترک نہی نہیں بلکہ اس کی تدبیر ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۱۵/۹

تشبہ کی صورتیں:

تشبہ کے باب میں عموماً لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں، جب کہ عام مسلمانوں کی غفلت کا عالم یہ ہے کہ عموماً فیشن کے دلدادہ جائز وناجائز سے کوئی سروکار نہیں رکھتے بس جو جدید طریقہ نظر آیا اس کی طرف تیزی سے لپکے اور اس کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ امام احمد رضا نے ایسی چیزوں کا تجزیہ کیا اور اس سلسلہ میں قول فیصل یوں بیان فرمایا:

تشابہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی

التزامی یہ کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز ووضع خاص کو اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے، ان سے مشابہت

حاصل کرے۔ حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے۔

لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی۔

اول: تو یہ کہ اس قوم کو محبوب و مرضی جان کر ان سے مشابہت پسند کرے، یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت، اور کفار کے ساتھ ہو معاذ اللہ کفر۔

دوم: کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے، وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا، اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت بوقت ضرورت یہ تشبہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں رومیوں کا لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا۔ اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جب کہ تمام کفار یورپ نے تحت شورش مچائی تھی، دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور آتش تعصب کو بجھا دیا۔

سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے، نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے، بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے، یا یوں ہی بطور ہزل و استہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام و ممنوع ہونے میں شک نہیں۔ اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے قشقہ لگانا، چٹیا، تو علما نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا۔ اور فی الواقع صورت استہزا میں حکم کفر ظاہر ہے۔

اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جب کہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں، جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، الٹا پردہ، کہ اگر چہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ لہذا علما نے فساق کی وضع کے کپڑے موزے پہننے سے ممانعت فرمائی۔ مگر اس کے تحقق کو اس زمان و مکان میں ان کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل۔

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو، یا وہ شی ان بدمذہبوں کا شعار خاص چھوت چھات یا فی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز ہرگز کوئی ممانعت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۹۲)

اسلام نے چھوت چھات کے مسئلہ کا بھی قلع قمع کیا اور مساوات کا درس دیا۔ امیر و غریب کو ایک صف میں لا کھڑا کیا حتیٰ کہ عربی و عجمی کے درمیان فرق کو بھی مٹا دیا۔ امام احمد رضا نے اس رسم کو مذموم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

عوام ہندوستان نے چھوت کا مسئلہ کفار ہنود سے سیکھا ہے، دھوبی ہر قسم کے کپڑے طاہر و نجس سب کچھ دھوتے ہیں اس لئے ہندو چھوت مانتے ہیں، جاہل مسلمان بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو دھوبی یا کوئی قوم طہارت کا لحاظ نہ رکھے اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے اور نہ کیا جائے تو کچھ گناہ نہیں جب تک کسی خاص کھانے کی نجاست تحقیق نہ ہو۔ اسی بنا پر ہنود کے یہاں کا کھانا پینا سوائے گوشت کے جائز رکھا گیا ہے اگر چہ بہتر بچنا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۲۲۳)

حقوق عباد:

اسلام نے حقوق عباد کی تعلیم اس انداز سے دی کہ اگر لوگ ان کی ادائیگی میں کوتاہ دستی سے کام نہ لیں بلکہ اس پر پورے طور سے عامل ہو جائیں تو پھر آپسی شکر رنجیاں اور اختلاف و انتشار کی جڑیں یکسر کٹ جائیں۔ صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ اخوت و مروت اور بھائی چارگی کا ماحول پیدا ہو اور ہر انسان اطمینان کا سانس لے کر اپنے کاروان حیات کو رواں دواں رکھ سکے۔ استاذ، ماں باپ، اولاد، رشتہ دار، عزیز و اقارب اور عامۃ المسلمین کے حقوق امام احمد رضا قدس سرہ نے شرح و بسط سے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ

ہیں:

حق العبد ہر وہ مطالبہ مالی ہے کہ شرعاً اس کے ذمہ کسی کے لئے ثابت ہو، اور ہر وہ نقصان و آزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول، فعل، ترک سے کسی کے دین، آبرو، جان، جسم، مال، یا صرف قلب کو پہونچایا جائے تو یہ دو قسمیں ہوئیں۔ اول کو دیون، ثانی کو مظالم، اور دونوں کو تبعات اور کبھی دین بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں قسم میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے۔ یعنی کہیں تو دین پایا جاتا ہے مظلمہ نہیں۔ جیسے خریدی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر، دیون کہ حقوق جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادا میں کی و تاخیر ناروا برتی، یہ حق العبد تو اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں۔ اور کہیں مظلمہ پایا جاتا ہے دین نہیں۔ جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہونچی۔ یہ سب حقوق العباد اور ظلم ہیں مگر کوئی دین واجب الاداء نہیں۔ اور کہیں دین و مظلمہ دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت، سود جوئے میں لیا۔ یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔

قسم اول میں تمام صور حقوق و مطالبۂ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دین، آبرو، جان، جسم، مال، قلب، میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں کو شامل۔ تو کیونکر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں۔ ہاں ان کا ضابطۂ کلیہ بتادیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانئے۔

پھر حق کسی قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔ حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون؟

و من یغفر الذنوب الا اللہ۔ کون گناہ بخشے اللہ کے سوا

الحمد للہ کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے۔ والکریم لا یاتی منہ الا الکرم۔ اور حقوق العباد میں بھی ملک دیان عز جلالہ نے اپنے دار العدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا۔ اگرچہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان و مال و حقوق سب کا مالک ہے اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق و عدل ہے کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ اگر وہ ہمارے خون و مال و عزت وغیرہا کو معصوم و محترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہونچاتا نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔ یوں ہی اب اس حرمت و عصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑ دے ہمیں کیا مجال عذر ہے مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت کہ ہمارے حقوق کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے، بے ہمارے بخشے معاف ہوجانے کی شکل نہ رکھی کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے اے مالک میرے میں اپنی داد کو نہ پہونچا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۴۸)

استاذ کے حقوق:

عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد پر یکساں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت میں نہ بیٹھے۔ اور چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔ آدمی کو چاہئے کہ ایسے استاذ کے حقوق واجب کا لحاظ رکھے، اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے، یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے، اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔ استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے، اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے۔ اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔ اپنے استاذ پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کے رشتوں سے ایک رسی کھول دی۔ استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہوا تو اس کے دروازے پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔ ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ مگر اس کے نہ ماننے میں

گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے، بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے، اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے، علما فرماتے ہیں: جس سے اس کے استاذ کو کسی طرح کی ایذا پہو نچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا۔ اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم دوبارہ ہو گیا، ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ فتاوی رضویہ قدیم ۶۸/۹

حیات میں ماں باپ کے حقوق:

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی: عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: شوہر کا۔ میں نے عرض کی: اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا اس کی ماں کا۔ مسند بزار، مستدرک حاکم

ایک شخص نے خدمت حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کی: پھر فرمایا: تیری ماں، عرض کی، پھر فرمایا: تیری ماں، عرض کی، پھر فرمایا: تیرا باپ۔ بخاری و مسلم

مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی وجہ خاص مانع تفضیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر۔ یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو۔ یا دونوں سفر سے آئے ہیں، پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے۔ وعلی ہذا القیاس۔

نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذ اللہ باپ کے درپے ایذا ہو۔ یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے۔ یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے۔ یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نہ ماں کی اطاعت نہ باپ کی۔ تو اسے ماں باپ میں کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت و نار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں۔ مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہو نچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے ہونے دے اور ہرگز نہ مانے۔ ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں ان کی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں۔ بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے۔ جس کی مثالیں ہم لکھ آئے۔ اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ فتاوی رضویہ قدیم ۲۰۹/۹

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو سکے۔ وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں، کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوتے ہیں تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوشش اس کے آرام کے لئے ان کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں لہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق ذکر فرمایا، کہ

ان اشکر لی ولوالدیک۔ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

حدیث میں ہے: ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا، میں ۶ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن میں سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اس کے حق سے ادا ہو گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: لعله ان یکون بطلقة واحدة۔ تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں ایک جھٹکے کا بدل ہو سکے۔ (معجم اوسط طبرانی)

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین فتاوی رضویہ قدیم ۹/۱۹۵

بعد انتقال ماں باپ کے حقوق:

۱۔ سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل و کفن و نماز و دفن ہے اور ان کاموں میں سنن و مستحبات کی رعایت جس سے ان کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

۲۔ ان کے لئے دعا و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

۳۔ صدقہ و خیرات و اعمال صالحات کا ثواب انہیں پہونچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنا بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب انہیں اور سب مسلمانوں کو بخش دینا، کہ ان سب کو ثواب پہونچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

۴۔ ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کے ادا میں امداد لینا۔

۵۔ ان پر کوئی فرض رہ گیا ہو تو بقدر قدرت اس کی ادا میں سعی بجا لانا، حج نہ کیا ہو تو خود ان کی طرف سے حج کرنا، یا حج بدل کرانا، زکوۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا، وعلی ہذا القیاس ہر طرح ان کی براءت ذمہ میں جد و جہد کرنا۔

۶۔ انہوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعاً اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے پر بار ہو، مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث۔ یا اجنبی محض کے لئے کر گئے تو شرعاً تہائی سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشی پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

۷۔ ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا۔ یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں انہیں ان کی قسم کا کیا خیال، نہیں بلکہ اس کا ویسا ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو۔ اور کچھ قسم پر ہی موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

۸۔ ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لئے جانا، وہاں یٰسین شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہونچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام و فاتحہ نہ گذرنا۔

۹۔ ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا۔

۱۰۔ ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا، ہمیشہ ان کا اعزاز و اکرام رکھنا۔

۱۱۔ کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انہیں برا نہ کہلوانا۔

۱۲۔ سب میں سخت تر و عام تر و مدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کر کے انہیں قبر میں رنج نہ پہونچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہونچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا رہتا ہے اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ

ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی انہیں رنج پہونچائے۔ اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے، گناہوں سے بچائے، ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور وسرور پہونچائے کہ وہ قادر اور ہم عاجز، وہ غنی ہم محتاج۔ و حسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۹۲/۹

اولاد کے حقوق:

سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل قوم سے نہ کرے کہ بری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔ دین دار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا، ماموں کی عادات وافعال کا بھی اثر پڑتا ہے۔ زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنما کر دے۔ جماع کی ابتدا بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔ زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔ مرد وزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا خدشہ ہے۔ جب پیدا ہو تو فوراً سیدھے کان میں اذان، بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔ چھوارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔ ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودہویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لئے ایک، اور پسر کے لئے دو کہ اس میں بچہ کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔ ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔ سر کے بال اتروائے، بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے، سر پر زعفران لگائے، نام رکھے، یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔ برا نام نہ رکھے کہ بدفال ہے۔ عبداللہ، عبدالرحمن، احمد، حامد، وغیرہا عبادت حمد کے نام۔ یا انبیاء اولیا، یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گذرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے، کہ موجب برکت ہے خصوصاً نام پاک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچے کے دنیا وآخرت میں کام آتی ہے۔ جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے، مجلس میں اس کے لئے جگہ چھوڑے، مارنے برا کہنے میں احتیاط رکھے، جو مانگے بروجہ مناسب دے، پیار میں چھوٹے لقب، بے قدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔ ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دو سال تک دودھ پلوائے۔ رذیل یا بدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔ بچہ کا نفقہ، اس کی حفاظت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جس میں حفاظت بھی داخل۔ اپنے حوائج وادائے واجبات شریعت سے جو کچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال واطفال کا جوان سے بچے وہ اوروں کو پہونچے، بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں لاتا ہے۔ اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کا تابع رکھے۔ جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انہیں دے ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انہیں کو کھلائے۔ خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے، انہیں پیار کرے، بدن سے لپٹائے، کندھے پر چڑھائے، ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے، ان کی دلجوئی دلداری، رعایت ومحافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔ نیا میوہ، نیا پھل پہلے انہیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں۔ تازے کو نیا مناسب ہے، کبھی کبھی حسب مقدور انہیں شیرینی وغیرہ کھانے پہننے کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعاً جائز ہے، دیتا رہے، بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچہ سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔ اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر ویکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔ سفر سے آئے تو ان کے لئے کچھ تحفہ ضرور لائے، بیمار ہوں تو علاج کرے حتی الامکان سخت ومودی علاج سے بچائے۔ زبان کھلتے ہی اللہ اللہ، پھر پورا کلمہ لا الہ الا اللہ، پھر پورا کلمہ

حلیہ سکھائے، جب تمیز آئے ادب سکھائے، کھانے پینے، ہنسنے بولنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، حیا لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ استاد اور دختر کو شوہر کی بھی اطاعت کے طرق و آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔ استاذ نیک صالح متقی صحیح العقیدہ سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل و اصحاب و اولیا و علما کی محبت و عظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت و زیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔ سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید کردے۔ علم دین خصوصاً وضو غسل نماز و روزہ کے مسائل، توکل قناعت، زہد و اخلاص، تواضع و امانت، صدق و عدل، حیا سلامت صدور لسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل۔ حرص و طمع، حب دنیا و حب جاہ، ریا و عجب، تکبر و خیانت، کذب و ظلم، فحش و غیبت، حسد و کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے، پڑھاتے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی، تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ کوسنا ان کے لئے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔ مارے تو منہ پر نہ مارے، اکثر اوقات تہدید و تخویف پر قانع رہے، کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔ زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی دے کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے، مگر زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یار بد مار بد سے بدتر ہے۔ نہ ہرگز ہرگز بہار دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ و غزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔ جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔ اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے، جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔ جب جوان ہو شادی کردے۔ شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت و صورت ملحوظ رکھے۔ اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ بلائے عقوق میں نہ پڑے۔ اسے میراث سے محروم نہ کرے، جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہونچنے کی غرض سے کل جائداد اور دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں، اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

یہ سات حق پسر و دختر سب کے ہیں بلکہ دو حق اخیر میں سب وارث شریک اور خاص پسر کے حقوق سے ہے کہ اسے لکھنا، تیرنا، سپہ گری سکھائے، سورۂ مائدہ کی تعلیم دے، اعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔ خاص دختر کے حقوق سے ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے بلکہ نعمت الٰہیہ جانے، اسے سینا پرونا کاتنا کھانا پکانا سکھائے۔ سورۂ نور کی تعلیم دے۔ لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمال فتنہ ہے۔ بیٹوں سے زیادہ دل جوئی و خاطر داری رکھے کہ ان کا دل بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ دینے میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے، جو چیز دے پہلے انہیں دے کر بیٹوں کو دے۔ نو برس کی عمر سے نہ اپنے پاس سلائے نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے، اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے، شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مطلق بندش کرے، گھر کو ان پر زندان کردے، بالا خانوں پر نہ رہنے دے، گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے کہ پیام رغبت کے ساتھ آئیں۔ جب کفو ملے نکاح میں دیر نہ کرے حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔ زنہار زنہار کسی فاسق فاجر خصوصاً بد مذہب کے نکاح میں نہ دے۔ یہ اسّی حق ہیں کہ اس اس وقت کی نظر میں احادیث مرفوعہ سے خیال میں آئے۔ فتاوی رضویہ قدیم ۹ ر ۴۷

صلۂ رحمی:

شیرینی یا کھانا فقراء کو کھلائیں تو تصدق ہے، اور اقارب کو تو صلۂ رحمی ہے اور احباب کو تو ضیافت۔ اور یہ تینوں باتیں موجب نزول رحمت و دفع بلاو مصیبت ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بیشک صدقہ اور صلہ رحمی دونوں سے اللہ تعالیٰ عمر بڑھاتا ہے اور بری موت کو دفع فرماتا ہے اور مکروہ و اندیشے کو دور کرتا ہے، مہمان اپنا رزق لے کر آتا ہے اور کھلانے والے کے گناہ لے کر جاتا ہے۔ جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور مال میں برکت ہو وہ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرے۔ جسے خوش آئے کہ اس کی عمر دراز ہو، رزق وسیع ہو، بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنے رحم کا صلہ کرے، قریبی رشتہ داروں سے سلوک مال کا بہت بڑھانے والا، آپس میں بہت محبت دلانے والا اور عمر زیادہ کرنے والا ہے۔ بیشک سب نیکیوں میں جلد تر ثواب ملنے والا صلہ رحم ہے، یہاں تک کہ گھر والے فاسق ہوتے ہیں اور ان کے مال ترقی کرتے ہیں، ان کے شمار بڑھتے ہیں جب آپس میں صلہ رحم کریں۔ کوئی گھر والے ایسے نہیں کہ آپس میں صلۂ رحم کریں پھر محتاج ہو جائیں۔ صلہ رحمی اور نیک خوئی اور ہمسائے سے نیک سلوک شہروں کو آباد اور عمروں کو زیادہ کرتے ہیں۔ (راد القحط والوباء، ۱۰)

میل جول:

جذام جیسے امراض کے بارے میں آج کے دور میں یہ عام خیال پایا جاتا ہے کہ یہ بیماری اڑ کر ایک دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ لہذا ان امراض میں مبتلا اشخاص سے لوگ دور بھاگتے ہیں یہاں تک کہ بھائی بہن اور والدین و اولاد کے درمیان جو رشتہ قائم ہے اس کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور قطع تعلق کر لیا جاتا ہے۔ یہ ایک اخلاقی جرم اور غیر اسلامی رسم ہے۔ اسلام نے اس رسم بد کو مٹایا اور صاف اعلان کیا کہ کوئی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔ البتہ اس وہم و خیال کے پیش نظر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو ان امراض میں مبتلا غیر متعلق اشخاص سے اختلاط کی ممانعت فرمائی کہ ان کے ایمان و اعتقاد کی حفاظت ہو۔ امام احمد رضا قدس سرہ اپنے کلام موجز میں یوں بیان فرماتے ہیں:

بالجملہ مذہب معتمد و صحیح و رجیح و نجیح یہ ہے کہ جذام، کھجلی، چیچک، طاعون وغیرہا اصلا کوئی بیماری ایک کی دوسرے کو ہرگز ہرگز اڑ کر نہیں لگتی۔ یہ محض اوہام بے اصل ہیں، کوئی وہم پکائے جائے تو کبھی اصل بھی ہو جاتا ہے کہ ارشاد ہوا "انا عند ظن عبدی بی" وہ اس دوسرے کی بیماری اسے نہ لگی بلکہ خود اس کی باطنی بیماری کہ وہم پرورده تھی صورت پکڑ کر ظاہر ہو گئی۔ فیض القدیر میں ہے:

بل الوهم وحده من اكبر اسباب الاصابة

اس لئے اور نیز کراہت و اذیت و خود بینی و تحقیر مجذوم سے بچنے کے واسطے اور اس دور اندیشی سے کہ مبادا اسے کچھ پیدا ہوا اور ابلیس لعین وسوسہ ڈالے کہ دیکھ بیماری اڑ کر لگ گئی اور معاذ اللہ اس امر کی حقانیت اس کے خطرہ میں گذرے گی جسے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باطل فرما چکے، یہ اس مرض سے بھی بدتر مرض ہوگا۔ ان وجوہ سے شرع حکیم و رحیم نے ضعیف الیقین لوگوں کو حکم استحبابی دیا ہے کہ اس سے دور رہیں، اور کامل الایمان بندگان خدا کے لئے کچھ حرج نہیں کہ وہ ان سب سے پاک ہیں۔

خوب سمجھ لیا جائے کہ دور ہونے کا حکم ان حکمتوں کی وجہ سے ہے، نہ یہ کہ معاذ اللہ بیماری اڑ کر لگتی ہے، اسے تو اللہ و رسول رد فرما چکے، جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پھر از آنجا کہ یہ حکم ایک احتیاطی استحبابی ہے واجب نہیں، لہذا ہرگز کسی واجب شرعی کا معارضہ کریگا۔ مثلا معاذ اللہ جسے یہ عارضہ ہو اس کے اولاد و اقارب و زوجہ سب اس احتیاط کے باعث اس سے دور بھاگیں اور اسے تنہا و ضائع چھوڑ جائیں یہ ہرگز حلال نہیں۔ بلکہ زوجہ ہرگز اسے ہم بستری سے بھی منع نہیں کر سکتی۔ لہذا ہمارے شیخین مذہب امام اعظم و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

نزدیک جزامی شوہر سے عورت کو درخواست فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ اور خدا ترس بندے تو ہر بے کس بے یار کی اعانت اپنے ذمہ لازم سمجھتے ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ اللہ فی من لیس لہ الا اللہ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو اس کے بارے میں جس کا کوئی نہیں سوا اللہ کے۔

لہذا علما کا اتفاق ہے کہ مجذوم کے پاس بیٹھنا اٹھنا مباح ہے اور اس کی خدمت گذاری و تیمارداری موجب ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاوی رضویہ ۳۵۳/۹

سلام وتحیت:

سلام وتحیت ہر قوم میں رائج ہے لیکن اسلام نے جس خوبی کے ساتھ اس کے آداب سکھائے وہ دوسرے مذاہب میں یکسر مفقود ہیں۔ سلام میں عزت وآبرو کی حفاظت ایمان وعمل اور جان ومال کی سلامتی کی دعا مقصود ہوتی ہے۔ لہذا ہر وہ طریقہ اپنانے سے گریز کرے جس سے یہ مقصد حاصل نہ ہو۔ اسی لئے فقط ہاتھ اور سر کے اشارے سے سلام کرنا اور جواب میں بھی اسی طرح کا رویہ اختیار کرنا، یا جیتے رہو کہہ دینا کافی نہیں بلکہ اس سے گریز ضروری ہے کہ یہ یہود ونصاری اور مشرکین عرب کے طریقوں سے ہے۔ امام احمد رضا نے اس شعار اسلام کی یوں وضاحت فرمائی:

قال اللہ عزوجل: فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبرکۃ طیبۃ۔ جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنی جانوں پر ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

ابتداء سلام مسلمان سنی صالح پر سنت اور اعلیٰ درجہ کی قربت ہے مگر واجب کبھی نہیں سوا اس صورت کے کہ سلام نہ کرنے میں اس کی طرف سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو۔ جن صورتوں میں سلام مکروہ ہے جیسے مصلی، یا قاری یا ذاکر یا مستنجی یا آکل پر، ان لوگوں کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ فتاوی رضویہ ۱۵۸/۹

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے اہل پر داخل ہو تو سلام کرو اور برکت ہوگا تم پر اور اہل خانہ پر۔ جب تم میں کوئی گھر میں جاتے سلام کرتا ہے تو شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

رفق ومہربانی:

رفق ومہربانی اور نرمی ورافت انسانی اخلاق کا اصول ہیر اور بیش بہا خزینہ ہے، ہدایت وتبلیغ میں اس کو کلیدی درجہ حاصل ہے اور اس کو اپنانے کی صورت میں اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا اسلام نے اس کو خصوصی توجہ کا مرکز بنایا امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایک جوان حاضر خدمت اقدس ہوا اور آ کر بے دھڑک عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لئے زنا حلال فرما دیجئے، نبی سے براہ راست یہ درخواست کس حد تک پہونچتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا قتل چاہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اسے قریب بلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے، پھر فرمایا: کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی نہ، فرمایا: تیری بہن سے؟ عرض کی نہ فرمایا: تیری بیٹی سے؟ عرض کی نہ، فرمایا: تو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ ہوگی۔ جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ پھر دست اقدس اس کے سینہ پر ملا اور دعا کی، الٰہی اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں: اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی۔ پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا: اس وقت اگر تم اسے قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا۔ میری تمہاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا

ہو، لوگ اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑتے ہیں، وہ بھڑکتا ہے اور زیادہ بھاگتا ہے، اس کے مالک نے کہا تم رہنے دو، تمہیں اس کی ترکیب نہیں آتی، پھر سبز گھاس کا ایک مٹھا ہاتھ میں دبا لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہو گیا۔ کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فتاویٰ رضویہ ۱۸۳/۹

رہا خالی بلا تاوہ مصلحت دینی پر ہے، اگر جانے کہ نرمی سے سمجھانے میں زیادہ اثر کی امید ہے تو یونہی کرے۔ اور اگر جانے کے دور کرنے میں سختی برتنے میں زیادہ نفع ہوگا تو یہی کرے۔ اور حال یکساں ہے تو شریعت کی غیرت اور دوسروں کی عبرت کیلئے علانیہ دوری بہتر، اور اپنے عیبوں پر نظر اور مسلمانوں کے ساتھ رفق و رحمت کے لئے خفیہ نرمی اولیٰ۔ فتاویٰ رضویہ ۲۲۸/۹

ظلم وتشدد:

اسلام نے اسلامی حقوق کی پاسداری یہاں تک کی کہ اگر کسی کو قتل کرنا ناگزیر ہو جائے، یا قصاص لینا پڑے جب بھی حد سے تجاوز نہ کرے، لہذا مثلہ کرنا، یا آگ میں جلا کر کسی کو مارنا سراسر ناجائز وحرام ہے۔ بلکہ اسلام نے یہ رویہ کسی جانور کے ساتھ بھی روا نہ رکھا۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس معنی کی احادیث بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ بعض یہ ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: چلو خدا کے نام پر خدا کی راہ میں جہاد کرو خدا کے منکروں سے، اور نہ مثلہ کرو نہ بدعہدی، نہ خیانت، نہ بچے کا قتل، یہ اللہ تعالیٰ کا عہد ہے اور اس کے نبی کا شیوہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نیز فرماتے ہیں: مثلہ نہ کرو، نہ کسی آدمی کو، نہ چوپائے کو۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود فرماتے ہوئے سنا کہ مثلہ سے منع فرماتے تھے اگرچہ سگ گزندہ کو۔ فتاویٰ رضویہ ۱۳۶/۹

تقویٰ وپرہیزگاری:

یہ دنیا ایک مسلسل سفر کے مانند ہے اور اسکو آخرت کی کھیتی فرمایا گیا ہے۔ جیسا جو بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔ لیکن تقویٰ و پرہیزگاری مسلمان کا توشہ اور زاد راہ آخرت ہے، اسی سے آدمی کو اپنی زندگی آراستہ کرنا چاہئے تاکہ اس دنیا سے چھٹکارا پائے تو خوش خوش لقائے رب تعالیٰ سے مشرف ہو۔ یہاں محرمات شرعیہ سے اجتناب اور مشتبہات سے احتیاط اخروی شادمانی کا ذریعہ ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے نہایت فکر انگیز انداز میں اہل اسلام کو یوں متنبہ فرمایا:

آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں، حق سبحانہ تعالیٰ نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرۃ حلوۃ، اس سبزہ زار شہد نما زہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا بمحض رحمت ازلی اس کے قاتل زہر کو الگ چن کر حد مقرر فرما دی، اور نواہی شرعیہ کے ذریعہ عام منادی سنادی کہ او غافل بکریو اس احاطہ کے اندر نہ چرنا تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے، یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوپ، لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے، مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے، اب اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی۔ کچھ سب کو معلوم ہے کہ اسی قطعہ کی ہے جس میں زہر ہے، اور کچھ اس ٹکڑے سے بہت دور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں، اور جو کچھ اس سے پہلے خط کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہ ہے کیا جانئے شاید اسی میں کی ہو۔ وذلک قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الحلال بین والحرام بین و ما بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس.

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش وخرد کی پاسداری تھی انھوں نے تو اس تختہ کی اوٹ سے کوسوں کا طرارا بھرا، اور بھولی

بھیڑیں اپنی نادانی سے یہی کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے، ابھی تو دور معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا۔ آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا ملی ہوئی ہے، ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دیگا کاش ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے قلب کی نگہداشت میں بجالاتا۔ اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے، ایک چراگاہ محصور کر لیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائیں، عربی میں اسے حمی کہتے ہیں، خدا اور رسول کی سچی سلطنت، قاہر بادشاہت میں حمی محرمات شرعیہ ہیں۔ جسے اپنے دین و آبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے خاص حمی میں جا پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آ جائے۔ یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میرے ایجاد نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی۔

فتاویٰ رضویہ ۹/۹

لایعنی چیزوں سے پرہیز:

امام احمد رضا قدس سرہ کی پوری زندگی رشد و ہدایت اور تبلیغ و احیاء دین سے عبارت تھی، وہ چاہتے تھے کہ لوگ اپنی زندگی کو پاک بنائیں، ہمہ وقت اصول شریعت کی پاسداری کریں اور اپنی حیات کے قیمتی لمحات بیکار اور لایعنی باتوں میں نہ گذاریں۔ وہ خود اس پر کار بند رہے اور دوسروں کی اصلاح فرماتے رہے۔ ایک تحریر منیر قلب میں یوں ارشاد فرمایا:

خلاصہ ان نفیس کلاموں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں۔ جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو۔ یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ، بدن ڈھانکنا، پارسائی حاصل کرنا، اسی قدر امر مہم ہے، اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں نعمتیں منصب ریاستیں غرض جملہ افعال و اقوال و احوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو اور ان کے ترک میں نہ تو ثواب کا فوت، نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف وہ سب لایعنی و قابل ترک ہے۔ مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے[1] یہ معاملے پیش آئے[2] فلاں فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے[3] ایسے مشائخ سے ملنا ہوا[4]

یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا[5] اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی نہ ہونے پائے، نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے، نہ اس میں کسی شخص کی غیبت ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی بے کسی چیز کی مذمت ہو تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور

---

[1] اقول: مگر جب نیت بیان عجائب صنعت و حکمت و قدرت ربانی و ذکر الٰہی ہو، قال تعالیٰ: في الآفاق وفي انفسكم افلا تبصرون۔

[2] اقول: مگر جب کہ ان کے ذکر میں اپنی یا سامعین کی منفعت دینی ہو اور خالص اسی کا قصد کرے۔ قال تعالیٰ: و ذكرهم بايام الله۔

[3] اقول: مگر جب کہ اس سے مقصود اپنے اوپر احسانات الٰہی کا بیان ہو کہ ایسی جگہ بے سروسامانی میں مجھ ناچیز کو اپنے کرم سے ایسا ایسا عطا فرمایا۔ قال تعالیٰ: واما بنعمة ربك فحدث۔

[4] اقول: مگر جب کہ علمائے سنت و صلحائے امت کے فضائل کا نشر اور سامعین کو ان سے استفادہ کی ترغیب مقصود ہو، عند

تیری زبان سے اس کا حساب ہوگا۔ تو خیر کے عوض ادنیٰ بات اختیار کر رہا ہے۔ اس لئے جتنی دیر تو نے یہ باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عز وجل کی یاد اور اس کی نعمتوں صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالب رحمت الٰہی کے فیض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا۔ اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں محل چنا جاتا۵ اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک ٹھکا ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار ہوا۔ اور یہ سب الٰہی تقدیر پر ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے۔ اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں ان سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔ ظاہر ہوا کہ لایعنی جملہ مباہات کو شامل ہے نہ کہ مطلقاً مکروہ کو۔ فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۶۲

جھوٹ اور غیبت:

آج جھوٹ اور غیبت میں عام طور پر لوگ مبتلا ہیں، بعض اشخاص نے شب و روز کا مشغلہ یہ ہی بنا رکھا ہے، جب تک جھوٹ نہ بولیں یا کسی کی غیبت نہ کریں اس وقت تک بعض لوگوں کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ اسلام نے ان کی مذمت مختلف انداز سے فرمائی۔ امام احمد رضا قدس سرہ ان ناپاک افعال کو بایں طور مذموم قرار دیتے ہیں۔

جھوٹ اور غیبت معنوی نجاست ہیں، ولہذا جھوٹے کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ حفاظت کے فرشتہ اس وقت اس کے پاس سے دور ہٹ جاتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اور اسی طرح ایک بدبو کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ یہ ان کے منہ کی سڑاند ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں، اور ہمیں جو جھوٹ یا غیبت کی بدبو محسوس نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس سے مالوف ہوگئے، ہماری ناکیں اس سے بھری ہوئی ہیں، جیسے چمڑا پکانے والوں کے محلہ میں جو رہتا ہے اس کی بدبو سے ایذا نہیں ہوتی، دوسرا آئے تو اس سے ناک نہ رکھی جائے۔

مسلمان اس نفیس فائدے کو یاد رکھیں اور اپنے رب سے ڈریں، جھوٹ اور غیبت ترک کریں، کیا معاذ اللہ منہ سے پاخانہ نکلنا کسی کو پسند ہوگا، باطن کی ناک کھلے تو معلوم ہو کہ جھوٹ اور غیبت میں پاخانے سے بدتر سڑاند ہو۔ فتاویٰ رضویہ جدید حاشیہ ۱/۷۰۷

غدر و دھوکہ: اسلام نے مسلمانوں کو غدر و بدعہدی سے روکا اور ہر ایسے کام سے منع کیا جس میں فریب و دھوکہ دہی کا عنصر پایا جائے۔ اسی سے اہل اسلام معزز رہے اور غیروں کی نظر میں بھی اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک۔ لہذا مکر و دغا بازی جس طرح مسلمانوں کی آپس

ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔

۵ اقول: ثواب نہ ملنا بھی ایک نوع ضرر ہے۔ امام غزالی نے بحوالہ تیسیر فرمایا کہ جو کچھ آخرت میں نافع ہو لایعنی نہیں۔ ورنہ اس کے یہ معنی لیں کہ جس کے ترک میں نہ گناہ اخروی نہ ضرر دنیوی تو تمام مستحبات بھی داخل لایعنی ہو جائیں گے اور وہ بداہۃً باطل ہے۔

۶ اقول: یعنی وہ کہ جس سے معنی کلام بدل جائیں جیسے کسی ضروری استثناء کا ترک، ورنہ جب کہ ترک کل میں گناہ نہیں ترک بعض میں کیوں ہونے لگا۔

۷ اقول: مگر جب جس کی برائی بیان کی وہ گمراہ بدمذہب ہو کہ ان کی شناعت سے مسلمان کو مطلع کرنا واجبات دینیہ سے ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس، اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس۔ کیا فاجر کی برائی بیان کرنے سے پرہیز رکھتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے، فاجر میں جو شناعتیں ہیں بیان کرو کہ لوگ اس سے پرہیز کریں۔ معجم کبیر طبرانی ۱۹/۴۱۹

۵ ہر بار تسبیح الٰہی کرنے پر جنت میں ایک پیڑ بویا جاتا ہے۔ حاشیہ فتاویٰ رضویہ جدید ۱/۶۷

میں ناجائز رہی اسی طرح دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے بھی ممنوع و ناروا ہے۔ امام احمد رضا معلم اخلاق و مذہب تھے لہذا فرماتے ہیں:

بلکہ کافر اصلی غیر ذمی و غیر مستامن سے اپنے نفع کے وہ عقود بھی جائز ہیں جو مسلم و ذمی و مستامن سے ناجائز ہیں جن میں غدر و بد عہدی ہو کہ غدر و بد عہدی مطلقاً سب سے حرام ہے۔ مسلم ہو یا کافر، ذمی ہو یا حربی، مستامن ہو یا غیر مستامن، اصلی ہو یا مرتد۔

فتاوی رضویہ ۶/۶

اللہ عزوجل نے مطلق فرمایا: وحرم الربوا۔ اللہ نے سود حرام کیا۔ اس میں کوئی تخصیص مسلم کافر سنی بدمذہب کی نہیں، سود لینا کسی سے حلال نہیں، جو حلال ہے وہ سود نہیں، اور جو سود ہے وہ حلال نہیں۔ کافر غیر ذمی کا مال بلا غدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے، سود جان کر لینا حرام ہے، قصد معصیت خود معصیت ہے۔ مثلاً کافر سے کوئی مال سو روپے کو خرید ااور قیمت دبالی، یا دھوکہ دے کر کھوٹے دام دیئے، یہ ناجائز ہے کہ خلاف معاہدہ ہوا۔ (فتاوی رضویہ ۷/۱۰۱)

توبۂ صادقہ: ایک انسان جب کسی لغزش و خطا کا شکار ہو جائے تو پھر اسے اپنی شان عبدیت کا اظہار و اعتراف برملا کر لینا چاہئے، انانیت و خود بینی کا غرہ یکسر مٹا کر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں ندامت و شرمندگی کے آنسو بہاتے ہوئے توبہ کرنی چاہئے۔ اور جس طرح اس نے نافرمانی پر جرأت کر کے گناہ کیا اسی کے مثل خاکساری اور عجز و نیاز مندی کا بھی اظہار ہو تا کہ تلافی مافات ہو سکے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی فکر تحقیق سے علانیہ اور پوشیدہ توبہ کے رموز و اسرار اور حکمتیں یوں بیان فرمائیں:

مسئلہ توبہ میں مجملاً تحقیق یہ ہے کہ وہ گناہ جو خلق پر ظاہر ہو جس طرح خود اس کے لئے دو تعلق ہیں۔ ایک بندے اور خدا میں کہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، اس کا ثمرہ حق جل و علا کی معاذ اللہ ناراضی، اس کے عذاب منقطع یا ابدی کا استحقاق، دوسرے بندے اور خلق میں، کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ آثم و ظالم یا گمراہ یا کافر بحسب حیثیت گناہ ٹھہرے اور اس کے لائق سلام و کلام، تعظیم و اکرام، اقتدائے نماز وغیرہا امور و معاملات میں اس کے ساتھ انہیں برتاؤ کرنا ہو۔ یوں ہی اس سے توبہ کے لئے بھی دو رخ ہیں۔ ایک جانب خدا، اس کا رکن اعظم بصدق دل اس گناہ سے ندامت ہے۔ فی الحال اس کا ترک اور اس کے آثار کا مٹانا اور آئندہ نہ کرنے کا صحیح عزم۔ یہ سب باتیں سچی پشیمانی کو لازم ہیں۔ ولہذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الندم توبۃ۔ ندامت توبہ ہے۔ یعنی وہی سچی صادقہ ندامت کہ بقیہ ارکان توبہ کو خود مستلزم ہے اسی کا نام توبۃ السر ہے۔ دوسرا جانب خلق، کہ جس طرح ان پر گناہ ظاہر ہوا اور ان کے قلوب میں اس کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی اور معاملات میں اس کے ساتھ اس کے گناہ کے لائق انہیں احکام دیئے گئے اس کی طرح ان پر ویسی ہی توبہ و رجوع ظاہر ہو کہ ان کے دل اس سے صاف ہوں اور احکام حالت برأت کی طرف مراجعت کریں، یہ توبہ علانیہ ہے۔ توبہ سر سے تو کوئی گناہ خالی نہیں ہو سکتا، اور گناہ علانیہ کے لئے شرع نے توبہ علانیہ کا حکم دیا۔ اقول و باللہ التوفیق۔ اس حکم میں بکثرت حکمتیں ہیں:

اول: اصلاح ذات بین کا حکم ہے۔ یعنی آپس میں صفائی اور صلح رکھو۔ یہ گناہ علانیہ میں توبۂ علانیہ ہی پر موقوف، کہ جب مسلمان اس کے گناہ سے آگاہ ہوئے، اگر توبہ سے واقف نہ ہوں تو ان کے قلوب اس سے ویسے ہی رہیں گے جیسے قبل توبہ تھے۔

دوم: جب وہ اسے برا سمجھے ہوئے ہیں تو اس کے ساتھ وہی معاملات بعد و تنفر رکھیں گے جو بدوں کے ساتھ درکار ہیں۔ علی الخصوص بد مذہب لوگ۔ یہ بھی برکات سے محرومی کا باعث ہوگا۔

سوم: جب یہ واقع میں تائب ہولے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ تو اب مسلمانوں کے وہ معاملات نظر بواقع بیجا ہوں گے، اور انہیں بے جا پر خود یہ شخص حامل ہوا کہ اگر اپنی توبہ کا اعلان کر دیتا

تو کیوں وہ معاملات رہتے۔ تو لازم ہوا کہ انہیں مطلع کر دے۔ جیسے کسی کپڑے میں نجاست ہو اور وہ مطلع نہیں تو جاننے والے پر اسے خبر دینی ضروری ہے۔

چہارم: ایسے گناہوں میں جو بدمذہبی بددینی ہیں اگر یہ مر گیا اور مسلمانوں پر اس کی توبہ ظاہر نہیں، اور بدمذہب کی مذمت اس کے مرنے پر بھی جائز بلکہ کبھی شرعاً واجب ہے تو اہلسنت اسے برا اور بددین اور گمراہ کہیں گے، اور ان کے سید و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں زمین میں اللہ عزوجل کا گواہ بنایا ہے۔ آسمان میں اس کے گواہ ملائکہ ہیں اور زمین میں اہلسنت۔ تو ان کی گواہی سے اس پر سخت ضرر کا خوف ہے اور وہ خود اس میں تقصیر وار ہے کہ علانیہ توبہ سے ان کا دل صاف نہ کر دیا۔ اور یہ نہ بھی ہو تو اتنا ضرور ہے کہ علماء و صلحاء اہلسنت اس کی تجہیز میں شرکت اور اس کے جنازہ پر نماز سے احتراز کریں گے، شفاعت اخیار سے محروم رہے گا۔ یہ شناعت کیا کم ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

پنجم: اصل یہ کہ علانیہ گناہ دوہرا گناہ ہے کہ اعلان گناہ دوسرا گناہ۔ بلکہ اس گناہ سے بھی بدتر گناہ ہے۔ حدیث میں ہے: کل امتی معافی الا المجاھرین. میری سب امت عافیت میں ہے سوا ان کے جو گناہ آشکارا کرتے ہیں۔ بخاری شریف، باب ستر المومن ۸۹۶/۲

اعلان گناہ پر باعث نفس کی جرأت و جسارت اور سرکشی و بے حیائی ہے اور مرض کا علاج ضد سے ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کے مجمع میں اپنی بدی و شناعت پر اقرار لائے گا تو اس سے انکسار پیدا ہوگا جو اس سرکشی کی دوا ہوگا۔

فقیر حاضر میں اس وقت اتنی حکمتیں خیال میں آئیں۔ اور شریعت مطہرہ کی حکمتوں کو کون حصر کر سکتا ہے۔ ان میں اکثر وجوہ یہ چاہتے ہیں کہ جن جن لوگوں کے سامنے گناہ کیا ہے ان سب کے مواجہ میں توبہ کرے۔ مگر یہ کثرت مجمع کی حالت میں مطلقاً اور بعض صور میں ویسے بھی حرج سے خالی نہیں۔ اور حرج مدفوع بالنص ہے، تاہم اس قدر ضرور چاہئے کہ مجمع توبہ مجمع گناہ کے مشابہ ہو۔ سب میں ادنیٰ درجہ کا اعلان اگر چہ دو کے سامنے بھی حاصل ہو سکتا ہے مگر وہ مقاصد شرع یہاں سے بے مشاکلت و مشابہت حاصل نہ ہوں گے۔

سو کے سامنے گناہ کیا اور ایک گوشہ میں دو کے آگے اظہار توبہ کر دیا تو اس کا اشتہار مثل اشتہار گناہ نہ ہوا۔ اور وہ فوائد کہ مطلوب تھے پورے نہ ہوئے، بلکہ حقیقۃً وہ مرض کہ باعث اعلان گناہ تھا توبہ میں کمی اعلان پر بھی وہی باعث ہے کہ گناہ تو دل کھول کر مجمع کثیر میں کر لیا اور اپنی خطا پر اقرار کرتے عار آتی ہے۔ چھپے سے دو تین کے سامنے کہہ لیا۔ وہ انکسار کہ مطلوب شرع تھا حاصل ہونا در کنار ہنوز خودداری و استنکاف باقی ہے، اور جب واقعہ ایسا ہو تو حاشا توبہ رسمی کی بھی خبر نہیں کہ وہ ندامت صادقہ چاہتی ہے اور اس کا خلوص مانع استنکاف۔

پھر انصاف کیجئے تو کسی شخص کا یہ کہنا کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور اس مجمع میں توبہ نہ کرنا خود بھی اسی خودداری و استنکاف کی خبر دے رہا ہے۔ ورنہ کسی شخص کا توبہ کا قصہ پیش کرنا، گواہوں کے نام گنانا، ان سے تحقیقات پر موقوف رکھنا یہ جھگڑا آسان تھا یا مسلمانوں کے سامنے یہ دو حرف کہہ لینا کہ الٰہی میں نے اپنے ان ناپاک اقوال سے توبہ کی۔ (فتاویٰ رضویہ ۲۵۶/۹)

امام احمد رضا قدس سرہ نے مدت العمر شعائر اسلامیہ کی شرح وبسط کے ساتھ تبلیغ فرمائی اور ہر شعار اسلامی کی حفاظت میں بھرپور توانائیاں صرف کیں۔ اس مضمون میں تو اسلامی اخلاقی قدروں کی آبیاری میں ان کا جو حصہ رہا ہے اس کے حوالے سے چند نمونے ہی پیش کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا اور اصلاح عوام

مولانا منظور احمد رضوی، استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفس امارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین۔ لہذا خطا کا اقرار آدمی کو نا گوار مگر واللہ و اذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے گناہ اور ضد چڑھے۔ کی آفت سخت شدید الیس منکم رجل رشید (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں)۔

خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ۔ خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ۔ کچھ دیکھا بھی کس پر امکان کذب کی تہمت دھرتے ہو۔ کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال رکھتے ہو۔ العظمۃ للہ۔ ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب ونقصان سے پاک نرالا۔ ذرا گریبان میں منہ ڈالو! جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو۔ وائے بے انصافی تمہیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو۔ اور ملک جبار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو، یہ کونسی دیانت ہے۔ اے طائفۂ جائفہ قوم مفتون۔ مانو تو ایک تدبیر تمہیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ ان دوسو دلائل واعتراضات کو ایک ایک کر کے انصاف سے پرکھو۔ فرض کرو دوسو میں استحالۂ کذب الٰہی پر اور تمہارے خیال اور امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک اعتراض قاطع پرتال وقیل باقی رہ گیا۔ باقی سب کا تم نے جواب دے لیا۔ تو جان برادر! احقاق حق کو ایک دلیل کافی، ابطال کو ایک اعتراض وافی نہ کہ دلائل باہرہ اعتراضات قاہرہ صدہا سنو اور ایک نہ گنو۔ دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب، مگر ماننے کی قسم توبہ کی آن بلکہ الٹے تائید باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بلکہ بدمستی ہوئی، نشۂ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی۔ پھر قیامت تو نہ آئے گی حساب تو نہ ہوگا۔ خدا کے حضور سوال وجواب تو نہ ہوگا۔ اے رب میرے ہدایت فرما اور ان بھلی آنکھوں کو کچھ تو شرما۔

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول ۔۔۔ اے کہ دُر ساختہ قطرۂ بارانی

اے اللہ تو میرے اشکوں کو حسن قبول عطا فرما سکتا ہے، جیسے تو نے قطرۂ باراں کو موتی بنا دیا ہے۔

اے سچے خدا! جھوٹ سے موصوف جھوٹ سے نرالے! سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے رسول کی سچی وجاہت کا صدقہ امت مصطفےٰ کو سچی ہدایت نصیب فرما۔ (سبحان السبوح ص ۱۵۲)

یہ انداز اصلاح ہے اس مصلح قوم ومحسن ملت کا جس کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ تبلیغ دین اور ہر لحظہ اشاعت شرع متین میں گذرا۔ جس کی ذات الصیحۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین کی تفسیر، ان اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون آخیہ المسلم کی تنویر۔ اور ان احدکم مرآۃ اخیہ فاذا رای فیہ شیئاً فلیمطہ عنہ، کی تفسیر ہے۔ مذکورہ اقتباس کو بار بار پڑھئے اور غور کیجئے کہ استحالۂ کذب باری تعالیٰ پر دو سو دلائل پیش فرمانے کے بعد فرقۂ ضالہ کو دعوت فکر واصلاح کا کیسا انوکھا انداز اور نرالا طریقہ ہے۔ لیکن جب دلوں پر ضلالت وگمراہی کی مہر لگ جاتی ہے اصلاح کی امید کم ہی ہے۔

اذا کانت طباع طباع سوء ۔۔۔ فلا ادب یفید و لا ادیب

(جب بُرائی طبیعت میں سرایت کیے ہو تو اصلاح اور مصلح کوئی نفع نہیں دیتا۔)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے نہ صرف اصلاح عوام بلکہ اصلاح عام فرمائی آپ کا دائرۂ اصلاح قوم وملت کے تمام مسائل اعتقادیات، عبادات، معمولات، اقتصادیات، معاشیات اور عادات کو محیط ہے۔ آپ کے فتاویٰ کتب ورسائل وحواشی وشروح اصلاحی مواد سے لبریز ہیں۔ اگر اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو مستقل کتاب ہوجائے۔ ہم یہاں چند اقتباسات اصلاح عوام سے متعلق قارئین کو پیش کررہے ہیں۔

عوام میں عام طور پر کج بحثی کی عادت ہوتی ہے، وہ اپنی اٹکلوں سے مسائل شرعیہ میں نئی شقیں پیدا کرنا اور اپنے مزعومات کو دلائل ردیہ سے ثابت کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک سوال اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں پیش کیا گیا کہ

"زید کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ذاتی سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدیم ہے اور بکر بیان کرتا ہے کہ وہ نور حادث ہے۔ یوں ہی زید کا بیان ہے کہ ثم دنی فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنی ٥ سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے قریب ہوئے کہ درمیان میں فرق دو کمان کا رہ گیا اور بکر کا بیان ہے یہ قریب ہونا حضور علیہ السلام کا حضرت جبریل سے ہے نہ کہ خدائے تعالیٰ سے۔ (ملخصاً فتاویٰ ج ۱۲ ص ۱۲۷)

جواباً ارشاد فرمایا: "عوام مسلمین کو نماز، روزے، وضو، غسل اور قراءت کی تصحیح فرض ہے، جس سے روز قیامت ان پر مطالبہ ومواخذہ ہوگا۔ اپنے مرتبہ سے اونچی باتوں سے کھچڑیاں پکانا جمانا کھچڑیاں پکانا اور رائیں لگانا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں یوں فرمایا:

"بدیہیات دینیہ سے ہے کہ اولاً عقائد اسلام وسنت پھر احکام صلاۃ وطہارت وغیرہا ضروریات شرعیہ سیکھنا سکھانا فرض ہے اور انہیں چھوڑ کر دوسرے کسی مستحب وپسندیدہ علم میں بھی وقت ضائع کرنا حرام۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی پھر علامہ مناوی پھر شارح جامع صغیر پھر سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں: "ان العامی اذا زنی او سرق خیرا له من ان یتکلم فی العلم باللّٰہ من غیر اتقان فیقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجۃ البحر ولا یعرف السباحۃ.

"یعنی عام آدمی کا زنا وچوری میں ملوث ہونا الٰہی علم میں گفتگو کرنے سے بہتر ہے، کہ وہ اس گفتگو سے کفر کی دلدل میں گھس جائے گا اور اسے احساس بھی نہ ہوگا۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی سمندر کی اتھاہ گہرائی میں پھاند پڑے اور تیرنا جانتا ہو۔ ظاہر ہے وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔" (ملخصاً مع زیادتی ترجمہ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۱۵)

فی زمانہ ایک بڑا فتنہ ہماری قوم میں کینسر کی طرح پھیل کر تپ دق کی طرح کھوکھلا کر رہا ہے وہ ہے فرائض وواجبات سے اعراض اور نوافل ومستحبات کی طرف رغبت۔ گیارہویں شریف کے موقع پر ہزاروں خرچ کردیں محرم میں کھچڑا پکوادیں، اجمیر شریف حاضری میں سیکڑوں خرچ کر ڈالیں، یہ تو مستحبات ہیں اس کے علاوہ مباحات بلکہ ناجائز خرافات میں پانی کی طرح دولت بہاتے ہیں مگر زکوٰۃ وعشر ادا کرتے دم نکلتا ہے۔ کوئی ناجائز مباح کے، کوئی مباح مستحب کے، کوئی مستحب سنت کے، کوئی سنت واجب کے اور کوئی واجب فرض کے برابر نہیں ہوسکتا۔ فرض کو واجب، واجب کو سنت، سنت کو مستحب اور مستحب کو مباح پر اولیت وافضلیت حاصل ہے۔ فرائض وواجبات کو ترک کرکے مستحبات ومباحات میں مشغولیت شرعاً ضلالت اور عقلاً سفاہت وبلادت ہے۔ اس لئے کہ نفل بغیر ادائیگی فرض مردود ونامقبول ہے۔ امام کی بارگاہ میں ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جو زکوٰۃ نہیں دیتا مگر روپیہ کار خیر میں صرف کرتا، ہر روز فقرا کو زر نقد غلہ تقسیم کرتا ہے ایک مسجد بنوائی ہے۔ ایک گاؤں خرید کر واسطے خیرات کے ہبہ کردیا ہے تاحیات خود اس کا پورا مال مصرف خیر میں خرچ کرتا رہا ہے۔ کیا جس روپے کی زکوٰۃ نہیں دی گئی اس روپے کو مصرف خیر میں صرف کرنا جیسا کہ بالا مذکور ہے درست ہے یا نہیں؟

(ملخصاً فتاویٰ رضویہ ج ۴ رص ۴۳۳)

اعلیٰ حضرت نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا اس میں آپ کی مصلحانہ شان دیدنی ہے۔ فرماتے ہیں:

”زکوٰۃ اعظم فرض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے، لہٰذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا، طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں اتنا کم ہو گیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ یمحق اللہ الربو و یربی الصدقات ٭ بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں۔ احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے تو نہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوٰۃ کا ہے۔“

اس بیان کے بعد زکوٰۃ کی فضیلت اور ادا نہ کرنے کی مذمت میں اٹھارہ حدیثیں ذکر فرما کر ارشاد فرمایا:

”غرض زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے نہ دینے والے کو ہزار ہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہیے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں۔“

پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا بھاری قرض گردن پر رہنے دے۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہے نیک کام کر رہا ہوں۔ اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس ترک کا عذاب گردن پر موجود ہے۔ اے عزیز فرض سلطانی قرض ہے۔ اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے۔ وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہان و جہانیان سے بے نیاز ہے۔

اس کے بعد چند مثالیں دیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، غوث اعظم اور بزرگان دین کے اقوال سے اس امر کی خوب وضاحت فرمائی کہ نفل بغیر فرض قبول نہیں۔ جن کی تفصیل باعث تطویل ہے۔ ناظرین! وہ تفصیلات بھی بار بار پڑھنے کے لائق ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں ملاحظہ فرمائیں۔ اصلاح کا خاص پہلو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”بالجملہ اس شخص نے آج تک جتنی خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا، یہ سب امور تو صحیح ولازم ہو گئے۔ جس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں۔ مگر بایں ہمہ جب تک زکوٰۃ پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امید ثواب وقبول نہیں۔ کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا، مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے۔ مثلاً کوئی شخص دکھاوے کے لئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی فرض اتر گیا، پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب پائے گا، بلکہ الٹا گنہگار ہوگا یہی حال اس شخص کا ہے۔ اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا عدو مبین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقرا کو تو نفع ہے، اسے بھی کاٹ دینے کو یوں فقرہ سکھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ چلو اسے بھی دور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ۔ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے۔ تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا۔ بلکہ تجھے تو وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کے یہ وقف ومسجد وخیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی امید پڑتی۔ بھلا غور کر کہ وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں ثمرہ لائیں۔ یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے۔ اور کھلے ہوئے سرکشوں اشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجئے۔ وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے۔ آج تک کی جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دل میں خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی

کرنے کو ادا کیجیے کہ شہنشاہ بے نیاز کی بارگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولی جس نے جان عطا کی اعضا دیے مال دیا کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور متہ اجالا ہونے کی صورت نظر آئے۔ اور مژدہ ہو بشارت ہو نوید ہو تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے وقف کیا ہے، مسجد بنوائی ہے، ان سب کی بھی مقبول کی امید ہوگی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے۔ جب وہ زائل ہو گیا انھیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرف قبول حاصل ہوگا، چارہ تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی برائی بھلائی کا اختیار رکھتا ہے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۳۳۸ رسالہ اعزالاکتناہ)

ناظرین کرام! اقتباس بالا کو بار بار پڑھئے ہر ہر لفظ پر غور وفکر کیجیے۔ ہوش وخرد کی ترازو میں تو لیے۔ نصیحت کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آنکھوں سے لگا کر دل وجگر میں بٹھانے کا مستحق ہے۔ ترغیب وترہیب کا یہ نرالا انداز۔ اصلاح ونصیحت کا انوکھا طریقہ، سوز وگداز کا اچھوتا طرز، دعوت حق کا شاندار فطری دستور، بریلی کے تاجدار کا من جانب اللہ خاص حصہ ہے۔

ایک صاحب نے سوال کیا کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو چھوڑا اس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نمازی ہیں۔ کیا وہ سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں؟ یا نہیں؟ جو کچھ آیت وحدیث سے اس بارے میں حکم ہو تحریر فرمایئے تا کہ معلوم ہو۔

الجواب: بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرک میں فرق نماز کا ہے اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں ان کا شریک ہے۔ پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے تو سچا مشرک پورا کافر ہے۔ ورنہ اس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگر چہ وہ حقیقۃً کافر ومشرک نہ ٹھہرے۔ (فتاویٰ رضویہ، دوم ص ۲۳۱)

سوال ہوا کہ ''اشیاء مسکرہ بیکر حالت صحت حواس خمسہ وطہارت جسم وجامہ اور عدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے ان صورتوں میں نماز مقبول ہوگی یا نہیں؟ حکم سکر کہاں تک مذہب امام ابوحنیفہ میں ہے۔''

جواب کو بغور پڑھئے اور ترغیب وترہیب کی انوکھی جلوہ سامانیاں، آیات واحادیث کو اپنے محامل پر اتارنے کی خداداد مہارت تامہ کا نظارہ کیجیے۔ ارشاد فرمایا کہ ''طبرانی نے بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''من شرب مسکرا ما کان لم تقبل لہ صلوۃ اربعین یوما'' جو کوئی نشے کی چیز پیے چالیس دن اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ مگر وعیدات سب مقید بمشیت ہیں ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔

صورت مذکورہ میں صحت نماز وادائے فرض میں شبہ نہیں، رہا قبول بحل عدل میں اس کی شرط عظیم ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین ○ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں ہی سے قبول فرماتا ہے۔ اور مقام فضل حدث عن البحر ''بما شئت ولا حرج'' سمندر کے جود ونوال سے جو چاہو بیان کرو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہاں رب العزت نے حد یہ فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون۔ جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع تو زید سے عدم قبول پر جزم جہل وجرأت علی اللہ ہے۔ جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر۔ اتقون علی اللہ ما لا تعلمون۔ ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں، جیسا حدیث میں ارشاد ہوا۔ خاص زید پر حکم باطل ہی ہے۔ جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ○ یوں کہنا جائز کہ ظالم معلون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ دوم ص ۲۳۶)

نماز سے بے رغبتی مسلم معاشرے میں کافی عرصے سے پھیل رہی ہے، بدقسمتی سے اس سلسلے میں تبلیغی سرگرمیاں اقل قلیل ہیں۔ اگر کوئی جماعت اس کار خیر میں سرگرم عمل ہوتی بھی ہے، اپنی خامیوں کی وجہ سے یا اور دوسری وجوہ سے اپنی کدو کاوش طویل عرصہ تک برقرار نہیں رکھ پاتی۔ یا اپنے غلط طریقہ کار کی وجہ سے خاطر خواہ فائدہ رونما نہیں ہو پاتا۔ اسی قسم کی ایک تبلیغی تنظیم جو لوگوں کو نماز کی طرف

راغب کرنے کے لئے بریلی میں تشکیل دی گئی تھی۔ اس کے سربراہ نے اعلیٰ حضرت سے دریافت کیا کہ کس قسم کی کاروائی از روئے شرع عمل میں لانا چاہئے؟ جس سے لوگ نماز کے پابند ہو جائیں۔ ارشاد فرمایا:

”نرمی سے سمجھائیں، ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم واحادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سنائیں۔ جس کے دل میں ایمان ہے ضرور نفع پہونچے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین ○ اللہ کے کلام احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانے اس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں۔ اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام وکلام، میل جول بند کردیں، قال اللہ تعالیٰ و اما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ○“ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔

(فتاویٰ رضویہ سوم ص ۶۸ مع زیادتی ترجمہ)

ہر دور میں جاہل عابدوں کا فتنہ بھی بڑا عظیم رہا ہے۔ اور عوام کو جادۂ مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کی دلدل میں پھنسانا اور اپنے جاہلانہ مزعومات کو حقیقت بنا کر پیش کرنا اور شریعت مطہرہ کے خلاف شیطانی طریقے نکالنا عرصۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔ ایسے ہی کسی صوفی کے بارے میں مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے مثنوی شریف میں ارشاد فرمایا:

کار شیطاں می کند نامش ولی گر ولی ایںست لعنت بر ولی

کچھ اسی طرح کا ایک شخص فیض آباد کے علاقے میں رونما ہوا۔ وہ اپنی تمام نمازوں فرض و نفل تہجد وغیرہ میں زبان سے قرأت نہیں کرتا بلکہ زبان کو تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا۔ اور دلیل میں کہتا کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا، بایں وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے۔ اور مزید کہتا کہ یہ مسائل اہل ذوق و اصفیاء کرام کے ہیں۔ ظاہر بیں ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے۔ لوگ اس کے دام فریب میں آنے لگے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ مذکورہ طریقہ پر زید کی نماز اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوتی تو زید کی نمازوں کا اور اس کی امامت کا حکم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ سوم ص ۶۸ ملخصا)

اعلیٰ حضرت نے جواب یوں ارشاد فرمایا: زید نے شریعت پر افترا کیا صوفیائے کرام پر افترا کیا اپنی نمازیں سب برباد کیں۔ اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی۔ اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے۔ اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھیں۔ ان پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ قرآن کریم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔ قال اللہ تعالیٰ: وقرانا فرقنہ لتقرأہ علی الناس علی مکث. اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن، نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔ اس کا نام پاک ہی قرآن ہے۔ قرآن قرأت ہے اور قرأت پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے، حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں نماز میں قرأت کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۶۸)

انسان کے مرنے کے بعد مال کے مالک اس کے اقربا ہوتے ہیں اسلام نے تمام قرابت داروں کے حصے تفصیل سے مقرر فرمادیئے۔ باپ کے مرنے کے بعد اور ورثہ کے علاوہ بیٹا اور بیٹی بھی اس کے مال کے حق دار ہیں البتہ بیٹی کو بیٹے کی موجودگی کی صورت میں اس کے مقابلے میں آدھا ملے گا اور یہ حق کلام پاک کی صریح نص سے ثابت ہے لیکن ہندوستان میں اہل ہنود کے رجحانات مسلمانوں

میں بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ لوگ باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کو مال سے عام طور پر لڑکے کی موجودگی میں نہ صرف محروم رکھتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا کوئی حق ہی نہیں۔ حالانکہ یہ نظریہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت سے اسی قسم کا سوال ہوا۔ ایک قوم ہے جو اپنے مال متروکہ سے لڑکیوں کو محروم رکھتی ہے کل مال لڑکوں کو دیتے بلکہ کہتے ہیں۔ اور سرکاری دفتروں میں دستخط کر چکے ہیں کہ ہم ہنود کے طریقہ تقسیم میراث سے راضی ہیں۔ اسلام و شریعت کے مواقف راضی نہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ (ملخصاً من فتاوی ج ۴ ص ۳۴۴)

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن کریم کی صریح مخالفت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ○ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں حکم فرماتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ۔ جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا، اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔ اور جنہوں نے یہ لفظ کہے یا لکھے ہیں کہ وہ رسم ہنود پر راضی ہیں اور حکم شریعت پر راضی نہیں وہ نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں۔ اور اپنی عورتوں سے نکاح کریں۔ غمز العیون والبصائر میں ہے: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ۔ تمام مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا جانا وہ کافر ہوگیا۔ (فتاوی رضویہ نہم ص ۳۴۱ مع زیادتی ترجمہ)

ایک ایسی قوم کے بارے میں سوال ہوا جو لڑکی اور بہن کو وراثت سے کچھ نہیں دیتے، اور کہتے ہیں کہ مال میت میں لڑکی اور بہن کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ فرمایا: جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ اور جن کا یہ قول ہو ان کو میت کے مال سے کچھ نہیں پہنچتا جس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ ان کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ یہ صریح کلمہ کفر ہے۔ ایسوں پر تو یہ فرض ہے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھیں۔ اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ پڑھیں۔

اعلیٰ حضرت کے ایک محب نے اپنے حالات بیان فرماتے ہوئے میراث کا ایک مسئلہ دریافت فرمایا۔ حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ عبادت کی رغبت ہے زن و فرزند حتی کہ والدین سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم فرزنداں فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر زندگی مستعار بسر کی جاتی۔ جواب بغور ملاحظہ فرمائیں۔

حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کاملہ میں ابد الآباد تک سرشار رکھے اور ہمیشہ اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی حسن کار دین و رضائے رب العالمین ہے، ریاضت و مجاہدہ نام کا ہے کا ہے؟ اسی کا کہ رضائے الٰہی میں اپنی خواہش کے خلاف کرنا، خدمت والدین، تربیت اولاد بلاشبہ رضائے رب العزت ہے۔ اور اب کہ آپ کی طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے اس کا خلاف کیجئے۔ یہی ریاضت ہوگی تعلقات سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے کہ اپنی تن آسانی کے لئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرائے میں آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کرے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں کی توفیق بخشے۔ اور آپ کے طفیل میں اس نالائق ننگ خلائق کی بھی اصلاح قلب و اعمال و تحسین احوال و افعال و تحصیل مرادات و آمال فرمائے۔ اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے۔ خاتمہ ایمان و سنت پر کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و اصحابہ و ابنہ و احزابہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العالمین۔ (ملخصاً فتاوی رضویہ یازدہم ص ۱۷۸)

امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے حرمین شریفین

حضرت مولانا سید وجاہت رسول قادری
کراچی، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ بات حرم مکۃ المکرمہ کے عالم جلیل، فاضل نبیل علامہ مولانا فضیلۃ الشیخ الاستاذ محمد یوسف الافغانی المکی علیہ الرحمہ نے شیخ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی محدثانہ شان دیکھتے ہوئے آج سے تقریباً ایک صدی قبل کہی تھی اور بلاشبہ آج بھی اتنی ہی صادق ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سرزمین عرب، بلکہ دنیائے اسلام میں اہلسنت والجماعت کی حکومت "سلطنت عثمانیہ" کے طمطراق کے ساتھ جاری تھی اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا شہرہ اکناف عالم اسلام میں دور ونزدیک تک پھیلا ہوا تھا۔

عالم اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد علامہ مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین پہلی بار حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حرم مکہ مکرمہ کے منصب جلیلہ "مفتی شافعیہ" پر فائز اور اس وقت کے عالم اسلام کی عظیم شخصیت علامہ مفتی حسین بن صالح جمل اللیل المکی قدس سرہ السامی (م ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۴ء) نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے (کعبہ میں بعد فراغت نماز مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا اور ان کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے: انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین۔ (میں اس کی پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں)۔[۲]

اس سفر میں علامہ شیخ حسین جمل اللیل کی سمیت متعدد جید علمائے مکہ مثلاً علامہ شیخ احمد بن زین دحلان مکی شافعیہ (م ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۱ء) اور علامہ عبدالرحمن سراج مکی مفتی حنفیہ (م ۱۳۰۱ھ/ ۱۸۸۳ء) نے امام احمد رضا کو فقہ واصول وتفسیر وحدیث وطرق سلاسل ودیگر علوم میں اسناد سے نوازا۔

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کردی اور پھر علمائے عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اور ان کی علمی وجاہت وصلاحیت کو اپنی تقاریظ اور تاثرات کی صورت میں خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

قول ماہر رضویات علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب: "محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل عربی تصانیف نے علمائے اسلام خصوصاً علمائے حرمین شریفین میں ان کے علمی وقار اور فقہ وحدیث وعلوم اسلامیہ میں ان کے بلند مقام کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے:

۱۔ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۹۴ھ/ ۱۸۷۱ء)
۲۔ المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء)
۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء)
۴۔ الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکۃ البہیہ (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء)

۵۔ الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۶۔ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)
۷۔ الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالم اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالم اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہو سکیں۔

۱۔ فتاوی الحرمین، ندوۃ العلماء (بھارت) کے بارے میں امام احمد رضا کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے، یہ جوابات بقول امام احمد رضا، ۲۰ گھنٹے میں قلمبند کیے گئے یعنی ۶ شوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر ۷ شوال ۱۳۱۷ھ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور صحیفہ مکمل کرلیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

تمّا ہو الاشغل عشرین ساعۃ ونہا الی المسجلات والاکل یفرد فما کان ذا الا بتوفیق ربنا لہ الحمد حمدا دائما یتأبد۔

یہ استفتاء و فتوی تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جب یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے ۱۶ اور مدینہ منورہ کے ۷ علمائے اعلام نے اسکی تصدیق و توثیق فرمائی۔ حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم و فضل کی بنا پر خراج عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب و آداب سے نوازا ہے۔

۲۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) کی عربی تصنیف المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے عربی تعلیقات و حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر ۳۷ علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔ ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے ایک کتاب تمہید ایمان بآیات قرآن تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات و احادیث نبویہ کی روشنی میں شان رسالت مآب ﷺ کی جھلک دکھائی ہے۔

۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں ۱۳۲۳ھ کو پیش کیے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں مسئلہ علم غیب پر فاضلانہ بحث کی ہے اور حضور ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہوئے بڑے معقول اور دلنشیں انداز سے اپنا موقف بیان کیا ہے، دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً ۷ علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں۔ الدولۃ المکیہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی، ہندوستان واپسی کے بعد ۱۳۲۵ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے جس کا تاریخی عنوان یہ ہے: الفیوض الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۵ھ)

۴، ۵۔ الاجازات الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اور الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ مرداد اور ان کے استاد مولانا حامد محمد جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے بھی کم مدت میں عربی رسالہ کفل الفقیہ الفاہم تحریر فرمایا، جب یہ رسالہ علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً شیخ الائمہ احمد ابو الخیر مرداد حنفی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال مکی، حافظ کتب الحرم سید اسماعیل بن خلیل حنفی، مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہم۔ امام احمد رضا سے قبل استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے بھی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا

کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا مگر امام احمد رضا نے شافی جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبد اللہ صدیق پھڑک اٹھے۔“

الحاصل یہ کہ اس دور میں امام احمد رضا کی شخصیت بلاد عرب خصوصاً حرمین شریفین میں جانی پہچانی تھی اور ان کے علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ ان تقاریظ اور تاثرات سے ہوتا ہے جو علمائے عرب نے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب پر تحریر کئے ہے بلکہ ان کے مطالعہ سے یہ بات کھل کے سامنے آتی ہے کہ ان علمائے یگانہ روزگار کی نظر میں امام احمد رضا کا علمی مقام اس قدر بلند و بالا تھا کہ ان کے معاصرین میں کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ مشت از خروارے چند تاثرات ملاحظہ ہوں:

(١) علامہ مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ حرم کعبہ فرماتے ہیں: ”فضائل کے دریا، علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت مولانا محقق، زمانہ کی برکت احمد رضا خاں بریلوی اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے“۔ ۵

(٢) شیخ الخطباء علامہ مولانا شیخ ابو الخیر مرداد فرماتے ہیں:

”بیشک وہ علامہ فاضل کہ اپنی آنکھوں کی روشنی سے مشکلوں اور دشواریوں کو حل کرتا ہے، احمد رضا خاں جو اسم با مسمّٰی ہے“۔ ٦

(٣) علامہ مولانا شیخ عبد الرحمٰن دھان تحریر کرتے ہیں: ”بالخصوص عالمان کا معتمد، رسوخ والے خاصوں کا خلاصہ، علامہ زماں، یکتائے روزگار، جس کے لئے علمائے مکہ معظمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے، بے نظیر ہے، امام ہے۔“ ٧

(٤) الشیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی المکی فرماتے ہیں:

”بیشک مؤلف اس زمانے میں علماء محققین کا بادشاہ ہے اور اس کی ساری باتیں سچی ہیں، گویا وہ ہمارے نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، جو اس یگانہ امام کے دست مبارک پر حق تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے“۔ ٨

(٥) اور شیخ موسیٰ علی شامی الازہری احمدی دردیری مدنی تحریر فرماتے ہیں:

”امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ“ ٩

(اماموں کے امام اور اس امت مسلمہ کے مجدد)

(٦) شیخ محمد یٰسین احمد الخیاری مدنی اپنی ایک تحریر میں امام احمد رضا کا مقام علم و فضل یوں بیان کرتے ہیں:

”ہو امام المحدثین“ ١٠

(وہ محدثین کے امام ہیں)

(٧) اور علامہ مولانا تفضل الحق مکی ان کی وسعت مطالعہ، استحضار علمی، دلائل و براہین میں گہرائی و گیرائی ملاحظہ کرتے ہوئے انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

”یہ جوابات بتا رہے ہیں کہ مؤلف، عالم علامہ، فاضل فہامہ ہے اور عمائد میں ایسا ہے جیسے بدن میں آنکھ“ ١١

غرض یہ کہ امام احمد رضا کا اکابر علمائے حرمین شریفین کی نگاہ میں بڑا مرتبہ اور مقام تھا، چنانچہ ان کی قدر و منزلت کا اندازہ کچھ ان واقعات سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

١۔ مکہ مکرمہ میں شیخ الخطباء، استاذ العلماء، علامہ مولانا الشیخ احمد ابو الخیر مرداد ضعیفی کی وجہ سے احمد رضا کی قیام گاہ پر نہ آ سکے، انہوں نے امام احمد رضا کو یاد فرمایا اور ان سے ان کا رسالہ ”الدولۃ المکیہ“ زبانی سماعت فرمایا، رخصت ہوتے وقت امام احمد رضا نے ان کے زانوئے مبارک کو ادباً ہاتھ لگایا تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے بیساختہ ارشاد فرمایا:

''انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم'' ۱۲؎

(میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں، میں آپ کی جوتیوں کو چوموں)

۳۔ علامہ مولانا محمد کریم اللہ مہاجر مدنی اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہیں کہ:

''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہوں، سرزمین ہند سے سینکڑوں ہزاروں انسان آتے رہتے ہیں، ان میں علماء، صلحاء اتقیاء سب ہی ہوتے ہیں، میرا مشاہدہ ہے کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا (کہ کونسی شخصیت جارہی ہے) لیکن ان کی (امام احمد رضا) کی مقبولیت کی عجب شان دیکھی کہ بڑے بڑے علماء اور اکابرین صلحاء آپ کو دیکھتے ہی آپ کی طرف لپکتے چلے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں عجلت کررہے ہیں۔'' ۱۳؎

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شیخ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی حرمین شریفین میں بڑی پذیرائی تھی اور وہاں کے اجل علماء، فقہاء، صلحاء اور محدثین کرام میں آپ کی شخصیت اور علمیت معروف تھی اور یہ علمائے حرمین شریفین ہی تھے جنہوں نے آپ کو ''امام الائمۃ'' ''المجدد ہذہ الامۃ'' اور ''یگانۂ روزگار'' تسلیم کیا۔

جن دنوں امام احمد رضا (۱۳۲۳/۱۹۰۵ء) دوسرے سفر حج پر تشریف لے گئے تھے حرمین شریفین اور حجاز مقدس، عثمانیہ سلطنت ترکی کے زیر نگرانی تھا۔ ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں یہود و نصاریٰ کی سازشوں کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ میں شکست و ریخت کا آغاز ہوا تو صوبجات شام و عراق، نجد و مصر کی طرح صوبۂ حجاز نے بھی آزاد مملکت ہونے کا اعلان کردیا اور یہاں ہاشمی حکومت قائم ہوئی، پھر ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں نجد کے حکمران عبدالعزیز ابن سعود نے انگریزوں کی مدد سے حجاز پر قبضہ کرکے سعودی (نجدی وہابی) حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس انقلاب میں حرمین شریفین کے علماء و صلحائے اہلسنت پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے، بہت سے شہید کئے گئے، کچھ آس پاس کے عرب ممالک اور دیگر اسلامی ملکوں کو ہجرت کر گئے جو بچ رہے ان سے ان کے منصب چھین لئے گئے۔ دونوں مقدس حرموں کی انتظامیہ، نظام تعلیم، مسند افتاء و قضاء پر ریاض و نجد سے لائے ہوئے علماء کو قابض کردیا گیا۔ تو اب سعودی دور کے ابتدائی ۵۰ سالوں میں حرمین شریفین کے اہلسنت کے ان اجل علمائے کرام کی مسندوں، مدرسوں اور گھروں کے ویران ہوجانے کی وجہ سے ان کے بے شمار شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بھی سارے عالم اسلام میں منتشر ہوگئے اور جو بچ رہے ظلم و جور اور لالچ کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور جان و مال اور عزت و آبرو کی امن کی خاطر وہابیت قبول کرلی۔ لہذا اب ان علماء کرام کی حیات اور کارناموں سے متعلق دنیا کو بتانے والا کوئی نہ رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کے پس ماندگان اولاد و احفاد اور تلامذہ اور ان کی نسلوں نے حرمین شریفین کے ان جید علماء کے تذکروں کو ضبط تحریر میں لانا شروع کردیا جس کے بعد اب اتنا لٹریچر مہیا ہوگیا کہ عثمانی اور ہاشمی دور کے علما کے حالات منظر عام پر آنے لگے لیکن چونکہ یہ تمام تذکرے عربی میں تھے اس لئے ایک زمانے تک اردو داں طبقہ ان سے استفادہ نہیں کرسکا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مخالفین اہلسنت، دیوبندیوں اور وہابیوں نے یہ تحریک چلائی کہ جن علمائے حرمین شریفین نے امام احمد رضا کی مذکورہ کتب پر تقریظات تحریر کی ہیں یا جو امام موصوف کے مدح خواں اور ہم نوا تھے ان کا علمائے عرب میں کوئی مقام نہیں تھا اور دراصل جید یہ عام شدبد کے لوگ تھے جن کو بطور علما پیش کیا گیا، کیونکہ اگر وہ واقعی علماء ہوتے تو ان علما کا کسی کتاب میں تو ذکر ملتا، ان کی کوئی تصنیف کردہ کتاب تو دستیاب ہوتی۔ جیسا کہ سعودی علما پر لکھی ہوئی اور ان کی اپنی تصانیف کثرت سے دنیائے عرب میں موجود ہیں، پھر یہ بھی دلیل دیتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آج علمائے عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بحیثیت عالم امام احمد رضا کی کوئی حیثیت نہیں ہے البتہ ''بدنام بدعتی'' کی حیثیت سے وہ ضرور معروف ہیں۔

ہم جناب محمد بہاؤالدین شاہ صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے زیر نظر کتاب تالیف فرما کر اس جھوٹ کا پول کھول دیا ہے۔ یہ کتاب ''امام احمد رضا اور علمائے حرمین شریفین'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے تفصیلاً بتایا ہے کہ متذکرہ علماء وافاضل علماء ہی نہیں تھے بلکہ یہ اعلیٰ منصبوں پر بھی فائز تھے، جن کے نام یہ ہیں:

شیخ السادات، شیخ العلماء، شیخ الخطباء، امام حرم، خطیب حرم، مدرس حرم، محافظ کتب حرم، مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، مفتی حنابلہ، مفتی مکہ وغیرہ۔ ان تمام مناصب کی اہمیت وفضیلت محتاج بیان نہیں کیونکہ خلیفہ عثمانی کی طرف سے متعین امیر مکہ (گورنر مکہ) اعلیٰ اعیان حکومت اور کبار مذہبی شخصیات کے مشوروں سے ان مناصب پر علماء کا تقرر کرتا تھا۔

اس کتاب میں شاہ صاحب نے امام احمد رضا کے اساتذہ، خلفاء، تلامذہ، مقرظین (ان کی مذکورہ بالا کتب پر تقریظات لکھنے والے) اور متوسلین علماء اور دیگر اہم اجل علمائے اہلسنت کی حیات اور تصنیفی، تدریسی، اور تحقیقی کارناموں کا محققانہ انداز میں تمام سیاق وسباق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

☆باب اول: فاضل بریلوی اور علمائے مکہ مکرمہ

☆باب دوم: فاضل بریلوی اور مرداد علماء

☆باب سوم: فاضل بریلوی اور مفتی مالکیہ، شیخ حسین مکی الازہری کا خاندان

☆باب چہارم: فاضل بریلوی اور امام ابراہیم دحان مکی کا خاندان

☆باب پنجم: فاضل بریلوی اور شیخ الاسلام محمد سعید باصبیل مکی شافعی

مؤلف نے سینکڑوں جدید عربی کتب ورسائل کے علاوہ پرانے مآخذ ومخطوطات اور اردو کتب ورسائل سے بھی استفادہ کیا ہے۔ فہرست مآخذ دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے مؤلف ممدوح نے حقائق کی چھان بین میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے جو تفاصیل یا متعلقہ ذیلی واقعات اصل متن میں بیان نہ ہو سکے اسے اشاریات کے ساتھ ''حوالے اور حواشی'' کے تحت بیان کیا ہے۔ قاری کی سہولت کے لئے ان مزید مآخذ کا ذکر بھی کر دیا ہے جہاں سے موضوع سے متعلق کچھ اضافی معلومات مہیا ہو سکتی ہیں۔ گویا انداز تحریر نہایت سادہ، اسلوب محققانہ اور تسلسل وتاریخی تواتر کے ساتھ ہے۔

امام احمد رضا کے علمائے حرمین شریفین پر جتنے تذکرے سعودی دور میں لکھے گئے یا پرانے مخطوطات اب شائع کئے گئے ان میں عمداً عقائد اہلسنت اور بعض اہم شخصیات اہلسنت کے ذکر کو یا تو بالکل حذف کر دیا گیا یا تحریف شدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے لیکن مؤلف ممدوح نے دوران مطالعہ اس تحریف وتحذیف کو بھانپ لیا اور نہایت دیانت داری کے ساتھ اصل حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے مثلاً فاضل بریلوی کے خلیفہ امام حرم علامہ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تصنیف ''نشر النور والزہر'' کا تعارف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''یہ کتاب مکہ مکرمہ میں خدمات انجام دینے والے گذشتہ پانچ صدیوں کے علمائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے......اور یہ بجا طور پر علامہ تقی الدین فاسی (م ۸۳۲ھ) کی کتاب ''العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین'' (مطبوعہ ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء مصر) جس میں مکہ مکرمہ کے (ابتداء سے لے کر ان کے دور تک) آٹھ سو علماء کے حالات درج ہیں، اس کے بعد اہم ترین کتاب ہے۔''

آگے چل کر مؤلف موصوف نے بتایا کہ یہ مخطوطہ جو بہت ضخیم تھا اس کو من وعن شائع کرنے کے بجائے سعودی علماء کی کمیٹی نے اس کا اختصار شائع کرنے کا فیصلہ کیا جو سات سال میں تیار ہوا۔ آگے لکھتے ہیں کہ:

''یہ دونوں قلمکار (جو اس کا خلاصہ تیار کر رہے تھے) اپنے مخصوص نظریات کے تناظر میں اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے ایسے مواد جو غیر مفید یا تکرار پر مبنی تھے، نیز اس میں درج ایسی حکایات و اقوال جو بلا سند تھے اور اس میں موجود بکثرت مواد جو مبالغہ آمیز تھا، سب نکال دیا اور پھر ہم نے اس کتاب کو نئے سرے سے مرتب کیا، اس پر تحقیق کی، حواشی لکھے اور ارقام درج کئے''۔

(گویا مصنف کی اصل کتاب کا صرف اس لئے حلیہ بگاڑ دیا گیا کہ وہ اہلسنت کے علماء کے کارناموں اور ان کے عقائد کے ذکر سے بھری ہوئی تھی، علمی بددیانتی کی ایسی مثال وہ بھی تحقیق کے نام پر کہیں نہ ملے گی۔ وجاہت)

اس پس منظر میں اختتامی سطور میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''اس کتاب نے جن ہاتھوں سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کئے اس بنا پر مطبوعہ نسخے میں مصنف کے مرشد، فاضل بریلوی کا کسی بھی حوالے سے تفصیلی ذکر نہ ہونا تعجب کی بات نہیں، لیکن اس کے باوجود اس میں ایک مقام پر ایک سطر میں آپ کا ذکر آ گیا ہے۔ جس سے مصنف اور فاضل بریلوی کے درمیان تعلق اور اس کی نوعیت بخوبی عیاں ہے، شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد لکھتے ہیں: شیخنا العلامۃ احمد رضا خان بریلوی'' یعنی ہمارے شیخ علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ''

غرض یہ کہ اس وقت پاک و ہند بنگلہ دیش اور قاہرہ و بغداد کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں کام کرنے والے محققین جو امام احمد رضا کے عرب اساتذہ اور خلفاء و تلامذہ کے احوال و آثار کے متلاشی تھے۔ انہیں زیر نظر کتاب کے متن میں اور اس میں درج ماخذ و مراجع میں بڑی مفید معلومات مل جائیں گی۔

ہم مؤلف ممدوح محترم محمد بہاء الدین شاہ صاحب کے ممنون و مشکور ہیں کہ انہوں نے اردو زبان میں تیرہویں چودہویں صدی کے علمائے حرمین شریفین کے احوال میں یہ کتاب تالیف کر کے خصوصاً ''رضویات'' کے حوالے سے ایک اہم تحقیقی پیش رفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے جزیل عطا فرمائے اور ان کے علم و فضل میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا مولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

حوالہ جات

(۱) حسام الحرمین، مطبوعہ دار العلوم، کراچی (۲۰۰۰ء) ص ۲۲

(۲) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۲، مطبوعہ ادارۂ مسعودیہ، کراچی ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

(۳) رحمٰن علی، تذکرۂ علمائے ہند (فارسی) مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء ص ۱۵، ۱۶، بحوالہ ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' ص ۱۴، ۱۵

(۴) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸

(۵) حسام الحرمین (اردو) مطبوعہ مکتبۂ نبویہ ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ لاہور، ص ۲۵

(۶) ایضاً ص ۲۳ (۷) ایضاً ص ۳۶

(۸) احمد رضا خاں امام ''الدولۃ المکیہ'' مطبوعہ ''مؤسسۃ رضا'' الجامعۃ النظامیہ الرضویہ، لاہور (۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) ص: ۱۹۶

(۹) ایضاً ص ۲۰۳ (۱۰) ایضاً ص ۲۰۹

(۱۱) ایضاً ج ۱، ص ۱۳۶ (۱۲) احمد رضا خاں، امام، الملفوظ، ج ۱، ص ۱۰

(۱۳) احمد رضا خاں، امام رسائل رضویہ، ص ۲۵۳، بحوالہ ''امام احمد رضا اور عالم اسلام'' ص ۷۶

امام احمد رضا اور زبان عربی

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
کراچی پاکستان

امام احمد رضا گو عجمی تھے مگر ان کی فطرت عربی تھی اور مزاج حجازی۔ وہ ایک ایسے عالم تھے جن کو ہندی ہوتے ہوئے عربی کہا جا سکتا تھا۔ عربی جاننا اور بات ہے اور عربی ہونا اور بات۔ پاک و ہند کے بہت سے علما عربی جانتے تھے مگر یہ بات شاذ و نادر ہی کسی میں ہوگی کہ وہ عجمی ہوتے ہوئے عربی محسوس ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روز اول ہی سے امام احمد رضا کی فطرت سلیمہ میں عربی ودیعت کر دی گئی تھی۔ امام احمد رضا کی تصانیف[1]، مکاتیب[2]، سندات اجازت[3] اور اشعار وغیرہ سے عربی زبان میں ان کی مہارت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان کی ہزار سے زیادہ عربی، فارسی اور اردو تصانیف ہیں، مگر ما سوائے چند ایک کے سب کتابوں کے نام عربی اور تاریخی ہیں۔ ان کے فکر و شعور پر عربی کی چھاپ لگی ہوئی تھی، امام احمد رضا کی پہلی تصنیف عربی زبان میں سامنے آئی۔ اس کا عنوان ہے:

ضوء النهاية فى اعلام الحمد والهداية[5]

اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ۱۳ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ میں یہ کتاب تصنیف فرمائی، اسی لئے عرض کیا گیا کہ گو وہ عجمی تھے مگر حقیقتاً عربی تھے۔ انہوں نے اپنا سنہ ولادت اور سنہ وفات آیات قرآنی سے نکال کر یہ بتایا ہے کہ ان کو قرآن اور زبان قرآن سے کس قدر انس و محبت ہے۔ مندرجہ ذیل آیتوں میں پہلی آیت سے سنہ ولادت نکلتا ہے اور دوسری آیت سے سنہ وفات:

(ا) اولئك كتب فى قلوبهم الايمان و ايدهم بروح منه[6] (۱۲۷۲ھ)

(ب) و يطاف عليهم بآنية من فضة و اكواب[7] (۱۳۴۰ھ)

امام احمد رضا عربی نظم و نثر پر ایسے قادر تھے کہ بلا تکلف لکھتے چلے جاتے۔ ہندوستان کے رہنے والے عربی نژاد اور ہندی نژاد عربی دانوں کی بھی ان کے سامنے پیش نہ چلتی اور ساکت و صامت ہو جاتے۔ چنانچہ ایک عربی نژاد عالم مولوی طیب علی صاحب (پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور) نے ۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ کو امام احمد رضا کے رسالے 'ازالۃ العار' (۱۳۱۶ھ) کا تعاقب کرتے ہوئے عربی میں ایک خط لکھا، امام احمد رضا نے ۲۰ر جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ کو اس کا جواب ارسال کیا۔ مولوی طیب صاحب تین ماہ تک خاموش رہے۔ چنانچہ امام احمد رضا نے ۵ر ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو تیسرا خط لکھا جس پر مولوی طیب صاحب نے جواب بھیجنے کا وعدہ کیا، اس کے جواب میں امام احمد رضا نے چوتھا خط ۹ر ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا مگر مولوی طیب نے حسب وعدہ جواب ارسال نہ کیا جس پر امام احمد رضا نے پانچواں خط ۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ کو ارسال کیا۔ یہ ساری خط و کتابت عربی میں ہوئی اور بالآخر مولوی طیب صاحب خاموش ہو گئے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولوی طیب صاحب کے تینوں خطوط مجموعی طور پر ۳۹ سطروں پر مشتمل ہیں، جن میں املا اور صرف و نحو کی دس غلطیاں ہیں، مولانا سید محمد عبدالکریم قادری مجیدی نے ان کی نشاندہی کی ہے۔ برخلاف اس کے امام احمد رضا کے عربی خطوط عربی زبان پر ان کی مہارت کے شاہد عادل ہیں۔ وہ نہ صرف امام احمد رضا بلکہ آپ کے خلفا بھی زبان عربی میں مجتہدانہ نظر رکھتے تھے، چنانچہ آپ کے خلیفہ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (م ۱۳۵۸ھ) صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے عربی زبان پر 'المبین' کے

نام سے ایک فاضلانہ کتاب لکھی تھی جو ۱۳۲۸ھ میں علی گڑھ سے شائع ہوئی اور پھر ۱۳۹۸ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے مدیر الہلال (قاہرہ) جرجی زیدان کے افکار باطلہ کا تعاقب کیا ہے اور عربی زبان کی عظمت کو اس کے دست برد سے بچا کر وہ مقام بخشا ہے جو دینی بھی ہے اور تشدیدی بھی، یہی نہیں بلکہ فاضل مصنف نے مستقل فن مدون فرما دیا جس کے آثار اگلوں کی تصانیف میں کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔

جب یہ کتاب مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے مطالعہ کی تو بے ساختہ کہا:

مولانا نے اس عظیم موضوع پر اردو میں یہ کتاب لکھ کر ستم کیا عربی یا انگریزی میں ہوتی تو کتاب کا وزن اور بڑھ جاتا۔ ۹

اور جب شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے مطالعہ کیا تو خود مصنف سے فرمایا:

''مولانا آپ نے عربی زبان کے بعض ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے جن کی طرف میرا دھیان کبھی منتقل نہیں ہوا تھا۔'' ۱۰

نواب حبیب الرحمٰن شیروانی (صدر الصدور ریاست حیدرآباد دکن) نے اس کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے:

''جو مضامین 'المبین' میں پڑھے کبھی اس کا واہمہ بھی نہ ہوا تھا کہ زبان عربی ان حقائق و معارف سے مالا مال ہے۔'' ۱۱

(ج) امام احمد رضا جس بے ساختگی اور بے تکلفی کے ساتھ عربی نثر لکھا کرتے تھے اسی بے ساختگی کے ساتھ عربی اشعار کہتے تھے۔ ان کی تصانیف، فتاویٰ، مکتوبات، ملفوظات، سندات اجازت وغیرہ میں عربی اشعار کثرت سے بکھرے پڑے ہیں۔ مثلاً ان کی تصنیف لطیف 'الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ' (۱۳۲۴ھ) میں بہت سے عربی اشعار ملتے ہیں۔ ۱۲ اسی طرح ملفوظات میں بھی بعض مقامات پر عربی اشعار نظر آتے ہیں، مثلاً الملفوظ (۱۳۳۸ھ) جلد دوم میں امام احمد رضا لکھتے ہیں کہ وہ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ میں علیل ہوئے تو حافظ کتب حرم شیخ سید اسمٰعیل بن خلیل روزانہ بلا ناغہ عیادت کے لئے آتے تھے، لیکن دو روز مسلسل خلاف معمول آنا نہ ہوا تو امام احمد رضا نے ان کو ایک پرچے پر یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

ھذان یومان ما فزنا بطلعتکم	ولو قدرنا جعلنا راسنا قدما
قالوا الفداء خلیل للعلیل شفاء	الا تحبون ان تبحروا الناسقما
عودتمونا طلوع الشمس کل ضحی	وھل سمعتم کریما یقطع الکرما ۱۳

ترجمہ: یہ دو دن ایسے گذرے کہ دیدار نصیب نہ ہوا، اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے، لوگ کہتے ہیں کہ وصل یار بیماری کے لئے شفا ہے کیا آپ ہماری بیماری کے لئے شفا نہیں چاہتے؟ آپ نے ہمیں عادی بنا دیا ہے کہ ہر چاشت کو سورج طلوع کرے اور آپ نے کہیں سنا ہے کہ کریم نے کرم کرنا چھوڑ دیا ہو؟

امام احمد رضا کے خلیفہ قطب مدینہ شیخ ضیاء الدین مدنی نے جب امام احمد رضا کی عربی حمد منظوم علماء مصر کو سنائی تو وہ پھڑک اٹھے اور سب نے بیک زبان کہا کہ یہ اشعار کسی فصیح اللسان عربی شاعر کے معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۴ آیئے آپ بھی اس حمد کے چند اشعار سماعت فرمائیں:

الحمد للمتوحد	بجلاله المتفرد
وصلوته دوما علی	خیر الانام محمد
والآل والاصحاب ھم	مأوی عند شدائد
و بمن اتی بکلامه	وبمن ھدی و بمن ھدی

ترجمہ: (۱) خدا یکتا کی حمد و ثنا ہے وہ اپنی عظمت و بزرگی میں یکتا و یگانہ ہے۔

(۲) تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خدا کی رحمت ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔

(۳) اور ان کی آل اور اصحاب پر رحمت نازل ہوتی رہے جو نیکیوں میں میرا ٹھکانہ ہیں۔

(۴) بارگاہ الٰہی میں وہ میرا وسیلہ ہیں جو اللہ کا کلام لائے جنہوں نے راہ راست کی طرف راہنمائی کی اور جن کے ذریعے مخلوق کی ہدایت ہوئی۔

پیر عبدالغنی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۲ رشوال ۱۳۲۸ھ پر امام احمد رضا نے ۱۰ اشعار پر مشتمل عربی میں ایک قطعہ تاریخ تحریر فرمایا تھا اس کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

الـمـوت حـق بـالامـن جـآء　　　متيـقـن والـنـاس فـی الـعماء

انساهـم الانسـاء فـی اجـالهـم　　　مـع مـايـرون مـن اية يـولاء

الـنـقـص مـن امـوالهـم وثـمـارهـم　　　والاخـذ بـالبـاسـاء والضـراء

عـجـبـا لـخـافيـه غـدت مـخـفـية　　　وبـدت مـن الـخـضـراء والغبراء

الـطـفـل شـب و شـاب وهـو كـمـا بـدا　　　يـلهـو ويـلـعـب نـاسـيـا لـقـضـاء

رقـم الـرضـاء تـاريـخـه مـتـفـاؤلا

عـبـد الـغـنـی بـجـنـة عـليـاء ۱۳۲۸

ترجمہ: (۱) موت حق ہے، عجب اس آنے والی سے جو یقینی ہے اور لوگ اس سے بھلاوے میں ہیں۔

(۲) ان کی موت میں ڈھیل نے انہیں بھلا دیا، حالانکہ پے در پے اس کی نشانیاں دیکھ رہے ہیں۔

(۳) ان کے مالوں اور پھلوں میں کمی اور سختی و آزار کی گرفت۔

(۴) عجب اس نہاں یا عیاں سے کہ پوشیدہ رہی حالانکہ آسمانوں وزمینوں سے ظاہر ہو رہی ہے۔

(۵) بچہ جوان ہوا، بوڑھا ہوا اور روز اول کی طرح کھیل کود میں ہے، قضا کو بھولا ہوا۔

(۶) رضا نے فال کے طور پر اس کی تاریخ لکھی، عبدالغنی بہشت بریں میں ہیں۔

ہندوستان کے مشہور محقق ونقاد قاضی عبدالودود باکی پور (پٹنہ) کے والد ماجد قاضی عبدالوحید صاحب امام احمد رضا کے خلیفہ تھے، ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو انہوں نے وصال فرمایا۔ امام احمد رضا خاں وصال سے قبل ۱۸ ربیع الاول کو پٹنہ پہنچ گئے تھے اور جنازے میں شریک تھے۔ مہتمم رسالہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جنازے میں ہمراہ جاتے ہوئے راستے ہی میں امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل تاریخیں کہیں:

يـا اكـرم الـخـلـق انـت الـكـريـم　　　اكـرم الـقـاضـی عبد الوحيد

قـال الـرضـا الـدعـا حـيـن ارخ　　　ارحـم الـقـاضـی عـبـد الـوحـيـد ۱۳۲۶

وهب المتقون من جنات و عيون۔ ۱۸ ـ

مولانا مفتی محمد برہان رکن الدین جبل پوری کے جد امجد مولانا شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ کی وفات پر یہ قطعہ تاریخ ارشاد فرمایا:

قـيـل مـات الـذكـی عـبـد الـكـريـم　　　قـلـت كـلا بـل اصـطـفـی بـدوام

حـی عـن بـيـنـه فـكـيـف يـمـوت　　　انـمـا الـمـيـت هـالـك الاوهـام

ایمسوت الذی لہ خلق سلم اللہ مثل عبد السلام
جبل الدین راسخ بقلمہ فی حبفور شامخ الاعلام
قلت تاریخ عیشہ الابد یدام عبد الکریم خلد کرام ۱۹ ۔

کتاب الطاری الداری لھفوات عبد الباری (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) مطبوعہ بریلی میں بھی تقریباً ۲۰ر عربی اشعار ہیں۔

ڈاکٹر حامد علی (لیکچرر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایک وقیع مقالہ لکھا ہے اور کچھ اہم ماخذ کی نشاندہی کی ہے۔ ۲۰

مولانا محمود احمد قادری (استاذ مدرسہ احسن المدارس قدیم، کانپور) بھی مندرجہ ذیل عنوان پر کام کر رہے ہیں:

'امام احمد رضا اور ان کا عربی کلام'

مولانا موصوف نے اپنی ایک مکتوب (محررہ ۱۵ر فروری ۱۹۷۵ء) میں امام احمد رضا کے عربی کلام کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی ہیں اور لکھا ہے: "امام احمد رضا اور ان کا عربی کلام' اس عنوان پر میں نے کام شروع کر دیا ہے۔"

حدائق بخشش (حصہ پنجم) عربی کلام پر مشتمل ہے، میرے استاذ مولانا حامد علی خاں رام پوری (ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے اپنے مقالے 'ہندوستان کے عربی گو شعراء' میں جس پر ان کو (ڈاکٹریٹ کی) ڈگری تفویض ہوئی۔ حضرت کا کچھ کلام جمع کیا ہے۔ ۲۱

امام احمد رضا نے 'آمال الابرار' کے نام سے ایک عربی قصیدہ بھی لکھا تھا، مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے نام امام احمد رضا کے مکتوبات میں بھی بہت سے عربی اشعار مل جاتے ہیں، الغرض امام احمد رضا کے عربی کلام کا ایک عظیم ذخیرہ ان کی تصنیفات میں موجود ہے۔

امام احمد رضا اور فصاحت و بلاغت:

امام احمد رضا عربی نثر و نظم دونوں میں یگانۂ روزگار تھے، ان کی فصاحت و بلاغت کی خود علمائے عرب نے گواہی دی ہے اور زبان سے بڑھ کر کس کی گواہی ہوگی؟

عالم جلیل شیخ احمد ابوالخیر میرداد (والد ماجد امام مسجد حرام، مکہ معظمہ) نے جب امام احمد رضا کا رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی قرطاس الدراہم مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کو علم و فصاحت میں بے مثل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله علی وجود مثل هذا الشيخ فاني لم ارمثله فالعلم والفصاحة وسعة الباع مع حسن سبك العبادة. ۲۲

سید مامون البری مدنی نے احمد رضا کو 'جادو نگار' اور شیخ علی بن حسین مکی نے 'مرجع کار' قرار دیا ہے اور لکھا ہے:

(ا) صاحب القلم الاسحار والكلم الفائق لطفها نسيم الاسحار. ۲۵

(ترجمہ) جن کا قلم جادو کی طرح فریفتہ کرتا ہے، جن کی باتوں کا لطف نسیم سحر پر فوقیت رکھتا ہے۔

(ب) ابدی معانی المشکلات بیانه و بدیع منطقه الجواهر نظمت. ۲۶

ترجمہ: مشکلات اس سے کھلے اس کا بیان ایسا بدیع، جس کا لڑیوں سے ہے جواہر کو زیب و زینت اور شیخ سعید بن محمد (مدرس مسجد حرام مکہ معظمہ) نے لکھا ہے کہ امام احمد رضا کی سطریں کیا ہیں، گویا موتیوں کی لڑیاں ہیں:

کانها جواهر تکونت من الفاظ عذاب و مواهب لاتدرك بيد اكتساب. ۲۷

ترجمہ: تو میں نے اسے خالص سونے کا ٹکڑا پایا اور موتیوں اور یاقوت اور زبرجد کی لڑیوں سے ایک جوہر۔

امام احمد رضا کے فتاوی العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه، کی جلد پنجم کا حصہ اول ۱۳۹۴ھ میں لاہور سے شائع ہوا ہے، امام احمد رضا نے عربی میں اس کا مقدمہ لکھا ہے، اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اس مقدمے میں ۹۰ رکتب فقہ کے نام بے تکلف سلک مروارید کی مانند اس طرح آتے ہیں کہ مقدمہ کی معنویت مجروح تو کیا ہوتی اور دوبالا ہوگئی۔ تاہم [illegible] کی عبارت میں اس حسن وخوبی سے کھپادینا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ وہی کرسکتا ہے جس کو فقہ کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی عبور حاصل ہو۔

عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری نے امام احمد رضا کو زبان وبیان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

و یذعن فصاحتها کل ناظم وناثر. ۲۹ ترجمہ: اور سب ناظم وناثر اس کی فصاحت کے آگے گردن جھکائے ہوتے ہیں۔

اور شیخ اسعد بن دحان مکی نے تو یہاں تک لکھا ہے:

العلامة الذی افتخرت به الاواخر علی الاوائل والفهامة الذی ترک تبیانه سحبان باقل. ۳۰

ترجمہ: وہ علوم جس کے سبب پچھلے، اگلوں پر فخر کرتے ہیں اور جلیل فہم والا جس نے اپنے بیان روشن سے سحبان فصیح البیان کو باقل بے زبان کر چھوڑا۔ اور شیخ علی حسین مکی نے 'رب البلاغه' کے خطاب سے نوازا ہے:

ذا خیرة مولی المعارف والهدی

رب البلاغة، من به الدنیا زهت

ترجمہ: رب بلاغت کا، معارف کا ہدیٰ کا مولیٰ، صاحب علم کہ دنیا کا ہے ناز وزینت۔

حوالہ جات

۱ احمد رضا خاں، جد الممتار حاشیہ رد المختار، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۹ھ

۲ محمد عبدالکریم قادری، اطائب الصیب علی ارض الطیب، (۱۳۱۹ھ) مشمولہ رسائل رضویہ جلد اول ص ۲۸۵/۳۲۲۔

۳ احمد رضا خاں، الاجازۃ المتینہ لعلماء مکہ والمدینہ (۱۳۲۴ھ) مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم ص ۳۳۷/۴۰۲

۴ (ا) ڈاکٹر حامد علی خاں، امام احمد رضا کی عربی شاعری مشمولہ انوار رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ ص ۵۳۳/۵۳۶

(ب) مفتی سید شجاعت علی، مجدد الامۃ مطبوعہ کراچی، ۱۳۹۹ھ ص ۷

۵ امام احمد رضا کی زندگی میں ان کے خلیفہ مولانا ظفر الدین رضوی نے امام احمد رضا کی ۱۳۲۷ھ تک معلومہ تصانیف کی تفصیلات کو اپنی کتاب 'المجمل المعدد لتالیفات المجدد' میں جمع کیا تھا، یہ کتاب مطبع حنفیہ، پٹنہ سے شائع ہوئی ص ۵ پر ضوء النہایہ کا ذکر ہے۔

۶ القرآن الکریم، سورۃ المجادلہ ۲۲، ظفر الدین رضوی حیات اعلیٰ حضرت ۱۳۳۸ھ مطبوعہ کراچی ص ۱

۷ القرآن الحکیم، سورۃ الدہر ۱۵، حسنین رضا خاں، وصایا شریف مطبوعہ ص ۲۱

۸ مولوی طیب صاحب کے تین عربی خطوط اور امام احمد رضا کے پانچ عربی خطوط رسالہ اطائب الصیب علی ارض الطیب میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ رسالہ رسائل رضویہ جلد اول (مرتبہ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۲۲۳ تا ۲۸۵) میں شامل ہے۔

۹ (ا) سلیمان اشرف، المبین، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۸ھ ص ۳۷

(ب) محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہلسنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۱۰۰

۱۰ رشید احمد صدیقی، گنج ہائے گراں مایہ، مطبوعہ حیدرآباد دکن ص ۳۲۔

۱۱ سلیمان اشرف، المبین، مطبوعہ لاہور ص ۹

۱۲؎ احمد رضا خاں، رسائل رضویہ، جلد دوم (مرتبہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری مظہری) مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۶ھ ص ۲۸۲/۲۸۶/۲۸۸/۲۹۰ ۲۹۲اور۲۹۲۔

۱۳؎ احمد رضا خاں، الملفوظ (۱۳۳۸ھ) مطبوعہ کراچی جلد دوم، ص ۱۸

۱۴؎ انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ، لاہور ۱۳۹۷ھ ص ۵۳۸۔

۱۵؎ انوار رضا شرکت حنفیہ لمیٹڈ مطبوعہ لاہور ص ۵۳۹۔

۱۶؎ ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ ص ۳ مخزونہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

۱۷؎ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ) ص ۳۱

۱۸؎ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ) ص ۳۱

۱۹؎ مکتوب مفتی محمد برہان الحق محررہ ۲۸/جولائی ۱۹۷۸ء/۲۱/شوال ۱۳۹۸ء از جبل پور

۲۰؎ ملاحظہ فرمائیں انوار رضا مطبوعہ لاہور ص ۵۳۲/۵۳۳

۲۱؎ مکتوب محررہ ۱۵/فروری ۱۹۷۵ء از کانپور بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور (پاکستان)

۲۲؎ ماہنا الرضا (بریلی) شمارہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

۲۳؎ محمد مصطفےٰ رضا خاں، الطاری الداری، (۱۳۳۹ھ) جلد سوم مطبوعہ بریلی ص ۷۷

۲۴؎ مکتوب سید اسمٰعیل بن خلیل (حافظ کتب حرم) مکہ معظمہ محررہ ۱۲/رجب المرجب ۱۳۲۴ھ بنام امام احمد رضا خاں (مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم ۱۳۹۶ھ ص ۲۶۴)

نوٹ: کفل الفقیہ اور فتاویٰ رضویہ کے بارے میں صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں: یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ یشہد بذلک مجموع فتاواہ و کتبہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث و عشرین و ثلاث مائۃ و الف. (نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ جلد ہشتم ص ۴۱)

لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے شعبہ علوم اسلامیہ کے پروفیسر جے، ایم، ایس، بلیان نے کفل الفقیہ کا مطالعہ کیا تو راقم کو لکھا: جہاں تک کفل الفقیہ کا تعلق ہے احمد رضا خاں کے دلائل کا مودودی کے دلائل سے تقابل کیا جانا چاہیے۔ کیوں کہ دونوں نے سود کو رد کیا ہے مگر کیا ایک ہی چشمہ کی بنیاد پر؟ (مکتوب انگریزی محررہ ۲۳/مارچ ۱۹۷۹ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد)

۲۵؎ مکتوب سید مامون البری مدنی محررہ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ بنام امام احمد رضا خاں

۲۶؎ احمد رضا خاں: حسام الحرمین مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ ص ۷۳

۲۷؎ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ (مرتبہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری مظہری) جلد اوّل، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۴ھ ص ۲۶

۲۸؎ احمد رضا خاں: حسام الحرمین ص ۱۰۱

۲۹؎ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، جلد اوّل ص ۵۸

۳۰؎ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، ص ۷۹

۳۱؎ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، ص ۷۳ (مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ)

حضرت علامہ نقی علی خان بریلوی
اور فروغ علم دین کے لئے ان کی مساعی جمیلہ

مولانا عبدالسلام رضوی مہوا کھیڑوی
استاذ جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

علم دین کی ضرورت واہمیت اور اس کے فضائل وفوائد ایسے امور نہیں ہیں جن کے بیان کی احتیاج ہو۔ یہ علم دین ہی ہے جس کے حاملین کے لئے قرآن مجید یوں ارشاد فرماتا ہے:

یرفع اللہ الذین امنوا منکم لا والذین اوتوا العلم درجت ۔[پ۲۸:ع۲]

یعنی اللہ تمہارے ایمان والوں کے، اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

اور ان کے لئے خیر کثیر کی بشارت سناتا ہے:

و من یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ط[پ۳:ع۵]

اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔

صاحب درمختار حکمت کے بارے میں فرماتے ہیں:

قدفسر الحکمۃ زمرۃ ارباب التفسیر بعلم الفروع الذی ھو علم الفقہ ۔

(درمختار مع شامی جلد اول،ص ۲۸)

یعنی مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ حکمت سے مراد احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے، جس کو علم فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ علم دین ہی ہے جس کے بارے میں معلم کائنات، خلاصہ موجودات، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔

(الترغیب والترہیب، ج۱،ص ۹۶، کنز العمال، ج۱،ص ۱۳)

یعنی ہر مسلمان مرد وعورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے، حدیث شریف میں علم سے مراد علم دین ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس حدیث کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت ہے۔ تو یہ صادق نہ آئے گا مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو، اور فرض عین نہیں مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو، ان کا اعم واشمل، اعلیٰ واکمل، اہم واجل علم اصول عقائد ہے۔ جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان، سنی المذہب ہوتا ہے۔ اور انکار ومخالفت سے کافر یا بدعتی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ سب سے پہلا فرض آدمی پر اس کا تعلم ہے۔ اور اس کی طرف احتیاج میں سب یکساں۔

پھر علم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات، جن کے جاننے سے نماز صحیح طور سے ادا ہو سکے۔ پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہو تو مسائل زکوۃ، صاحب استطاعت ہو تو مسائل حج، نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضرور مسئلہ

تاجر ہو تو مسائل بیع وشراء، مزارع پر مسائل مزارعت، موجر ومستاجر پر مسائل اجارہ، وعلی ہذا القیاس ہر شخص پر اس کی حالت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض ہے۔

اور انہیں میں سے ہیں مسائل حلال وحرام، کہ ہر فرد بشر ان کا محتاج ہے، اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ، مثل تواضع و اخلاص و توکل وغیرہا اور ان کے طرق تحصیل اور محرمات باطنیہ، تکبر وریا، وعجب وحسد وغیرہا اور ان کے معالجات کہ ان کا تعلم بھی ہر مسلمان پر اہم فرائض سے ہے۔ جس طرح بے نماز فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے۔ یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ نسئل اللہ العفو والعافیۃ تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۷)

علم دین ہی معرفت الٰہی کا وسیلہ ہے۔

بے علم چوں شمع باید گداخت   کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

علم دین ہی کی برکت سے عمل، تقوی اور خشیت الٰہی کے پھل پھول آتے ہیں، اسی کے ذریعہ انسان کو حلال وحرام، طیب وخبیث اور نفع ونقصان میں امتیاز کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

لہذا یہ کیسے ممکن تھا کہ رئیس الاتقیا حضرت علامہ محمد نقی علی خان بریلوی جیسے عظیم عالم دین بے لوث خادم اسلام اور سچے خیر خواہ قوم وملت علم دین کی ترویج واشاعت میں بھر پور جدوجہد نہ فرماتے۔ چنانچہ آپ نے متعدد طریقوں سے فروغ علم دین کے لئے عظیم خدمات انجام دیں۔

آپ نے اسلامیان ہند کے دلوں میں علم دین کی عظمت ورغبت پیدا کرنے کے لئے علم کی ضرورت واہمیت اور فوائد وفضائل پر ایک بصیرت افروز اور جامع رسالہ "فضل العلم والعلما" تصنیف فرمایا۔ جس میں بڑے موثر اور دل نشیں انداز میں علم اور علما کی عظمتوں کو اجاگر فرمایا۔ اپنی کتاب "ہدایۃ البریہ" میں بھی آپ نے علم وعلما کے فضائل اور اشاعت علم دین کی تدابیر کا بیان فرمایا ہے۔ نیز دیگر تصانیف میں بھی یہ امور ضمناً مذکور ہیں لیکن رسالہ 'فضل العلم والعلما' خاص اسی موضوع پر تصنیف فرمایا گیا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے فضیلت علما اور ترغیب علم کے لئے دس آیات کریمہ، تیس احادیث وآثار شریفہ اور ائمہ دین کے اقوال مبارکہ جمع فرمائے ہیں، یہاں ان میں سے چند آیات واحادیث اور حضرت رئیس الاتقیا کے افادات اپنے انداز میں نقل کئے جاتے ہیں:

آیت اول: شهد الله انه لا اله الا هو لا والملئكة و اولو العلم قائما بالقسط ط [پ ۳: ع ۱۰]

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر۔

حضرت رئیس الاتقیا نے اس آیت سے علمائے کرام کی تین فضیلتیں ثابت فرمائی ہیں۔

اول: خدائے عزوجل نے علما کو اپنے اور فرشتوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔

دوم: ان کو فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ اور ان کی گواہی کو بحد ثبوت الوہیت قرار دیا۔

سوم: ان کی گواہی ملائکہ کی گواہی کے مانند معتبر ٹھہرائی۔

آیت دوم: انما يخشى الله من عباده العلمؤا ط [پ ۲۲: ع ۱۶]

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

حضرت رئیس الاتقیا فرماتے ہیں: اور وجہ اس حصر کی ظاہر ہے کہ جب تک انسان خدا کے قہر اور بے نیازی اور احوال دوزخ اور اہوال قیامت کو بہ تفصیل نہیں جانتا خوف وخشیت کی حقیقت اس کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور ان چیزوں کی تفصیل علما کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

آیت سوم: و تلک الامثال نضربها للناس ج و مایعقلها الا العلمون ○ [پ۲۰: ع۱۶]

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں، اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

حضرت رئیس الاتقیا فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ کلام الٰہی کے بھید اور خدا کی باتوں کے اسرار علما کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث اول: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔

(بخاری شریف ج۱ ص۱۶)

یعنی خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا عالم وفقیہ بناتا ہے۔

حضرت رئیس الاتقیا نے اس حدیث کے ذیل میں علمائے دین کے دو اقوال تحریر فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ اشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ کوئی اپنے انجام سے واقف نہیں ہوتا سوا فقیہ کے، کہ مخبر صادق حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خبر دینے کی وجہ سے وہ جانتا ہے کہ اس کے ساتھ خدا نے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

درمختار میں اسماعیل ابن رجا سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا تو حال پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ خدا نے مجھے بخش دیا اور فرمایا: اگر میں تجھ پر عذاب کرنا چاہتا تو علم عنایت نہ فرماتا۔ (فضل العلم والعلما ص ۳۷)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نام محمد کی برکات کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اور یہ تمام برکتیں اس وقت ہیں جبکہ مومن ہو (یعنی جس کا نام محمد ہو وہ مومن ہو) اور مومن قرآن وحدیث وصحابہ کے عرف میں اسی کو کہتے ہیں جو سُنی صحیح العقیدہ ہو۔ کمانص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ۔ ورنہ بدمذہبوں کو حدیثیں ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل مقبول نہیں۔ بد مذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے جب بھی اللہ عز وجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے۔ اور اسے جہنم میں ڈالے۔ تو محمد ابن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلا بشارت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ نصف اول ج۹ ص۲۰۳)

یہی امر اس مقام پر بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ان اقوال میں جو بشارتیں مذکور ہیں وہ مومن کے لئے ہیں یعنی سُنی صحیح العقیدہ کے لئے۔ جو لوگ ضروریات دین میں سے کسی امر کے منکر ہیں اور لوگوں میں فقیہ وعالم کہلاتے ہیں مثلاً وہابی، دیوبندی، وغیرہ ان کے لئے یہ بشارتیں ہرگز نہیں ہیں۔

حدیث دوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص طلب علم میں ایک راہ چلے خدا اسے بہشت کی راہوں سے ایک راہ چلائے۔ اور بے شک فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے واسطے اپنے بازو بچھاتے ہیں۔ اور بے شک آسمان والے، زمین کے بسنے والے اور پانی کے اندر مچھلیاں یہ سب عالم کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اور بیشک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر۔ اور بے شک علما انبیا کے وارث ہیں۔ انبیائے کرام نے درہم و دینار ترکہ میں نہ چھوڑ اعلم اپنا ورثہ چھوڑے۔ تو جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ (فضل العلم والعلما ص ۳۷، بحوالہ ابوداؤد شریف ص ۵۱۳)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربہ القوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: عالم دین سے وہ شخص مراد ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد فرائض وسنن مؤکدہ اور ضروری عبادات پر اکتفا کرتا ہو یعنی بے عمل نہ ہو۔ اور زیادہ وقت علم سکھانے اور دینی کتابوں کی تصنیف پر خرچ کرتا ہو، اس کا کام علم کی نشر واشاعت اور دین کی ترویج ہو۔ اور عابد سے وہ شخص مراد ہے جو علم حاصل کرنے کے بعد عبادت میں مشغول ہو یعنی جاہل نہ ہو۔ اور اپنے اوقات کو عبادت میں صرف کرتا ہو۔

اور چونکہ علم کی نشر و اشاعت اور اس میں مشغول رہنے کا فائدہ دین کے لئے بہت زیادہ ہے۔ اور لوگوں کو اس کا نفع عام تر اور شامل تر ہے۔ اس لئے علم عبادت سے افضل ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ص ۱۵۸)

حدیث سوم: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

(بخاری شریف کتاب العلم ج ۱ ص ۱۶، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳)

حضرت رئیس الاتقیا فرماتے ہیں: اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ عابد اپنے نفس کو دوزخ سے بچاتا ہے اور عالم ایک عالم کو ہدایت فرماتا اور شیطان کے مکر و فریب سے آگاہ کرتا ہے۔

آپ کے اس ارشاد کے حاشیہ میں گلستاں کا ایک منظوم واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ یہاں ترجمہ کے ساتھ کو نقل کیا جاتا ہے:

صاحبدلے بمدرسہ آمد ز خانقاہ بشکست عہد صحبت اہل طریق را

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ ایک صاحب دل صوفیائے کرام کی صحبت چھوڑ کر خانقاہ سے مدرسہ میں چلے آئے۔

گفتم میان عالم و عابد چہ فرق دید تا کردی اختیار ازاں ایں فریق را

میں نے ان سے کہا: عالم اور عابد میں کیا فرق تھا کہ آپ نے اس جماعت کی صحبت چھوڑ کر اس جماعت کی ہم نشینی اختیار کی۔

گفت او گلیم خویش بدر می برد ز موج ایں جہد می کند کہ بگیرد غریق را

انہوں نے جواب دیا: عابد صرف اپنی گدڑی کو پانی کے تھپیڑوں سے بچاتا ہے، اور عالم ڈوبتوں کی دستگیری کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ یعنی عابد صرف اپنی آخرت سنوارنے میں مشغول رہتا ہے اور عالم خود بھی عمل کرتا ہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتا ہے۔

(گلستاں باب دوم ص ۹۸)

حضرت رئیس الاتقیا نے اس رسالہ میں ان امور کا بھی ذکر فرمایا ہے جو تحصیل علم کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، اور ان کے دفع کی تدابیر و معالجات بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ یہاں قدرے وضاحت کے ساتھ ان کو ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ مانع اول شیطان ہے: شیطان جس قدر عداوت علم سے رکھتا ہے، دوسری چیز سے نہیں رکھتا اور جس قدر وسوسے علم سے روکنے کے لئے دل میں ڈالتا ہے اور کام سے روکنے کے لئے نہیں ڈالتا۔

اس کے دفع کی تدبیر یہ ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ علم کی جو فضیلت و بزرگی اور طالب علم کے لئے جو اجر و ثواب قرآن و حدیث میں وارد ہوا اس کو پیش نظر رکھے۔ جب اس طریقہ پر عمل کریگا شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہیگا کہ خدا اور رسول کے ارشادات کے سامنے اس ملعون کا وسوسہ کیا اختیار رکھتا ہے۔

☆ مانع ثانی نفس ہے: تحصیل علم میں آدمی کو محنت و مشقت کا تحمل کرنا پڑتا ہے، سچ کہا گیا ہے: لکل شئی آفۃ و للعلم آفات۔ اور نفس محنت و مشقت سے متنفر اور عیش و آرام کی طرف مائل ہوتا ہے، لہذا وہ تحصیل علم کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

علاج اس کا یہ ہے کہ آدمی یہ خیال کرے کہ دنیا دار فانی اور آخرت عالم جاودانی ہے، اگر یہاں طلب علم میں تھوڑی محنت برداشت کرلونگا تو بفضلہ تعالیٰ اس عالم میں عظیم مراتب سے نوازا جاؤنگا۔ اس تصور سے تحصیل علم کی مشقت آسان ہو جائے گی، کیونکہ جب آدمی کو کسی مشقت پر کسی اہم فائدے کے مرتب ہونے کا یقین ہوتا ہے تو وہ اسے بخوشی برداشت کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک عرصہ کے بعد علم میں ایسا لطف حاصل ہوگا کہ اگر ایک دن بھی کتاب نہ دیکھے گا تو دل کو چین نہ آئے گا۔

☆ مانع ثالث تعلقات خلق ہیں: تحصیل علم کے لئے خلوت و یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے، لہذا اختلاط اس راہ میں مانع ہوتا ہے۔

اس کے ازالہ کا طریقہ یہ ہے کہ ابتدائے امر میں تھوڑا وقت اس امر کے لئے خاص کرلیا جائے بتدریج طبیعت کو علم سے لگاؤ ہوجائے گا اور اس کی کیفیت حاصل ہوجائے گی اور پھر کتاب سے ایسا قلبی تعلق ہوجائے گا کہ خود ہی اختلاط ناس سے بیزاری ہوجائے گی۔ ایک فارسی شاعر کہتا ہے:

ہم نشینے بہ از کتاب مخواہ — کہ مصاحب بود گہ وبیگاہ

ایں چنیں ہمدم و رفیق کہ دید — کہ نرنجید و ہم نرنجانید

کتاب سے بہتر ہم نشین نہیں مل سکتا، جس کی مصاحبت کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، جب چاہو اس کی صحبت میسر ہے۔ کتاب جیسا ہمدم و رفیق کس نے دیکھا ہے؟ جو نہ اپنے مصاحب کو رنجیدہ کرتی ہے اور نہ خود اس سے رنجیدہ ہوتی ہے۔

(فضل العلم والعلماء ص ۳۲)

اہل عرب کا مقولہ ہے: ان الکتاب ھو الجلیس الذی لاینافق ولا یمل، ولا یعاتبك اذا جفوته، ولا یفشی سرك۔

(مجانی الادب ص ۱۳)

یعنی کتاب ایسا عمدہ ہم نشین ہے کہ نہ منافقت کرتی ہے اور نہ رنج دیتی ہے اور جب تو اس پر جفا کرے تو ناراض نہیں ہوتی اور نہ تیرا راز افشا کرتی ہے۔

☆ مانع چہارم طلب عزت ہے: دنیوی جاہ وعزت کی طلب وخواہش آدمی کو ان امور میں مشغول رکھتی ہے جو اس کے حصول کے ذریعہ ہوں، لہذا وہ تحصیل علم کے لئے اپنا وقت صرف نہیں کر پاتا۔

لیکن اگر آدمی ادنی تامل کرے تو اس پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہوجائے گی کہ علم، آخرت کی عزت کا سبب ہے، اور دنیا کی عزت، آخرت کی عزت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ بلکہ جو علم کو جاہ وحشمت پر ترجیح دیتا ہے، خدائے عزوجل اسے دنیا کی عزت بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے منقول ہے:

کہ سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ ملک ومال لو یا علم اختیار کرو، آپ نے علم اختیار فرمایا تو ملک ومال بھی حاصل ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت رئیس الاتقیا عظمت علم آشکارا کرنے کے لئے کئی واقعات کا ذکر فرماتے ہیں:

اے عزیز! علم سے بہتر کوئی چیز نہیں، آدم علیہ السلام کو علم اسمانے مسجود ملائکہ، حضرت خضر کو علم لدنی نے استاذ موسی علیہما السلام، یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر نے مصر کی بادشاہی سلیمان علیہ السلام کو علم منطق الطیر نے بلقیس سی عورت، اور مریم کو علم عیسی علیہ السلام نے تفضیح قوم سے نجات دی۔ ایک نکتۂ علمی نے ضعیف چیونٹی کا یہ مرتبہ کیا کہ پروردگار نے اس کا قصہ قرآن مجید میں بیان فرمایا۔ جو شخص علم کی قدر ومنزلت جانتا ہے، سلطنت، ہفت کشور اس کے نزدیک کچھ قدر وقیمت نہیں رکھتی۔

حضرت رئیس الاتقیا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ

ایک امیدوار بادشاہ کے دربار میں گیا۔ بادشاہ نے کہا تو جاہل ہے، ہماری خدمت کے لائق نہیں، اس نے امام غزالی سے علم حاصل کیا اور اس کی لذت دنیا کی آفت اور صحبت ملوک وامرا کی مضرت سے واقف ہوا۔

ایک روز بادشاہ نے اسے بلایا امتحان کے بعد کہا: اب تو ہماری ملازمت کے لائق ہوگیا جو عہدہ چاہئے حاضر ہے۔ اس نے کہا: جب میں آپ کے کام کا نہ تھا اور اب آپ میرے کام کے نہیں، جب آپ نے مجھے پسند نہ کیا اور اب میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔

☆ مانع پنجم تحصیل مال ہے: اس مانع کا دفع اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے سے ہوسکتا ہے کہ دنیا کی ثروت فانی علم کی دولت باقی کے برابر نہیں ہوسکتی۔ علم متعدد وجوہ سے مال کے مقابلہ میں افضل و بہتر ہے۔

(۱) مال رہ جاتا ہے، اور علم قبر میں ساتھ جاتا ہے، اور ہر وقت مدد کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بہشت میں لے جاتا ہے۔

(۲) مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم پڑھانے سے بڑھتا ہے۔

(۳) مالدار مال کا نگہبان ہے، اور علم عالم کی نگہبانی کرتا ہے۔

علاوہ بریں جو شخص خدا کے واسطے تحصیل مال پر طلب علم کو ترجیح دیتا ہے خدا اسے محتاج نہیں رکھتا۔ امام غزالی احیاء العلوم میں روایت کرتے ہیں:

من تفقه فی دین الله عز وجل، کفاه الله تعالیٰ ما اهمه، و رزقه من حيث لا يحتسب.

جو شخص دین خدا میں دانائی حاصل کرتا ہے خدائے تعالیٰ جل شانہ اس کو اس چیز سے کفایت کرتا ہے جو اسے غمگین کرے۔ اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔

☆ مانع ششم یہ خیال ہے کہ عمر و فرصت قلیل ہے اور علم بحر بے کنار ہے، اس تھوڑے سے وقت میں اس کا عبور دشوار ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس دولت کا کمال کسی کو حاصل نہیں ہوتا (کہ اس کے بعد علم کا کوئی مرتبہ نہ رہے) یہاں تک کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے: قل رب زدنی علما مگر کوئی طالب علم محروم نہیں رہتا۔ نتیجہ علوم دینیہ کا کسی حد پر موقوف نہیں جس قدر حاصل ہوگا فائدہ بخشے گا۔

بالفرض اگر مطلب کو نہ پہونچے اور طلب میں مرجائے، قیامت کے دن علما کے گروہ میں اٹھے گا۔ یہ فائدہ کیا کم ہے؟

☆ مانع ہفتم شفیق استاذ کا نہ ملنا ہے۔

☆ مانع ہشتم بقدر ضرورت معاش کی فکر

یہ دونوں دوسرے موانع کی بہ نسبت قوی ہیں کہ جب استاذ شفقت سے نہ پڑھائے گا شاگرد کس طرح کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔ اور جس کے لئے بقدر ضرورت معاش کا بندوبست نہ ہوگا وہ کس طرح علم حاصل کرے گا۔ ع

پراگندہ روزی پراگندہ دل

اور ان موانع کے قوی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دفع خود طلبہ کے اختیار میں نہیں۔ ان موانع کے دفع کے لئے حضرت رئیس الاتقیا نے اہل ثروت و دولت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی دولت سے طلبہ کے لئے اساتذہ اور بقدر ضرورت وظیفہ کا انتظام کردیں تو وہ ان دونوں موانع سے نجات پاکر بفراغ خاطر طلب علم میں کوشش کریں۔ ان کی یہ خدمت اجر عظیم کا موجب ہوگی۔

حضرت رئیس الاتقیا آخر کتاب میں درد بھرے انداز میں مسلمانوں کو نصیحت فرماتے ہیں:

''اے مسلمانو! دنیا کے جھگڑوں میں شب و روز مشغول رہتے ہو کسی وقت تو ادھر توجہ کرو۔ ہزاروں روپیہ آسائش فانی کے واسطے صرف کرتے ہو، کچھ تو راحت جاودانی کے لئے خرچ کرو کہ وہاں تمہارے کام آئے۔ اور یہاں تم کو ہر بلا سے بچائے، ایک عرصے کے بعد ندامت اٹھاؤ گے، ہر چند کوشش کروگے اس دولت کو نہیں پاؤ گے۔

''مکتبۃ المصطفیٰ بریلی شریف'' نے رسالہ ''فضل العلم والعلما'' کا جدید ایڈیشن ''فضائل علم وعلما'' کے نام سے خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ العزیز کی مشہور کتاب احیاء العلوم کے باب آداب المتعلم والمعلم کا خلاصہ و ترجمہ اور

حضرت علامہ محمد احمد مصباحی قبلہ مدظلہ العالی کی تحقیق نصائح بھی شامل رسالہ ہیں۔ خلاصہ و ترجمہ بھی حضرت مصباحی صاحب قبلہ کی کاوش ہے۔ نیز سرکار اعلیٰ حضرت کے لکھے ہوئے حالات مصنف بھی رسالہ میں شامل ہیں۔ ان چیزوں کی شمولیت نے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔

یہ کتاب یقیناً اس لائق ہے کہ دینی مدارس کے طلبہ پر اس کا مطالعہ لازم و ضروری قرار دیا جائے، تاکہ ان کے دل و دماغ میں علم کی فضیلت راسخ ہو۔ دفع موانع سے آگاہی ملے۔ اور متعلم و معلم کے آداب سے واقفیت حاصل ہو۔

حضرت رئیس الاتقیا نے تدریس و تربیت کے ذریعہ بھی علم کی اشاعت فرمائی، آپ نے جس حسن و خوبی کے ساتھ یہ خدمت ادا فرمائی، اس کا ایک گونہ اندازہ دنیائے علم و فضل میں آپ کے تلامذہ کی بلند قامتی سے لگایا جا سکتا ہے۔ مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان، سیف اللہ المسلول حضرت مولانا ہدایت رسول، حضرت مفتی حافظ بخش، حضرت مولانا برکات احمد، حضرت مولانا حشمت اللہ خاں، حضرت مولانا سید امیر احمد، حضرت مولانا حکیم عبد الصمد، یہ گرانقدر اور نادر المثال ہیرے آپ ہی کے تراشے ہوئے ہیں۔

حضرت رئیس الاتقیا کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے تاریکی دور کرنے کے لئے کم روشنی والے درجنوں بلبوں کی بجائے تیز روشنی والے چند بلب بستی میں آویزاں کر دیئے، جنہوں نے تاریکی دور کر کے پوری بستی کو روشنی میں نہلا دیا۔

حضرت رئیس الاتقیا نے اشاعت علم دین کے لئے بریلی شریف میں ایک مدرسہ بھی قائم فرمایا تھا، جناب ڈاکٹر محمد حسن ایم، اے، پی، ایچ، ڈی بریلوی (جنہوں نے ''مفتی نقی علی خاں حیات اور علمی و ادبی کارنامے'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے) وہ شہر کے مدارس کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

ان مدارس کے باوجود بریلی میں کوئی ایسا مدرسہ نہیں تھا، جو باقاعدہ مذہبی تعلیم دے سکتا۔ اس لئے مولانا نقی علی خاں بریلوی نے کوٹھی حکیم واد خاں واقع گلاب نگر بریلی میں 'مدرسہ اہل سنت' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ باوجود تلاش و جستجو کے قیام کی سن و تاریخ کا کوئی دستاویزی ثبوت حاصل نہیں ہو سکا۔ مدرسے کے مصارف عوام کی مدد و تعاون سے پورے ہوتے تھے۔

(معارف رئیس الاتقیاص ۴۵)

موصوف کی تحقیق کے مطابق دیوبندی مولوی احسن نانوتوی کا مدرسہ ''مصباح التہذیب'' ''مدرسہ اہلسنت'' کے بعد ۱۸۷۲ء میں قائم ہوا۔ لہذا اتنی بات یقینی طور پر طے ہو جاتی ہے کہ مدرسہ اہلسنت ۱۸۷۲ء سے قبل قائم ہوا۔

ڈاکٹر صاحب موصوف 'مدرسہ اہل سنت' کے بارے میں مزید لکھتے ہیں:

''مدرسہ اہل سنت'' اپنے وقت کا معروف اور معیاری مدرسہ تھا، ''مصباح التہذیب'' مدرسہ اہل سنت کے مقابلہ کا نہ تھا۔ اس میں ابتدائی درجات کے تھوڑی تعداد میں طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مدرسین بھی معمولی تعلیم یافتہ تھے۔ (معارف رئیس الاتقیاص ۴۵)

یہ حضرت رئیس الاتقیا علامہ نقی علی خان، علیہ رحمۃ الرحمان کی ان مساعی جمیلہ کا مختصر تذکرہ ہے جو آپ نے فروغ علم دین کے لئے فرمائیں۔

حضرت رئیس الاتقیا کی گونا گوں دینی و ملی خدمات اور کارناموں کے پیش نظر یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا۔

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

تقاریظ امام احمد رضا

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

کسی کتاب یا تحریر پر رائے دینا یا اپنے ساتھی یا دوست کی تعریف کرنا ''تقریظ'' کہلاتا ہے۔(۱)

پیر سید نصیر الدین گیلانی مدظلہ العالی تقریظ کے اصلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں جب کوئی شخص کسی موضوع پر قلم اٹھا کر تالیف و تصنیف کی خدمت سرانجام دیتا ہے تو وہ اپنے خیال و گمان میں کسی اپنے سے بڑے صاحب علم و تحقیق شخص کی خدمت میں اپنی تالیف و تصنیف کو پیش کرتا ہے یا کم از کم اپنے ہم پلہ عالم و محقق کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کی علمی کاوش پر ایک محققانہ اور دیانتدارانہ نظر عمیق ڈال کر اس کے مندرجات کو بغور پڑھے، کہیں گنجائش ترمیم و اصلاح ہو تو کر دے، ورنہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے لئے چند تعریفی جملے تحریر فرما دے۔ لہذا تقریظ نگار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پوری دیانت داری اور علمی و تحقیقی انصاف کے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے اس کتاب پر تقریظ لکھنے سے پہلے اس کے مسودات و مندرجات کو اچھی طرح پڑھ لے، حوالہ جات اصل کتب سے دیکھ کر تسلی کر لے، کیونکہ تقریظ لکھنے کے بعد اس کی صحت و سقم اور قوت و ضعف کی ذمہ داری مصنف پر کم اور تقریظ نگار پر زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جو لوگ واقعی ارباب علم اور اصحاب تحقیق ہوتے ہیں وہ کبھی شوقیہ اور پیشہ ورانہ تقریظ نگار بننا قطعاً پسند نہیں کرتے، لیکن اگر انہیں یہ ذمہ داری سونپ ہی دی جائے تو پھر وہ اسے پوری دیانت داری سے نبھاتے ہیں''(۲)

اردو میں تبصرہ نگاری کی روایت کے ضمن میں تقریظ نگاری کے بارے میں مشہور نقاد اور تبصرہ نگار پروفیسر سفیر اختر راہی کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

''جہاں تک اردو زبان کی دنیائے تصنیف و تالیف کا تعلق ہے، فارسی کے زیر اثر ابتداء معاصر اہل قلم کی کاوشوں پر رائے کو 'تقریظ' کہا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے مکہ اور اس کے گرد و نواح کے شاعر عکاظ کے بازار میں جمع ہوتے اور اپنا اپنا کلام سناتے تھے۔ جس بزرگ شاعر کو وجاہت طبع آزما صدر مجلس کی حیثیت دیتے وہ سب کا کلام سن کر کسی ایک کی کاوش کو دوسروں کی منظومات سے برتر قرار دیتا تھا۔ بہتر نظم کے محاسن شعری بیان کرتا تھا اور یہی 'تقریظ' تھی۔ اس تقریظ کے نمونے ہمارے پیش نظر نہیں، تاہم اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس 'تقریظ گوئی' میں محض جانبداری نہ برتی جاتی تھی، بلکہ کلام کے اچھے اور کمزور دونوں پہلوؤں پر رائے زنی ہوتی تھی۔ تاہم چھاپے کی مشین کی ایجاد اور برصغیر پاک و ہند میں اس کے تعارف کے بعد جب کتابیں چھپ چھپ کر عام ہونے لگیں تو مصنفین اور ناشرین نے اپنی مطبوعات کی وقعت بڑھانے کے لئے ان پر معروف اہل علم کی آراء شائع کرنا شروع کیں۔ ان آراء کو 'دیباچہ' 'تقریظ' یا 'خاتمۃ الطبع' کا نام دیا گیا''(۳)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) عالم اسلام کی شہرہ آفاق شخصیت ہیں۔ آپ رشد و ہدایت کے افق پر آفتاب بن کر چھائے رہے، اصلاح فکر و اعتقاد میں ان کا کوئی ثانی نہیں، کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ مختلف علوم و فنون پر آپ کی ایک ہزار کتابیں بتائی جاتی ہیں۔ ان میں 'کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن' 'فتاویٰ رضویہ' اور 'حدائق بخشش' کو شہرت عام بقائے دوام حاصل ہے۔

مشاہیر علمائے کرام آپ کے حلقۂ اثر سے وابستہ ہیں۔ ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، اس پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔

آپ کے عہد میں علمائے کرام کی نظریں آپ پر ٹھہرتیں، وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے، اپنی تصانیف کو آپ کی تقاریظ سے مزین کراتے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کسی کتاب کا مطالعہ کر کے یا مصنف کو سامنے بٹھا کر ساری کتاب سن کر تقریظ عنایت فرماتے تھے۔

ایسی کتاب جس کی اشاعت عامۃ المسلمین کے لئے مفید نہ ہوتی اس پر تقریظ نہ لکھتے۔ یہاں تک کہ مولانا عنایت اللہ خاں رامپوری علیہ الرحمۃ جن کے آپ کے ساتھ خصوصی مراسم تھے کی ایک کتاب تقریظ کے لئے آپ کے پاس لائی گئی تو آپ نے ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا:

"والا حضرت حامی سنت، ماحی بدعت، عظیم البرکت، حضرت مولانا شاہ محمد ارشاد حسین صاحب رامپوری نور اللہ مرقدہ والنوری کے صاحبزادے مولانا معوان حسین سلمہ کے ساتھ مولوی ہدایت اللہ خان صاحب خلف حافظ عنایت اللہ خاں صاحب اپنے والد ماجد کا ایک فارسی رسالہ در بارۂ سلوک و بعض مصطلحات وتذکرہ حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ ذی الحجہ کو قریب مغرب فقیر کے پاس بغرض تقریظ لائے اور عذر بے فرصتی نہ مانا کہ رسالہ چھپ رہا ہے ص ۳۹ تک طبع ہو چکا ہے تھوڑا باقی ہے۔ جلد چند مواقع سے دیکھ کر تقریظ لکھ دی جائے۔ فقیر نے کہا کیا بنظر مخالفانہ دیکھنے کی اجازت ہے۔ کہا بہت ضروری اور یہی مقصود و منظور کہ غیروں کے اعتراض سے پہلے آپس میں بات منقح ہو جانا ہی مناسب۔ فقیر نے رسالہ لے کر رکھ لیا اور بعد مغرب معمولات سے فارغ ہو کر اسے کھولا۔ پہلی نظر ایک عبارت پر پڑی کہ مذاق فقیر پر گراں تھی، پھر کچھ ورق پلٹ کر دیکھا، چار بار ایسا ہی کیا۔ شان الٰہی کہ ہر بار ایسی ہی عبارت زیر نظر آئی اور دقت یہ تھی کہ یہ سب صفحہ ۳۹ کے اندر ہے جہاں تک طبع ہو چکتا۔ انہوں نے بیان کیا فقیر نے کتاب بند کر دی اور زیادہ دیکھنے کی حاجت نہ جانی۔ میری رائے قاصر میں ایسی عبارات کی اشاعت حق عامہ ناظرین میں مضر ہوگی۔ زمانہ وہ آگیا ہے کہ خود اصول دین میں فتنہ اندازوں کی گھٹائیں چاروں طرف گھنگھور چھائی ہوئی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کو اس کی حاجت ہے کہ انھیں الٰہیات و نبوات کے عقائد سکھائے جائیں، اللہ کو اللہ، رسول کو رسول جاننے اور ماننے کے معنی بتائے جائیں۔ ان کا ایمان سنبھالا جائے نہ کہ اور اضطراب میں ڈالا جائے۔" (۳)

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مظہری مدظلہ نے "سوانح امام احمد رضا" کا پندرہ جلدوں پر مشتمل ایک جامع منصوبہ بعنوان "دائرۂ معارف امام احمد رضا" ترتیب دیا جو ۱۹۸۲ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ حضرت مسعود ملت مدظلہ نے ۲۳ راکتوبر ۱۹۸۲ء کو اپنے دستخط سے مزین کر کے یہ خاکہ راقم کو ارسال فرمایا۔ اس کی پندرہویں جلد کے چھٹے باب کا دوسرا عنوان "تقاریظ امام احمد رضا" ہے۔ راقم اسی عنوان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی تقاریظ جمع کرنے میں مصروف ہوا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ جن کتابوں پر تقاریظ قلمبند کی ہیں ان کی تعداد کا کوئی تعین نہ ہو سکا۔ بعض کتب کے بارے میں مشہور تھا کہ ان پر آپ کی تقاریظ ہیں لیکن تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکیں۔

مفسر قرآن علامہ نبی بخش حلوائی علیہ الرحمۃ کی "تفسیر نبوی" پر تقاریظ لکھنے والے علمائے کرام کی فہرست میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا نام شامل ہے لیکن آپ کی تقریظ آج تک نہ چھپ سکی ظاہر ہے شائع ہو چکی ہوگی ورنہ سامنے آجاتی۔

فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "حنفی نماز مدلل" کے بارے میں مشہور ہے کہ اس پر بھی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تقریظ لکھی تھی۔ یہ کتاب پیش نظر ہے اس پر آپ کی تقریظ تو نہیں البتہ فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کو دی گئی "السند والاجازۃ" (عربی زبان میں) شامل ہے۔ غالباً غلط فہمی کی بنا پر اسے تقریظ سمجھا گیا۔

سالہا سال کی جدوجہد کے بعد مختلف کتب پر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی چھوٹی بڑی پچیس تقاریظ دستیاب ہوئی ہیں جن کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

[۱] الاجازہ فی الذکر الجہر مع الجنازہ:

یہ فاضل جلیل مولانا محمد عمر الدین ہزاروی علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس کے صفحہ ۲۸ تا ۳۲ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ جلیل شامل ہے۔ تقریظ قرآنی آیات، احادیث پاک اور اکابرین امت کے حوالوں سے مزین ہے۔

[۲] البلاغ المبین:

یہ کتاب حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نام منسوب ہے۔ یہ ایک غیر مقلد مولوی فقیر اللہ نے شائع کر کے آپ کے نام منسوب کی۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات کے خلاف مواد شائع کیا گیا۔ موصوف شمس الدین جالندھری علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اس کتاب کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بھی اسے مصنفات شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ میں تسلیم کرنے سے صاف انکار فرمایا۔ آپ کا جواب "فتاویٰ علمائے حنفیہ فی جوب استفتائے شمسیہ" مطبوعہ جالندھر ۱۳۱۰ھ کے صفحہ ۱۲۳، اور ۱۲۴ پر شائع ہوا ہے۔ البلاغ کے بارے میں آپ کی یہ رائے تقریظ اردو زبان کا ایک شاہکار ہے۔

[۳] "اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین" علیہ السلام

مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمۃ کی اس تصنیف کے صفحہ ۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ موجود ہے۔ جس میں آپ نے مصنف کی کوشش کو سراہتے ہوئے دعائیہ کلمات سے نوازا ہے۔ فاضل مصنف اس تقریظ بے مثال کو اپنے لئے ایک مستحکم سند سمجھتے تھے۔

[۴] اجتناب العمال عن فتاوی الجہال:

حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ قنوت نازلہ کے بارے میں چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جس پر جید علمائے کرام کی تقاریظ کے ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ بھی شامل ہے حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ "فتاویٰ حامدیہ" میں شامل ہے۔

[۵] الجبل القوی لہدایۃ الغوی:

یہ مولانا حافظ محمد عبدالرحمٰن حجی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۱ھ) کا رسالہ ہے جو تقلید کے موضوع پر ایک عمدہ تحریر ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ اردو کا ایک اعلیٰ شہ پارہ ہے۔

[۶] الصارم الربانی علی اسراف القادیانی:

حجۃ الاسلام مولانا مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی قادیانیت کے رد میں لاجواب کتاب

ہے۔ "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" کے صفحہ ۱۹۵ پر عربی میں آپ کی اس کتاب کے مندرجات کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے سراہا ہے آپ کی ان عربی سطور کو مولانا محمد جلال الدین قادری (کھاریا) نے اردو ترجمہ کے ساتھ تقاریظ میں شامل کیا ہے۔

[۷] العسل المصفی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفیٰ:

اس کتاب میں سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۲۴) نے اہل سنت کے جملہ عقائد کو نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اردو زبان میں قلم بند فرمایا ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی اور فارسی میں منظوم تقاریظ لکھی ہیں جو عربی فارسی شاعری کا ایک شاہکار ہے۔

[۸] المعتقد المنتقد:

یہ سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ (م ۱۸۷۲ء) کی تصنیف جلیل ہے جو عقائد اہل سنت پر نہایت اہم کتاب تصور کی جاتی ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" کے نام سے عربی زبان میں نہایت وقیع حاشیہ لکھا ہے شروع میں "خطبۃ الشرح" کے نام سے آپ کا جو افتتاحیہ ہے وہ عربی تقریظ نگاری کی ایک اعلیٰ مثل ہے۔

[۹] انوار آفتاب صداقت:

یہ عظیم اور ضخیم کتاب غلام قاضی فضل احمد حنفی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ کی ہے۔ یہ ردّ وہابیت اور دیوبندیت میں لاجواب ہے علمائے کرام کی کثیر تعداد نے اس پر تقاریظ لکھیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مصنف سے یہ ساری کتاب سن کر ایک زوردار تقریظ لکھی جو کتاب کی زینت ہے۔

[۱۰] انوار الحسنات فی ردّ البدعات:

بدعات ومنکرات کے رد میں یہ کتاب مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی سنبھلی علیہ الرحمۃ (۱۹۴۳ء) کے اثر خامہ کا نتیجہ ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تقریظ رقم فرمائی ہے جو جامعیت اور اختصار کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

[۱۱] انوار ساطعہ دربیانِ مولود وفاتحہ:

یہ مولانا شاہ عبدالسمیع بیدل رامپوری علیہ الرحمۃ (۱۹۰۰ء) کی شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ مشاہیر علمائے کرام کی تقاریظ سے مزین ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عربی تقریظ مصنف کے اردو ترجمہ کے ساتھ شامل ہے۔ عربی فصاحت وبلاغت میں اس تقریظ کی مثال ملنا محال ہے۔

[۱۲] اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین:

یہ فاضل جلیل مولانا محمد عمر الدین ہزاروی علیہ الرحمۃ (۱۹۳۱ء) کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نہایت مفصل اور دو فصلوں پر مشتمل تقریظ جلیل رقم فرمائی ہے جو ایک الگ کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

[۱۳] بہار شریعت:

صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۴۸ء) کی اس عظیم کتاب کے ابتدائی حصوں پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی چار تقاریظ ہیں جو فصاحت وبلاغت، اختصار وجامعیت میں بے مثال ہیں۔

[۱۴] تحقیق المرام فی وجوب تعیین تقلید الامام

مولانا ابوالذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ رامپوری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۱۹ء) کی یہ کتاب ماہنامہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ میں قسط وار شائع ہوئی۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے شاندار تقریظ رقم فرمائی جو "تحفہ حنفیہ" پٹنہ کے شمارہ شوال المکرم ۱۳۲۱ھ کے صفحہ ۲۰،۱۹ پر شائع ہوئی۔ اردو تقریظ نگاری میں یہ منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

[۱۵] تذکرۃ النعمان:

سراج الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے تذکار پر مشتمل "تذکرۃ النعمان" علامہ قاضی سید شاہ محمد عبدالقدوس قادری حنفی بنگلوری علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ہے۔ اس کے صفحہ ۲۸۶ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ نمایاں طور پر موجود ہے۔

[۱۶] توضیح المرام فی اثبات المولود والقیام:

یہ مولانا مولوی ابونصر حکیم محمد یعقوب حنفی قادری علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے جو بزم حنفیہ لاہور کے زیر اہتمام چھپ کر سامنے آئی۔ اس کے صفحہ ۲۶ تا ۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عالمانہ اور صوفیانہ تقریظ موجود ہے۔

[۱۷] جواہر البیان فی اسرار الارکان:

امام المتکلمین مولانا محمد نقی علی خان بریلوی علیہ الرحمۃ (۱۸۸۰ء) کی اس بے مثال کتاب کے آغاز میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ شامل ہے جس میں آپ نے اپنے والد گرامی کے حالات اور ان کی تصنیفات کی تفصیل دی ہے اور آخر میں ان کی ولادت اور وفات کے مادۂ تواریخ استخراج فرمائے ہیں۔

[۱۸] سراج العوارف فی الوصایا والمعارف:

سراج العارفین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۲۴ھ) کی اس تصنیف جلیل پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی اور فارسی میں منظوم تقاریظ لکھی ہیں لیکن صرف عربی تقریظ دستیاب ہے جو اس کتاب کے اردو تراجم کے ساتھ شامل ہے یہ عربی شاعری کا ایک نادر نمونہ ہے۔

[۱۹] (ا) طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین:

(ب) رسالۂ مباحث امامت:

یہ دونوں رسائل مولانا سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم ثابت حسن علیہ الرحمۃ (م ۱۳۴۰ھ) کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں، دونوں کتب کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تصدیق وتقریظ فرمائی۔

ص ۱۸۰

[۲۰] فتح المبین:

مولانا محمد منصور علی مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب تقلید کے موضوع پر ہے۔ اس پر علمائے کرام نے تقاریظ لکھیں، اس کے صفحہ ۵۲۴ تا ۵۲۸ پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مفصل تقریظ دلپذیر موجود ہے۔

[۲۱] فرائد النور فی جرائد القبور:

قبروں پر سرسبز شاخیں نصب کرنے اور پھول ڈالنے کی شرعی حیثیت سے متعلق یہ کتاب صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۴۸ء) کی تحقیق انیق پر مشتمل ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے عربی تقریظ لکھ کر اس کی افادیت میں اضافہ فرمایا ہے۔

[۲۲] مخرج عقائد نوری:

یہ پادری عماد الدین کے خیالات فاسدہ کے رد میں مولانا محمد غلام دستگیر ہاشمی قصوری علیہ الرحمۃ (م ۱۹۱۵ء) کی تالیف لطیف ہے۔ اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مختصر تقریظ شامل ہے جس پر آپ کے والد گرامی مولانا محمد نقی علی خان علیہ الرحمۃ کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

[۲۳] مسئلہ نور وسایہ:

بریلی شریف کے ذخیرۂ مسودات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنوی علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ ایمان افروز تقریظ نقل کی جو مولانا حکیم حبیب علی علوی کاکوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۳۰ء) کے ایک رسالہ پر لکھی گئی تھی جو نور وسایہ کے موضوع پر تھا یہ نقل مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کو محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد فیصل آبادی علیہ الرحمۃ کے ذخیرۂ کتب سے ملی جو آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ''مجموعہ رسائل ور دسایہ'' میں شامل فرما کر شائع کر دی تھی۔

[۲۴] مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس:

یہ عرس کے جواز میں ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ کی عمدہ تحقیق ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریظ سے مزین ہے یہ تقریظ عربی اردو میں ہے۔ عربی حصہ عربی زبان کا اور اردو حصہ اردو زبان کا عظیم شہ پارہ ہے۔

[۲۵] ہفت روزہ ''الفقیہ'' امرتسر:

یہ ہفت روزہ سنی صحافت میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ مولانا معراج الدین احمد نقشبندی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ اسے علمائے کرام کی حمایت حاصل تھی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس پر تقریظ لکھی جو سنی صحافت کی حوصلہ افزائی کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔

یہ تقاریظ مختلف اوقات میں لکھی گئیں، مختلف موضوعات پر لکھی گئیں لیکن ان میں خیالات ونظریات کی ہم آہنگی عیاں ہے۔ ان تقاریظ کو پڑھئے تو ان میں تقریظ نگار کی عظیم شخصیت کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ہر تقریظ میں ایک عظیم نقاد، ایک عظیم ماہر لسانیات، ایک عظیم محقق کی جھلک دکھائی دیتی اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم عاشق رسول کے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی ہے۔ اردو ادب ہو یا عربی یا فارسی ادب دونوں میں آپ کی تقاریظ کا پایہ بہت بلند ہے۔ ''تقاریظ امام احمد رضا'' پر تبصرہ کے لئے کافی فرصت، وسیع مطالعہ، فن شاعری پر عبور اور فقہ وحدیث میں یدطولیٰ کی ضرورت ہے اور یہاں ہر چیز عنقاء ہے۔

اظہار تشکر!

تقاریظ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ مرتب کرنے میں راقم کو درج ذیل حضرات کا علمی اور اخلاقی تعاون حاصل رہا ان سب کا دل کی

انتہاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔

[۱] پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ۔ مدیر اعلیٰ ماہنامہ جہان رضا و مجلس رضا لاہور۔

[۲] خلیل احمد رانا مدظلہ نعمان اکیڈمی جہانیاں خانیوال۔

[۳] علامہ قاضی عبدالدائم دائم نقشبندی مدظلہ۔ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ صدریہ ہری پور ہزارہ۔

[۴] مولانا محمد ریحان رضا رحمانی مدظلہ بکھریرا شریف، سیتامڑھی صوبہ بہار، انڈیا۔

[۵] برادر طریقت محمد زبیر قادری مدظلہ مدیر اعلیٰ سہ ماہی "افکار رضا" تحریک فکر رضا ممبئی انڈیا۔

[۶] ملک محمد سعید مجاہد آبادی مدظلہ العالی ادارہ مظہر اسلام لاہور۔

[۷] مولانا محمد شفیع رضوی علیہ الرحمۃ۔ ہجویری کتب خانہ ملتان روڈ لاہور۔

[۸] محمد عالم مختار حق مدظلہ۔ جھگیاں شہاب الدین ملتان روڈ لاہور۔

[۹] علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور۔

[۱۰] محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری، مدظلہ کاروان درود وسلام لاہور۔

[۱۱] محمد مقبول احمد قادری ضیائی مدظلہ۔ رضا اکیڈمی لاہور۔

[۱۲] مولانا محمد منشا تابش قصوری مدظلہ، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

[۱۳] مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہ۔ مدیر اعلیٰ "معارف رضا" وصدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان سب کو دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سید صابر حسین شاہ بخاری۔

حوالہ جات

(۱) دیکھئے "جدید نسیم اللغات" مطبوعہ لاہور ص ۲۸۱، مرتبین: سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، سید قائم رضا نسیم امروہی، آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد۔

(۲) نصیر الدین نصیر پیر سید "لطمۃ الغیب الی ازالۃ الریب" مطبوعہ اسلام آباد ۲۰۰۳ء

(۳) شش ماہی "نقطۂ رضا" اسلام آباد اکتوبر ۱۹۹۶ء، مارچ ۱۹۹۷ء ص ۱۲۔

(۴) امام احمد رضا بریلوی، اعلیٰ حضرت: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ج ۱۲ مطبوعہ ممبئی ص ۱۲۷۔

شہزادۂ امام احمد رضا مفتی اعظم ہند

ماہر رضویات حضرت پروفیسر مسعود احمد صاحب مجددی،
کراچی، پاکستان

سلام اس پر جس نے دلوں پر حکومت کی۔ سلام اس پر جس کی یاد روشنیاں لے کر آتی ہے۔ سلام اس پر جس کا خیال تاریکیاں لے کر جاتا ہے، سلام اس پر جس کے قدم نہ ڈگمگائے، سلام اس پر جس کی نظر نہ جھکی، سلام اس پر جو صراط مستقیم پر رواں دواں رہا، سلام اس پر جس نے ملت کو شعور زندگی بخشا، سلام اس پر جس نے سب کچھ لٹا دیا، سلام اس پر جس نے کچھ نہ چاہا، سلام اس پر جو محبت کا پاسدار تھا، سلام اس پر جو غریبوں کا غمگسار تھا، سلام اس پر جس نے گرتوں کو سنبھالا، سلام اس پر جس نے ڈوبتوں کو نکالا، سلام اس پر جس نے طوفان کے منہ پھیر دیے، سلام اس پر جو یادگار سلف تھا، سلام اس پر جو افتخار خلف تھا، سلام اس پر جس کا جہاں سارا جہاں تھا، سلام اس پر جو فقر غیور کا علم بردار تھا، سلام اس پر جو تقویٰ شعار تھا، سلام اس جو علم کا کمال تھا۔ سلام اس پر جو فضل کا جمال تھا، سلام اس پر جس نے لوح وقلم کی لاج رکھی سلام اس پر پاک وہند میں جس کا سکہ رواں تھا، سلام اس پر مداحان رسول جس سے فیض پاتے تھے، سلام اس پر گستاخان رسول جس سے خار کھاتے تھے، سلام اس پر جس نے عشق مصطفے کے چراغ روشن کئے، سلام اس پر جو گفتار وکردار میں اللہ کی برہان تھا، سلام اس پر جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا، سلام اس پر جو قدم قدم پر خدا کو یاد رکھتا تھا، سلام اس پر جو واصل باللہ تھا، سلام اس پر جو باقی باللہ تھا، سلام اس پر جس نے اسلام کی آن رکھی، سلام اس پر جس کے شب وروز خدا کی عبادت میں بسر ہوتے تھے، سلام اس پر جس کے رات دن مخلوق خدا کی خدمت میں صرف ہوتے تھے، سلام اس پر جس کی ہر بات نصیحت تھی، سلام اس پر جس نے ہدایت کا حق ادا کر دیا، سلام اس پر جس کا مسکن مرکز ارباب صفا تھا، سلام اس پر جس کا مدفن مرجع ارباب وفا ہے۔

ہاں وہ کون ہے جس کے لئے آج آنکھ اشکبار ہے، ہاں وہ کون ہے جس کے لئے آج دل بیقرار ہے؟ ہاں وہی جو دلوں میں رہتا تھا، جو آنکھوں میں بستا تھا۔

کسی صورت سے بھولتا ہی نہیں آہ یہ کس کی یادگاری ہے
کیا کہوں تم سے بے قراری کی بیقراری سی بیقراری ہے

ہاں وہی شہزادۂ عالی وقار ہے جو ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کو آفتاب بن کر افق بریلی پر جلوہ فرما ہوا۔ جس کا نام مرشد نوری نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی اور والد گرامی نے "محمد" رکھا اور عرف "مصطفے رضا" تجویز کیا گیا۔

جس ذات سے اس کو نسبت فرزندی تھی وہ اپنے وقت کا فرد فرید تھا، وہ علوم نقلیہ کا تاجدار تھا، وہ علوم عقلیہ کا غواص تھا، وہ میدان فقاہت کا شہسوار تھا، وہ میدان سیاست کا علمبردار تھا، عرب وعجم میں اس کی دھوم تھی، سارے جہاں میں اس کا چرچا تھا، کون؟ عبدالمصطفے امام احمد رضا قدس سرہ العزیز۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ شہزادہ عالی جاہ اپنے والد بزرگوار کا عکس جمال تھا، اس کے حسن وزیبائی کی بات کیا کیجئے۔ گورا رنگ، نورانی چہرہ، چوڑی پیشانی، لبوں پر تبسم، گفتگو میں حلاوت، کلام میں لطافت، جدھر سے گذرے دیکھ دیکھ کر لوگ دوڑے چلے آتے تھے، کشش ودلنوازی کا عجب عالم تھا۔

سینہ خالی کنید از دلہا یار بہر شکار می آید
مژدہ اے دل کہ بہر استقبال رخش بیقرار می آید

اور جس ذات قدسی صفات سے اس کو شرف بیعت حاصل تھا، وہ بھی آسمان ارشاد کا آفتاب تھا، اور علم ودانش کا ماہتاب تھا، ایک عالم اس سے فیض یاب تھا، کون؟ شاہ ابوالحسین احمد النوری مارہروی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز، یہ وہ مقدس ہستی ہے جس کی تعریف میں امام احمد رضا جیسا فاضل اجل یوں رطب اللسان ہے ۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

اور جس سے خود امام احمد رضا کو شرف خلافت واجازت حاصل تھا، اس شرف وسعادت پر وہ ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری

اور سنو سنو وہ کیا کہہ رہے ہیں:

(ترجمہ وتفہیم) میں نے مارہرہ سے کوہ طور پر ایک آگ اٹھتے ہوئے دیکھی ہے، میں اس کے پاس جانا چاہتا ہوں، میں اس کی راہبری چاہتا ہوں، ہاں مبارک ہیں وہ رہروان منزل جو اس کے پیچھے چلیں اور راہ پائیں۔ کیسی بلند وبالا ہے وہ آگ جس کی چمک دمک تاریکیوں کو روشن کرتی ہے، ہاں یہ چمک جو احمد نوری سے پھوٹ رہی ہے، کون احمد نوری؟ ہدایت کا نور، تقویٰ کا دریا، پاکیزگی کا ماہتاب، اللہ تعالیٰ کی حفاظت ان کی مدد فرمائے۔ شہزادہ عالی وقار کو اپنے شیخ سے ایسی محبت تھی کہ شاعری کی تو تخلص بھی نوری رکھا ۔

داغ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا
درد دل کا فسانہ سنا کر چلے

بلاشبہ جس کو ایسا مرشد ملا ہو وہ اپنی قسمت پر کیوں نہ نازاں ہو اور اس کی تربیت کیوں نہ فروزاں ہو، پھر سونے پہ سہاگہ یہ کہ مختلف سلاسل طریقت میں خلافت واجازت اپنے والد ماجد امام احمد رضا سے حاصل کی، ان کی صحبت نے کندن بنادیا اور این وآں سے بے نیاز کردیا۔ خود فرماتے ہیں:

"اب نہ وہ خودی جو بے خود بنائے تھی، نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کئے تھی، نہ وہ جوانی کی امنگ، نہ کسی قسم کا کوئی ترنگ"۔

(محمد مصطفےٰ رضا خاں: ملفوظات، حصہ اول، مطبوعہ لاہور، ص ۸)

اور وہ وقت بھی آیا جب امام احمد رضا دنیا سے جارہے ہیں، آفتاب عالم تاب غروب ہورہا ہے، بیقرار دل دوڑے چلے آرہے ہیں، مگر سلسلۂ بیعت بند ہوچکا ہے، شہزادگان کو حکم ملتا ہے کہ وہ بیعت کریں، گروہ در گروہ بے کسار چلے آرہے ہیں اور بھر بھر کر جام وسبو لئے جارہے ہیں۔ ہاں ۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

ہاں شہزادہ عالی جاہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ والد ماجد نے خود اپنی زندگی میں اپنے سامنے بیعت کرایا، پھر تو یہ سلسلہ چل نکلا اور ایسا چلا کہ ۶۰ برس تک تھمنے میں نہ آیا۔ اور تو اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کلمات بیعت تلقین فرمارہے ہیں مگر سامنے کوئی نہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگ جوق در جوق چلے آرہے ہیں، اور ایک ایک کو بیعت فرمارہے ہیں، شاید عالم

اجسام کا یہ مرشد کامل عالم ارواح اور عالم جنات میں تشنہ روحوں کو بیعت سے سرفراز فرمارہا تھا۔

وہ عاشق رسول تھا، عشق ہی نے اس کی زندگی کو فروزاں کیا، جمال مصطفےٰ کو اس نے ایک نئے زاویے سے دیکھا، خوب دیکھا اور خوب کہا۔

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے
حسیں تم ہو کہ فتنے مٹا کر چلے

اس لئے کہ ہر بہار، بہار مصطفےٰ میں نظر آرہی ہے، اس کے لئے ساری بہاروں کی جان یہی بہار ہے۔

زمین وآسمان کی سب بہاریں آپ کا صدقہ

اللہ اللہ! محبت کی ایسی لگن کو ۸۷ رسال کی عمر میں جب تیسری بار حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے تو ایک روز غار ثور کی زیارت کے لئے چلے۔ شوق کا یہ عالم کہ پہاڑ پر چڑھے تو چڑھتے ہی چلے گئے۔ جوان وتنومند انسان جو فاصلہ تین گھنٹے میں طے کرتا ہے، آپ نے ڈھائی گھنٹے میں طے کرلیا اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا اور جب گھر واپس تشریف لائے تو چند سیڑھیاں چڑھنا دوبھر ہوگیا۔ بیشک عشق ومحبت کے طفیل ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے ۔

عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

وہ اتباع سنت میں پیش پیش تھا، سنت کے سانچے میں جو قدم اٹھ چکے تھے وہ پیچھے نہ ہٹے، دیکھنے والے حیران تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے، آج تو وہ آرہا ہے جس کی دید کے لئے اہل دنیا آرزوئیں کرتے ہیں، مگر نہیں نہیں ان حضرات کی نظر میں آنی جانی عہدوں کی کوئی قدر ومنزلت نہیں، ان کے مولی نے ان کو وہ عزت دی ہے، زمانہ کا کوئی حادثہ اس کو متاثر نہیں کرسکتا، بڑے عہدیدار اور وزیر وبادشاہ کی مسند چھن سکتی ہے مگر ان حضرات کے دامن عصمت پہ جو ہاتھ ڈالتا ہے، برباد ہوجاتا ہے، سچ ہے عزت اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین ہی کے لئے ہے، آج عالم وصوفی اہل دول کی طرف لپکتے نظر آتے ہیں، دنیوی جاہ وجلال ان کو مرعوب کردیتا ہے، سلام اس پر جس کی نظریں دو عالم سے بے نیازانہ گذر گئیں۔

عشق ومحبت نے اس کو ایسا مست وبے خود کردیا تھا کہ نہ کسی کی جاہ وحشمت نظروں میں جچتی تھی اور نہ مال ودولت، ان کے والد گرامی نے ان کو اور اپنے تمام وابستگان کو یہ نصیحت کی تھی:

تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو دور کنار اشاعت دین وحمایت سنت میں جلب منفعت کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃ لوجہ اللہ ہو۔

(الرضا: شمارہ ربیع الآخر، جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۹)

اس ہدایت ونصیحت پر ایسا عمل کیا کہ باید وشاید، متاع غرور سے ایسی نظریں پھیریں کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ سنئے سنئے!

حج بیت اللہ سے بمبئی واپسی ہے، ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائے۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو ملاتا جائے اور جب بریلی پہنچے تو یہ کار نذر کرے۔ بمبئی سے روانہ ہوئے، جاں نثار وفا شعار راستے میں زیارت کرتے رہے، بریلی پہنچے، تکمیل آرزو کا وقت آگیا۔ مرید وفا شعار دست بستہ کھڑا ہے، اپنی کار خدمت اقدس میں نذر گذار رہا ہے، مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھئے ۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ حرماں نصیب اپنی کار واپس لے کر لوٹ رہا ہے، مگر حریم جاناں سے محبت لے کر لوٹ رہا ہے، جس کی نگاہ میں محبوب سما جائے ، پھر اور کوئی نہیں سما سکتا۔ ساری آرزوؤں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتی ہے۔

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

آج عالم وعائد سبھی کار کے آرزومند ہیں، جس کو دیکھو دنیا کی طرف لپک رہا ہے، مگر وہ گریزاں ہے، ایک وہ ہیں جن کے پیچھے دنیا بھاگ رہی ہے اور دنیا سے وہ گریزاں ہیں، ہزاروں سلام ہوں اس ہمت بلند پر۔

داہنے ہاتھ سے لینا اور کھانا سنت ہے، اس سنت سے اب عوام تو عوام خواص بھی غافل نظر آتے لگے ہیں، مگر اس کی نگاہ پاک آخر تک سنت ہی کو تکتی رہی۔ وہ جمال سنت ہی میں محو تھا، کوئی خلاف سنت عمل اس کو نہ بھاتا تھا، لوگ تعویذ لینے آتے تھے اور تعویذ دیے جاتے تھے، ایک روز ایک حاجت مند آیا، تعویذ جو عنایت فرمایا، اس نے بایاں ہاتھ آگے بڑھایا، آپ نے ہاتھ روک لیا، برہم ہو گئے، نصیحت فرمائی، تنبیہ فرمائی، پھر جب اس نے داہنا ہاتھ آگے بڑھایا تو تعویذ عنایت فرمایا، سیرت کی پختگی کا حال انہیں باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

وقت پر نماز ادا کرنے کا خاص اہتمام فرماتے، ریل میں سفر کر رہے ہیں، ایک اسٹیشن پر ریل رکتی ہے، نیچے اترتے ہیں اور اطمینان وسکون کے ساتھ نماز شروع کرتے ہیں، (یاد رہے کہ آپ کے نزدیک چلتی ریل میں نماز پڑھنا جائز نہ تھا) خضوع وخشوع کا عالم ہے، ادھر ریل جاری ہے مگر مجال کیا عجلت واضطراب کا عالم نظر آئے۔ اللہ اللہ

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے

کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

نماز ہوتی رہی، ریل چل گئی، مگر چلتے چلتے رک گئی، آگے نہ بڑھ سکی جیسے کسی غیبی طاقت نے قدم پکڑ لئے ہوں، بیشک من لہ المولی فله الکل، جو مولیٰ کا ہو گیا ہر شے پر اس کی حکمرانی ہے، نماز ختم ہوئی، ریل واپس لوٹی، گارڈ نے معذرت کی پھر اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئی۔

نماز کا یہ اہتمام کرنے والا کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ اس کے مرید نماز سے غافل ہو جائیں، ایک مرید کی نماز قضا ہو گئی، جب وہ مجلس میں آیا تو منہ پھیر لیا اور بات تک نہ کی، اہل محبت کے لئے یہ معمولی بات نہیں کہ محبوب کا حکم نظر انداز کر کے کسی قسم کی تاخیر روا رکھی جائے، نماز وقت پر ہو محبت بیدار رہنی چاہئے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آج کل پیروں فقیروں اور عالموں وعاملوں کے پاس عورتوں کا ہجوم ایک عام سی بات ہے، جہاں دیکھئے منہ کھولے چلتی پھرتی اور بیٹھی باتیں کرتی نظر آئیں گی، حیا اٹھ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مگر شہزادۂ امام احمد رضا کی تقویٰ شعاری ملاحظہ کریں۔

زنان خانے میں عورتیں زیارت کے لئے حاضر ہیں، انتظار ہو رہا ہے، جب آپ تشریف لائے تو چند عورتوں کے نقاب اٹھے اور منہ کھلے تھے، آپ نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا: "نقاب ڈالو، نقاب ڈالو"۔ سب نے نقابیں ڈال لیں۔ اللہ اللہ شریعت کی

پاسداری ہو تو ایسی ہو، آج مسجد و معبد میں، خانقاہوں اور درگاہوں میں ہر جگہ تعویذات لینے، قبروں کی زیارت کرنے غول کے غول چلے آتے ہیں۔ سب دیکھتے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ نقاب ڈالو۔ احساس تک جاتا رہا۔ محرمات، معمولات، بن کر رہ گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ سلام ہو اس آنکھ کی عصمت پر جس نے غیر محرم کو نہ دیکھا اور اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھا۔

ایسی متبع شریعت اور متبع سنت، اسی پاک باطن اور پاک نظر شخصیت ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ مسند افتا پر جلوہ گر ہو، ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں عم محترم مولانا حسن رضا خان کے وصال کے بعد دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام شہزادۂ کبیر مولانا حامد رضا خاں کے سپرد ہوا اور شہزادۂ صغیر مفتی اعظم مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں کو یہ خدمت تفویض کی گئی کہ ملک و بیرون ملک سے آنے والے سوالات کے لئے فتووں کی تیاری میں جب امام احمد رضا کو حوالے کے لئے کسی عبارت کی ضرورت ہو تو وہ کتاب نکال کر حوالے کی نشاندہی کریں اور امام احمد رضا کی خدمت میں پیش کریں۔ ہاں اسی خدمت نے آپ کو مفتی بنایا، اسی خدمت نے آپ کو مفتی اعظم بنایا، اسی خدمت نے آپ کو امام احمد رضا کا دست راست بنایا۔ اور فتویٰ نویسی کی اجازت کی یہ تقریب ہوئی کہ ایک روز دار الافتاء میں فتویٰ لکھنا تھا، سب مفتی اپنی اپنی سوچ میں غلطاں تھے، آپ بھی ادھر نکل آئے اور بغیر کوئی کتاب دیکھے اسی وقت فتویٰ لکھ دیا، جب امام احمد رضا کو دکھایا گیا تو حرف بحرف صحیح نکلا۔ اس طرح آپ دار الافتا کے مفتیوں پر سبقت لے گئے اور امام احمد رضا کی طرف سے فتویٰ لکھنے کی باقاعدہ اجازت مل گئی، ایک مہر تیار کرا کر دی گئی جس پر یہ عبارت کندہ تھی:

"ابو البرکات محی الدین جیلانی، آل رحمٰن، عرف مصطفےٰ رضا"

یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء کا ہے جب کہ آپ کی عمر شریف صرف ۱۸ سال تھی، آپ دار الافتا میں مولانا ظفر الدین بہاری مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا برہان الحق جبل پوری کے رفیق رہے اور فتویٰ نویسی میں وہ کمال پیدا کیا کہ پھر آپ کی نگرانی میں بیسیوں علمانے فتویٰ نویسی کی مشق کی اور مفتی بنے، آپ کے فتاویٰ مصطفویہ کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس کی طرف بھی توجہ کی، دار العلوم مظہر اسلام قائم کیا، جہاں ہند و بیرون ہند کے طلبہ علم دین حاصل کرتے ہیں، آپ طلبہ پر بہت مہربان تھے، فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت کرتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے، امام احمد رضا بھی طلبہ پر بہت مہربان تھے، خوشی اور تہوار کے موقعوں پر طلبہ کو لذیذ کھانے پکوا کر کھلایا کرتے تھے، ہمارے علمی اداروں میں یہ محبت و شفقت عنقا ہو گئی۔ اور انگریزی اداروں کی تو بات ہی نہ پوچھئے، یہاں طلبہ استاد کے لئے مال تجارت بن کر رہ گئے ہیں، پھر طلبہ میں جذبۂ اطاعت و محبت بیدار ہو تو کیوں کر ہو، شفقت و محبت ختم ہو گئی، شفقت عنقا ہو جائے تو محبت بھی عنقا ہو جاتی ہے، ہم طلبہ سے محبت مانگتے ہیں مگر محبت تو خود بخود دل سے پھوٹتی ہے، مانگنے سے نہیں ملتی۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور بہت سے رسالے اور کتابیں شائع کیں، مذہبیات میں بھی اور سیاسیات میں بھی، امام احمد رضا کے ملفوظات چار حصوں میں مرتب کر کے مہجوروں کو امام احمد رضا کی محفل میں بٹھا دیا۔ فراق میں وصال کا لطف آ گیا۔ اب جو پڑھتا ہے مجلس رضا کا ہو جاتا ہے اور عالم یہ ہوتا ہے

کھینچی ہے سامنے تصویر یار کیا کہنا

سیاسیات سے متعلق مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے درمیان مراسلت کو "الطاری الداری" کے نام سے تین حصوں میں مرتب کر کے مورخین کے لئے ایک تاریخی دستاویز مہیا کر دی، جو پڑھتا ہے ماضی کو اس آئینے میں دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا ہے، اللہ اللہ! ہم سے پہلے میدان سیاست میں کیا کیا ہو چکا ہے۔

شہزادہ امام احمد رضا کی زندگی سراپا حرکت تھی، وہ ہر جگہ متحرک نظر آتی ہے، ابتدا سے لے کر انتہا تک حرکت ہی حرکت، جب کفر و اسلام کو یکجا کیا جارہا تھا، بھائی بھائی کا نعرہ لگایا جارہا تھا، شعائر کفر کو اپنایا جارہا تھا، اسلامی شعائر کو مٹایا جارہا تھا، ایک نیا دین بنایا جارہا تھا، تو وہی تھا جو بے تابانہ آگے بڑھا، اس کو ملامت کی پرواہ نہ تھی، اس نے اسلام کی آبرو پر اپنی عزت و آبرو قربان کردی اور سب کچھ لٹا کر اسلام کو بچالیا۔ طوفانی ہواؤں میں اس نے اسلام کی شمع روشن رکھی، بجھانے والوں نے اپنی سی کوشش کی مگر اس نے بھی تن من دھن کی بازی لگادی اور پیچھے نہ دیکھا۔ شاباش اے ہمت مردانہ! اور جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو مرتد بنانا چاہا، ان کو اپنے رنگ میں رنگنا چاہا، ان کی تہذیب و تمدن کو مٹانا چاہا تو وہی تھا جو سینہ سپر ہوکر میدان میں آیا، وہ ایمان و یقین کا پاسدار تھا، وہ تہذیب و ثقافت کا محافظ تھا، وہ مسلمانوں کا خیر خواہ تھا، وہ مسلمانوں کا غمخوار تھا۔

عالم جوانی میں چلنے والی تحریکوں میں وہ آگے آگے رہا۔ وہ بریلی میں قائم ہونے والی جماعت رضائے مصطفےٰ اور جماعت انصار الاسلام کا سرگرم رکن رکین تھا، جماعت انصار الاسلام کے ایک جلسے کی قرارداد کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔ یہ نکات شہزادہ امام احمد رضا کے برادر عم زاد مولانا حسنین رضا خاں (ناظم انصار الاسلام) نے شائع فرمائے۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ ان کی نظر میں کس قسم کی سیاست محمود تھی، اور وہ مسلمانوں کے لئے کیا درد رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہوں:

۱۔ حفاظت مقامات مقدسہ اور مظلومین کی امداد و اعانت۔
۲۔ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔
۳۔ معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی مفادات کی طرف مسلمانوں کی راہنمائی۔
۴۔ ترک و عرب اتحاد کے لئے کوشش و سعی۔
۵۔ خلاف شرع برطانوی قانون میں ترمیم کا مطالبہ۔
۶۔ مسلمانوں کو اسلامی بینک کھولنے کی ترغیب دینا۔
۷۔ تجارت بڑھانے کے لئے مسلمانوں کو شوق دلانا۔
۸۔ مسلمانوں کے لئے اسلامی خزانہ کے قیام اور بیت المال کے لئے کوشش کرنا۔

(روزنامہ پیسہ اخبار، لاہور، شمارہ ۱۳ رمئی ۱۹۲۱ء)

الغرض شہزادہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی مذہب و ملت کے لئے وقف کردی تھی، وہ ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہی۔ انہوں نے تبلیغ و ارشاد کا حق ادا کردیا۔ ہاں اب وہ اپنے مولیٰ کے حضور حاضری کی تیاری میں مصروف نظر آرہے ہیں۔ سن شریف ۹۱ رہو چکا ہے، ضعف و نقاہت کا عالم ہے مگر معمولات یومیہ میں فرق نہیں۔ وہی عبادت و ریاضت، وہی خدمت خلق جو وقت آنا ہے وہ تو آتا ہی ہے۔ ہاں وہ وقت آگیا جس کے تصور سے دل کانپتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

یوں نہ پردہ کرو خدا کے لئے
دیکھو دنیا تباہ ہوتی ہے

عزیز و اقارب حاضر خدمت ہیں، جاں کنی کا عالم ہے، اچانک ارشاد ہوتا ہے، پڑھو: حسبنا الله ونعم الوکیل، پڑھو، سب پڑھو، بیشک اپنے بندوں کے لئے وہی کافی ہے

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے

اتنا کہہ دو کہ تو ہمارا ہے

تمام حاضرین باآواز بلند حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ رہے ہیں اور آپ بھی پڑھ رہے ہیں، پڑھتے پڑھتے اس کے حضور حاضر ہو گئے اور جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں

جا مری جان ، جا خدا حافظ

اہل محبت اور ارباب وفا کے لئے یہ گھڑی کتنی کٹھن تھی کچھ نہ پوچھئے۔

زخم وہ دل پہ لگا ہے کہ دکھائے نہ بنے

اور چاہیں کہ چھپالیں تو چھپائے نہ بنے

۱۲ر نومبر ۱۹۸۱ء بروز جمعرات رات ایک بجکر چالیس منٹ پر وصال ہوا، ہر طرف صف ماتم بچھ گئی، خبر ملتے ہی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جہاز، ریلیں، بسیں، کاریں، جس کو دیکھو بریلی کی طرف رواں دواں ہے۔ ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر بھر گیا۔ ہر طرف انسان ہی انسان، راستے بند، چہرے اداس، ۱۳ر نومبر ۱۹۸۱ء کو بعد نماز جمعہ اسلامیہ کالج (بریلی) کے میدان میں نماز جنازہ ہونے والی ہے گھر سے جلوس جنازہ چلا۔ تین چار میل تک جاں نثار ہی جاں نثار نظر آ رہے ہیں۔ زیب سجادہ کچھوچھہ شریف شاہ مختار احمد اشرفی جیلانی فرائض امامت کے لئے موجود ہیں۔ نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر ہے جو نماز کے لئے حاضر ہے، اشکبار آنکھوں کے ساتھ نماز جنازہ ہوئی۔ جلوس جنازہ واپس کوچہ جاناں کی طرف چلا اور پھر اس جسم نازنیں کو والد ماجد امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ہاں

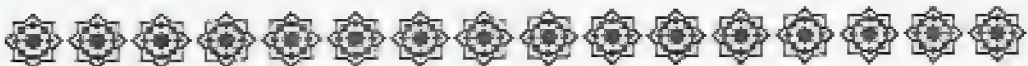
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا

نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا، آمین

ایک محتاط اندازے کے مطابق جلوس جنازہ میں دس لاکھ جاں نثار شریک تھے، جو ہند و بیرون ہند سے شرکت کے لئے آئے تھے، عالمی حکومتوں کے نمائندے اور سفرا بھی شریک جنازہ تھے، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کا تعزیتی پیغام لے کر سفیر پاکستان حاضر ہوئے اور ہندوستان کے سابق صدر فخر الدین علی احمد کی اہلیہ اہل خانہ کے لئے حاضر ہوئیں۔

مسلمان تو مسلمان، غیر مسلموں نے بھی اس سوگ میں حصہ لیا اور سوگواروں کی ضیافت کی، بازاروں میں گڑھا و چڑھا دیے اور صدائے عام دے دی، بے دریغ تواضع کی۔

۱۵ر نومبر ۱۹۸۱ء کو فاتحہ سوم ہوئی جس میں اطراف و اکناف کے لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ایک اندازے کے مطابق مجلس فاتحہ میں ایک لاکھ قرآن کریم کا ثواب ہدیہ کیا گیا۔



حضور مفتی اعظم ہند اور حج اکبر

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (علیگ)
جسولی، بریلی شریف

سرکار مفتی اعظم ہند نے دو مرتبہ حج آزادی سے قبل کیا تھا لیکن ان کا تیسرا حج وزیارت ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے اور یادگار حج ہے جو انھوں نے بغیر فوٹو پاسپورٹ حاصل کر کے ادا کیا۔ اور ساتھ میں ان کی اہلیہ محترمہ مادر اہلسنت کو بھی بغیر فوٹو پاسپورٹ ملا۔

جس عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دل میں اپنے آقا ومولی کی تصویر بجی ہو اور جس کا دل حبیب خدا کی محبت وعظمت کا مدینہ ہو۔ بھلا وہ اپنی تصویر کھنچوا کر کیا کرتا اور اس مفتی اعظم فقیہ عصر و امام الاتقیا کو بھلا یہ کیسے گوارا ہوتا کہ وہ کوئی بھی کام شرع کے خلاف کرے۔ جب کہ تصویر کھنچوانا اسلامی فقہ کی رو سے ناجائز ہے گو کہ حج کے لئے بحالت مجبوری آج کے حالات میں تصویر کھنچائی جا سکتی ہے، مگر جس مقدس ہستی سے کبھی خلاف شرع کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی ہو وہ اس میں کیسے احتیاط نہ برتتا۔

ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء کا وہ دن بڑا ہی مبارک اور لمحہ نہایت سعید تھا جس وقت حضرت مفتی اعظم ہند اپنے دردولت سے سفر حج کے لئے روانہ ہوئے، غلاموں، شیدائیوں اور عقیدت مندوں کے ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت و نعرۂ غوثیت و رضویت اور مفتی اعظم زندہ باد کی گونج میں حضرت بریلی جنکشن پہنچے۔ جنکشن سے نوری مسجد تک کثیر انسانوں کا مجمع ایک لہریں لیتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ ہر فرد دست بوسی وقدم بوسی میں مصروف تھا۔ الہ آباد پسنجر پلیٹ فارم پر لگ چکی تھی، حضور کمپارٹمنٹ میں تشریف فرما تھے۔ غلاموں کا دل دھڑک رہا تھا، بس چند منٹ کے بعد ٹرین ان کے آقا کو تمام آقاؤں کے آقا ومولی کے دربار کی طرف لے جائے گی۔ آنکھیں اشکبار تھیں مگر دل ہنس رہے تھے کہ ان کے سرکار خدا کے گھر اور محبوب خدا کے شہر میں فیض وبرکات کی سوغات لینے جا رہے تھے۔

آخر وقت ہو گیا اور ٹرین اتراتی ہوئی اپنی انوکھی چال سے سیٹیوں کے الیلے اور ترانے سرکار کو منزل کی سمت لے گئی۔

الہ آباد وبمبئی کے درمیان حضرت ٹرین میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ریل نے سیٹی دے دی۔ لیکن ایک ریلوے ملازم نے ڈرائیور کو اشارہ کیا تو ریل اس وقت تک ٹھہری رہی جتنی دیر تک حضرت نے نماز ادا کی۔

تیسرے روز حضرت بمبئی پہنچ گئے۔ حضرت کے ساتھ حج کے لئے ان کی اہلیہ محترمہ مادر اہل سنت، ایک عزیزہ، ایک خادمہ اور ان کے نواسے خالد علی خاں صاحب اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے ایک نوعمر افریقی طالب علم جناب مولانا عبدالہادی صاحب بھی گئے تھے۔

خالد علی صاحب کے پاسپورٹ اور ویزا کی منظوری کا مسئلہ دو سال سے التوا میں پڑا تھا۔ لیکن جس وقت حضرت بمبئی پہنچے تو خالد علی صاحب کا پاسپورٹ ہاتھوں ہاتھ بن گیا جو حضرت کی کرامت کا ایک ادنیٰ سا نمونہ تھا اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات تھی جناب عبدالہادی صاحب کو پاسپورٹ کا مل جانا۔ کیونکہ بریلی شریف سے بغیر کسی تیاری کے حضرت کے ساتھ عازم حج ہو گئے تھے اور بمبئی پہنچ کر پاسپورٹ کے لئے کوشش کرنے لگے تھے، ہر کوئی اس نوعمر طالب علم کی دیوانگی پر ہنس رہا تھا کہ جہاز کی روانگی سے ڈیڑھ دو روز پہلے اسے پاسپورٹ کیسے مل سکے گا۔ لیکن حضرت کے اس فدائی اور عقیدت مند کو یقین کامل تھا کہ اس کا ویزا ضرور بنے گا۔ اور وہ اپنے مرشد کے

ساتھ حج وزیارت دربارہ شہ دوسرا سے ضرور مشرف ہوگا۔ کیونکہ بریلی شریف سے چلتے وقت جب اس نے اپنے مرشد برحق ولی کامل حضرت مفتی اعظم سے اجازت لی تھی تو انہوں فرمادیا تھا، ''چلو! اللہ تمہاری آرزو پوری کریگا۔''

آخر وہی ہوا، جو حضرت مفتی اعظم کے اس غلام کی خواہش تھی ویزا مل گیا اور سب حیرت زدہ ہوگئے۔

حضرت اپنے بمبئی کے قیام گاہ سے ایک شاندار جلوس کے ساتھ بندرگاہ پہنچے، پورا بندرگاہ تاجدار اہلسنت کے عقیدت مندوں اور غلاموں سے بھرا ہوا تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کے سمندر کی دوسری طرف انسانوں کا ایک دوسرا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، پوری گودی نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت اور مفتی اعظم ہند زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی۔

حضرت بمبئی سے آخری جہاز محمدی سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگئے، جہاز کے تمام عملہ نے حضرت کا استقبال نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ کیا۔

جہاز کے کپتان نے حضرت اور ان کے ساتھیوں کے لئے ہر طرح کی سہولیات مہیا کردی تھیں۔ جہاز میں یہ لوگ باقاعدہ پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے تھے، جہاز کا چیف انجینئر جو کہ مسلمان تھا حضرت سے اس قدر متاثر ہوا کہ ان کی حج سے واپسی پر بمبئی میں ان سے مرید ہوگیا۔

ابھی جدہ پہنچنے میں دو دن باقی تھے، یہاں پر تمام مسافروں کو چیچک کا ٹیکہ لگوانا لازمی تھا اور اس سے قبل مظفری جہاز کو اسی لئے روک دیا گیا تھا۔

حضرت نے فرمایا میں ٹیکہ ہرگز نہ لگواؤنگا، اور مسلمانوں کو اس طرح کی کوئی بیماری چھوتی بھی نہیں نہ ان میں یہ بیماری پھیلتی ہے، بالآخر عیسائی میڈیکل آفیسر نے حضرت کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے ٹیکہ لگانے سے منع کردیا۔

جب حضرت کا جہاز جدہ پہنچ گیا تو تمام لوگوں نے حضرت سے یہ درخواست کی کہ حضور دعا فرمادیں اور مظفری جہاز بھی سلامت یہاں تک پہنچ جائے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور مظفری جہاز بھی دو روز کے بعد صحیح سلامت پہنچ گیا۔

جدہ میں حضرت کے استقبال کے لئے ہندوستانی سفارت خانے کے چند افسران آئے اور انھوں نے حضرت کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔

حضرت جدہ سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور دوسرے روز صبح پھر جدہ واپس آگئے۔ جدہ میں ہندوستانی سفارت خانے کے سکریٹری نے حضرت کو دعوت دی، دوسرے روز حضرت کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب اپنی فیملی کے ساتھ جدہ تشریف لائے۔ پاکستانی حضرات نے بھی نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ حضرت کا استقبال کیا اور اصرار کیا کہ حج کے بعد حضور پاکستان تشریف لے جائیں، وہ لوگ حضرت کو پاکستان تشریف لے جائیں، وہ لوگ حضرت کو پاکستان لے جانے کے لئے ہوائی جہاز سے پاکستان گئے تاکہ تمام انتظامات مکمل کرلیں۔ لیکن ان کی واپسی پر حضرت نے پاکستان جانے سے انکار کردیا کیونکہ دونوں ملکوں کے تعلقات اچھے نہ تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت کے ساتھیوں کا پاکستان جانے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔

جدہ میں حضرت کا قیام قریب ایک ہفتے تک رہا اور پھر مکہ معظمہ میں 'میمن رباط' میں قیام کیا جس کا انتظام ان کے لئے بمبئی کے مریدین نے کیا تھا۔

عرفات کا ایک واقعہ:

حضرت کے ایک مرید مفتی محمد حسین صاحب قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے تھے، حضرت عالم وجد میں آ گئے وہ انگلی نچاتے جاتے تھے آنکھیں اشکوں کے موتی لٹا رہی تھیں اور چہرہ پر جلال برس رہا تھا، رخ انور کی تابانی کا یہ عالم تھا کہ نظریں نہ ٹھہرتی تھیں اور آفتاب ولایت سے نظریں ملانا مشکل تھا۔

حضرت عرفات سے مزدلفہ پہنچے وہاں کنکریاں جمع کیں ایک شب قیام فرما کر منی پہنچے، وہاں شیطان کے کنکریاں ماریں طواف کیا اور قربانیاں کیں۔

حج کے بعد غار ثور گئے، غار ثور ایک ایسا پہاڑ ہے جسے ایک صحت مند جوان آدمی تین گھنٹہ میں طے کرتا ہے، حضرت کے ساتھ چند نوجوان بھی تھے جو اس پہاڑ کی ہیبت سے لرزاں تھے، لیکن حضرت بالکل کسی نوجوان کی طرح چڑھائی طے کر رہے تھے، ادھر سے واپس اترنے والے حضرت کے پر جلال و جمال ومقدس نورانی چہرہ کو دیکھ کر ٹھہر جاتے ان کی دست بوسی کرتے، انہیں پانی پلاتے اور پھل پیش کرتے۔

حضرت نے بغیر کسی کا سہارا لئے صرف چھڑی کے سہارے پوری چڑھائی لگ بھگ ڈھائی گھنٹہ میں طے کی۔ اوپر پہنچ کر حضرت اپنے ساتھیوں کے ساتھ غار ثور میں داخل ہوئے صلوۃ وسلام پڑھنے کے بعد دعا کی اور واپس لوٹے۔

غار ثور سے واپس لوٹنے کے بعد حضرت مسکن رو باٹ کی دوسری منزل پر اپنے کمرہ میں جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھنے لگے تو چھ سیڑھی چڑھنے کے بعد فرمایا کہ تھک گیا۔ اس پر ایک صاحب نے فرمایا: حضور غار ثور کی چڑھائی کے وقت آپ نے تھکن کا احساس تک نہ کیا، پھر یہاں کیسے تھک گئے، اس پر حضرت نے فرمایا: ”وہ مقام اور تھا یہ اور ہے۔“

حضرت حرم میں روزانہ بعد نماز عشا طواف کے لئے جاتے تھے، صفا و مروہ کی دوڑ میں رمل میں باقاعدہ دوڑتے تھے، ہر کوئی اس بوڑھے کے جوانوں جیسے عمل پر حیرت زدہ تھا۔

حضرت نے مکہ معظمہ میں محفل میلاد پاک منعقد کرائی، اس موقع پر ایک پاکستانی بزرگ نے حاضر ہو کر حضرت کی قدم بوسی کی۔ ان کے انگوٹھے پر لفظ ”محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں ان بزرگ صاحب نے یہ بتایا کہ ایک شب نصیب جاگا اور خواب میں سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ صبح بیدار ہوئے تو انگوٹھے پر اسم رسالت لکھا پایا جو آج تک ویسے ہی لکھا ہے۔

غار ثور کے بعد حضرت غار حرا کی زیارت کو تشریف لے گئے جس کی چڑھائی تقریباً دو گھنٹے کی ہے۔ غار حرا کی چڑھائی میں ایک خاص بات یہ تھی کہ آدمی اوپر چڑھتے وقت اگر یہ کہہ دے ”اف تھک گیا“ اور پھر اوپر دیکھو تو پھر اس پر پہنچ نہیں سکتا لاکھ کوشش کیوں نہ کر ڈالے۔ حضرت اس کی چڑھائی کو بھی بڑے آرام واطمینان کے ساتھ طے کرتے رہے۔ تقریباً نصف منزل پر چند اترنے والے لوگوں نے سلام کیا۔ حضرت نے صرف وعلیکم کہا۔ اس پر عبد الہادی صاحب افریقی نے پوچھا: حضور آپ نے ایسا جواب کس وجہ سے دیا؟ حضرت نے فرمایا: ”یہ رافضی تھے“۔ اس پر لوگوں نے پوچھا: حضور کو کیسے معلوم ہوا حضرت نے فرمایا، انہوں نے بجائے السلام علیکم کے سلام علیکم کہا تھا اور رافضی اسی طرح سلام کیا کرتے ہیں۔

اللہ رے سوجھ بوجھ، دسیوں حضرات ساتھ تھے مگر کسی نے اس پر توجہ نہیں دی، مگر سرکار نے اس باریکی کو گرفت میں لے لیا،

کیوں نہ ہو مفتی اعظم اور روشن ضمیر تو ٹھہرے۔ اوپر پہنچ کر غار حرا کے قریب حضرت نے عمامہ اتارا اور زمین پر رکھ دیا، ٹوپی اتاری، جبہ اتارا صدری اتاری، کرتا اتارا اور سب زمین پر رکھتے رہے۔ لوگ حیرت زدہ تھے ماجرا کیا ہے۔ کیا حضور کو گرمی محسوس ہو رہی ہے ابھی لوگوں کی حیرت دور بھی نہ ہوئی تھی کہ دیکھا حضرت اسی عالم میں غار کے دروازے پر درود جمعہ پڑھ رہے ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ حضور درود شریف پڑھتے ہوئے تنہا غار کے اندر گئے اور زمین پر بیٹھ کر اپنے پورے جسم پر غار کی مٹی ملتے رہے، حوض چشم سے اشکوں کے پھوارا بلتے رہے اور غار حرا کی پاک و مقدس مٹی کے ذرات حضرت کے چہرہ کو آفتاب کی تابانی عطا کرتے رہے۔ اس وقت جلال کا یہ عالم تھا کہ رخ انور پر نگاہیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔

غار کی مقدس مٹی کو بدن میں ملنے اور جبیں پر سجانے کے بعد حضور نے غار حرا کے اندر نفل پڑھے اور باہر تشریف لا کر بقیہ لباس زیب تن فرمایا۔ بعد میں حضور کے خدام بھی اپنے مرشد کی اتباع میں اسی طرح غار میں داخل ہوئے۔

غار حرا سے واپسی پر حضرت کو معلوم ہوا کہ سرکار غوث الاعظم کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت سیدنا پیر سید عبد المعبود الجیلانی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ جن کی عمر ایک سو چھیالیس سال کی ہے وہ مکہ معظمہ میں قیام فرما ہیں۔ حضرت ان کی زیارت کو گئے اور ان کے کمرے میں پہنچے تو انہوں نے حضرت کے استقبال میں اٹھنے کی کوشش کی۔

حضرت سید صاحب قبلہ نے فرمایا: صاحبزادے اگر میرے پیروں میں تکلیف نہ ہوتی تو آپ کے استقبال کے لئے میں ضرور کھڑا ہوتا۔ حضرت نے یہ کہہ کر "ہم غلام ہیں احتراماً ان کی مسند سے دور ہٹ کر عام لوگوں کی طرح بیٹھ گئے۔ اس پر سید صاحب قبلہ نے حضرت کو لپک کر بغل میں بٹھالیا۔

دوران گفتگو سید صاحب قبلہ نے فرمایا: میں نے بفضلہ تعالیٰ اسی حج کئے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بریلی میں ملاقات بھی کی ہے۔ اعلیٰ حضرت مجھ سے عمر میں تیس سال چھوٹے تھے۔ اور یہ واقعہ آپ کی ولادت سے آٹھ برس قبل کا ہے۔

حضرت سید صاحب قبلہ نے سرکار اعلیٰ حضرت کی بے پناہ تعریف کی۔ ان کے علمی و دینی کارناموں اور خدمات پر روشنی ڈالی اور اخیر میں فرمایا۔ کیا اس محفل میں اعلیٰ حضرت کی وہ نعت شریف 'خدا خدا کا یہی ہے در' کسی کو یاد ہے، اگر یاد ہے تو پڑھیں۔

عبد الہادی افریقی صاحب اور دوسرے لوگوں نے یہ نعت شریف ترنم کے ساتھ شروع کی، حضرت دوزانو بیٹھے سر جھکائے نعت سنتے رہے۔

اس نعت شریف کے بعد سید موصوف نے اپنی ایک نعت شریف عربی میں سنائی۔

نعت شریف سنانے کے بعد حضرت سید صاحب موصوف نے فرمایا میں نے اب تک اسی حج کئے ہیں۔ اور جب بھی حج کی نیت سے آتا ہوں اور مکہ معظمہ پہونچتا ہوں تو میرے سفید بالوں میں چند بال سیاہ ہو جاتے ہیں اور جب حج کر کے لوٹتا ہوں تو وہ بال پھر سفید ہو جاتے ہیں۔

سید صاحب قبلہ نے اپنے حالات و واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نجدیوں کے رد کے سلسلہ میں میرے سر پر حکومت نجد نے تین بار سرخ چادر ڈالی جس کا مطلب ہے کہ ان کا سر قلم کر دیا جائے۔ مگر رب العزت نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہر بار مجھے محفوظ رکھا اور نجدیوں سے میرا بال بیکا نہ کیا جا سکا۔ دوران گفتگو انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے زندہ درگور کر دینے کے لئے تین بار قبر کھودی گئی، مگر رحمت خدا اور کرم شہ دوسرا ابھر آڑے آئی اور میں پھر محفوظ رہا۔

ان بزرگ سید صاحب کا آبائی وطن بغداد شریف تھا، مگر ترک وطن کر کے پاکستان کے کوہستانی خطہ گلگت میں آباد ہو گئے تھے۔

سید صاحب کے ترک وطن کرنے کے بارے میں حاضرین میں ایک صاحب نے سوال کیا:

''حضور! اپنی آبائی اور مقدس سرزمین چھوڑ کر گلگت میں کیوں آباد ہو گئے؟''

جواب میں سید صاحب قبلہ نے فرمایا:

''ہم اولاد غوث الوریٰ ہیں مگر ہم نے ہی غوث اعظم کا نام بدنام کیا۔ لہذا غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ اپنے افعال واعمال کے ساتھ اس مقدس سرزمین پر رہیں۔''

مکہ معظمہ میں حضرت مفتی اعظم ان علمائے کرام کی جستجو میں نکلے جنہوں نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر ملاقات کی تھی، ان اکابرین میں سے صرف تین باقی تھے، حضرت سید یحییٰ عمان رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں تھے، حضرت سید یحییٰ عمان رحمۃ اللہ علیہ وہی ہیں جن سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ میں استفادہ کیا تھا، وہ تینوں اکابرین یہ تھے
۱۔ حضرت سید امین قطبی صاحب ۲۔ حضرت سید عباس علوی صاحب ۳۔ حضرت سید محمد نور صاحب۔

پہلے دن حضرت نے حضرت سید عباس علوی صاحب کے یہاں ملنے کی اطلاع فرمائی اور پھر ان سے ملاقات کرتے گئے۔ سید صاحب موصوف نے حضرت کی تعظیم وتکریم کی اور مسند پر بٹھا کر خود دو زانو ہو کر سرکار مفتی اعظم کے سامنے بیٹھ گئے۔ دونوں بزرگوں میں کافی دیر تک عربی میں گفتگو ہوتی رہی، بعد میں حضرت سید عباس علوی صاحب نے حضرت مفتی اعظم ہند سے خلافت واجازت حاصل کی۔ دوسرے روز حضرت نے اطلاع دیئے بغیر حضرت سید محمد امین صاحب سے ملاقات کی، اس وقت ان کے یہاں محفل میلاد پاک منعقد تھی اندر اطلاع کرائی گئی تو سید صاحب ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے حضرت کے استقبال کو آئے۔

حضرت نے میلاد پاک کی محفل میں شرکت کی۔ بعد میلاد دونوں حضرات عربی میں گفتگو کرتے رہے، سید امین صاحب نے اعلیٰ حضرت کی بہت تعریف کی اور انکی یاد میں دیر تک آنسو بہاتے رہے۔ انہوں نے بھی حضرت سے خلافت واجازت مانگی۔

حضرت سید محمد نور صاحب کو حضرت مفتی اعظم کے مکہ شریف کے قیام کے بارے میں خود ہی معلوم ہو گیا تھا کہلا دیا تھا کہ میں خود ہی حضرت کی خدمت میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہونگا، لیکن اس کے باوجود حضرت خود ان سے ملنے ان کے گھر گئے۔ حضرت جس وقت ان کے یہاں پہنچے وہ حضرت سے ملنے آنے کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ ان کو حضرت کے آنے کی اطلاع ملی تو اندر ہی سے اسمعیل جانی صاحب کو ڈانٹا اور لپک کر باہر آئے۔ حضرت کی دست بوسی کی اور بڑی تعظیم وتکریم کی اور حضرت سے معافی کے طلبگار ہوئے کہ آپ کو زحمت ہوئی۔

دوران گفتگو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ نکلا تو سید محمد نور صاحب کی آواز بھر آگئی اور اشکوں کے موتی لٹاتے ہوئے تاجدار علم وفضل کو خراج عقیدت پیش کیا۔

انہوں نے دوبارہ حضرت سے گستاخی کی معافی چاہی تو حضرت رونے لگے اور فرمایا کہ یہ سب اعلیٰ حضرت کا کرم ہے میں کس لائق ہوں، آخر میں حضرت نے ان کو خلافت واجازت عطا کی۔

شہر محبوب خدا مدینہ طیبہ کی حاضری:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

حضرت حج کی ادائیگی کے بعد بیت اللہ سے شہر محبوب کی جانب روانہ ہوئے، حضرت شام ڈھلے مدینہ منورہ کی حدود میں داخل ہوئے۔

مدینہ منورہ کے چیک پوسٹ پر پہونچے تو وہاں حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب خلیفہ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب حضرت کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سے اب تک یہیں بیٹھے ہیں۔ جبھی حضرات جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو عبدالہادی صاحب افریقی اور ساتھیوں نے سلام مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھنا شروع کیا۔ شہر محبوب میں محبوب کو صلوٰۃ وسلام کی نذر پیش کی جارہی تھی اور غلام مصطفےٰ، مصطفےٰ رضا خاں صاحب سلام کے ایک ایک مصرعہ پر سر عقیدت خم کرتے جا رہے تھے، وہ تصور محبوب میں اس قدر غرق تھے کہ خود کا ہوش نہ تھا۔

آخر جب حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کے دولت کدے کے سامنے گاڑی رکی اور سلام ختم ہوا تو حضرت عالم جذب سے باہر نکلے۔ نناوے سالہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قبلہ حضرت کے استقبال کے لئے اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے تھے۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

یہ دیوانہ رسول دیار حبیب میں ہر ہر قدم پر درودوں کے لعل و گہر نذر کرتا ہوا یا دہ سر جھکائے نظریں نیچی کئے راستے طے کرتا تھا اور ہر روز بعد نماز فجر اور بعد نماز عشاء روضہ انور پر حاضر ہوتا اور مواجہ شریف سے تین ہاتھ فاصلے پر کھڑے ہو کر سر عقیدت خم کئے نگاہیں جھکائے، دل میں عشق حبیب خدا کا جلوہ بسائے صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کرتا۔

مسجد نبوی میں حضرت الگ جماعت کرتے تھے، اس کی رپورٹ ایک ہندوستانی وہابی نے حکومت کو دے دی۔ پولیس تحقیقات کو آئی۔ اس پر شیر بیشہ سنت حضرت مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کو غصہ آ گیا اور اس نے ہندوستانی وہابی کے ایک تھپڑ ماردیا اور کہا جا فیصل سے شکایت کردے، حضرت نے شیر بیشہ سنت کے اس مرید کو ڈانٹا کہ یہ حرم ہے، یہاں اس طرح کی حرکت نہیں کرنی چاہے تھی۔ بعد میں پولیس بغیر کچھ کئے واپس چلی گئی۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ حضرت حرم شریف میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں مصروف تھے، حرم شریف بند ہونے کا وقت ہو چکا تھا، خدام سب کو باہر کر رہے تھے۔ ایک نے حضرت کو بھی ڈھکیلنا چاہا۔ اس پر عبدالہادی صاحب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت نے منع فرمایا کہ یہ خادم حرم شریف ہیں ایسا مت کرو۔ اتنے میں خدام کا ہیڈ آ پہنچا اور اس نے حضرت سے معافی مانگی اور اس خادم کو بہت ڈانٹا اور کہا یہ شیخ ہے اسے پڑھنے دو۔ اور جب یہ جائے تو صفائی وغیرہ کرو۔

ایک دن حضرت باب جبریل سے نکل کر حجرۂ فاطمہ پر پہنچے تو سلام کے بعد وہاں موجود کچھ حضرات نے حضرت کی قدم بوسی کی۔ دور کچھ نجدی کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ان سے ایک پولیس مین نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا یہ وہ ہے جو نجدیوں کو کافر کہتا ہے، پولیس والے حضرت کو دیکھ کر آگے بڑھے مگر ان کے جلال کو دیکھ کر الٹے پیر لوٹ گئے اور وہاں سے کھسک گئے۔

اس واقعہ کی دوسری شب کو نماز عشا کے بعد حرم شریف کے کچھ خدام نے حضرت سے شرف بیعت حاصل کی، اس کے بعد حضرت مواجہ شریف میں مشغول صلوٰۃ وسلام ہو گئے۔

آخر میں حضرت نے خدام حرم شریف کے ایک خادم سے جھاڑو لیکر درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہوئے حرم شریف کی مقدس زمین کو جھاڑنا شروع کیا۔

خدا خیر سے لائے وہ دن بھی نوری
مدینہ کی گلیاں بہارا کروں میں

مدینہ منورہ میں حضرت کے قیام گاہ پر ہر وقت اہل مدینہ اور دوسرے ممالک کے حجاج کرام کا ہجوم رہتا تھا، اہل مدینہ تعویذ کو آیا کرتے تھے، اس وقت حضرت تمام کام روک کر اور تمام حضرات سے معذرت کر کے صرف اہل مدینہ ہی کا کام کیا کرتے تھے۔

ایک دن حلب کے علمائے کرام حضرت کی ملاقات کو آئے، حضرت نے انہیں چائے پیش کی تو انہوں نے اس شرط پر چائے پی کہ حضور جوٹھا کر کے تبرک دیں۔ حضرت آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا یہ سب اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ آپ لوگ مجھے اس لائق سمجھتے ہیں۔

بعد میں ان حضرات میں سے کچھ حضرات کے مرید ہوئے اور کچھ نے خلافت واجازت حاصل کی۔

حضرت نے اس روز مدینہ منورہ میں محفل میلاد منعقد کی۔ اتفاق سے حضرت سید عبدالمعبود جیلانی قبلہ بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے حضرت کو زمزم شریف پیش کیا اور فرمایا جب کوئی اپنے بچہ سے ملتا ہے تو تحفہ پیش کرتا ہے، آپ میرے صاحبزادے ہیں، میں آپ کو زمزم شریف نذر کر رہا ہوں۔ حضرت نے ان کا یہ بے بہا تحفہ قبول کرتے ہوئے انہیں مٹھی بھر نوٹ نذر کیے۔ جس میں سے انہوں نے گیارہ روپے حضرت کو پیش کیے اور کچھ ارشاد فرمایا جو کسی کو معلوم نہیں ہوسکا۔

زیارت احد کے بعد حضرت نے مسجد قبلتین میں نماز ظہر ادا کی، وہاں چند نادار بچے حضرت سے چمٹ گئے، حضرت نے ان سے پیار کیا اور پیسے دیئے۔ کسی پاکستانی نے اس وقت یہ کہہ دیا بھگاؤ ان بچوں کو، اس پر حضرت بہت ناراض ہوئے اور فرمایا انہی کا کھاتے ہو انہی پر بگڑتے ہوئے۔ حضرت نے جنت البقیع کی زیارت کی اور ادبا اندر جا کر باہر ہی سے فاتحہ پڑھی۔

حضرت نے شہر مدینہ منورہ کی تمام مساجد کی زیارت کی، مدینہ شریف میں ایک شخص حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سے مرید ہونے کو آیا، تو انہوں نے اس کو ڈانٹا کہ شہنشاہ کی موجودگی میں مجھ سے طالب ہو رہا ہے۔ اور اسے حضرت سے بیعت کرایا۔ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ حضرت سے مرید ہوئے۔

حضرت نے مدینہ منورہ میں ۲۲ روز قیام کیا جب کہ وہاں کے لئے کل دس روز کی اجازت تھی۔

واپسی میں حضرت مفتی اعظم ہند بمبئی سے ناسک، جبلپور، الہ آباد ہوتے ہوئے بریلی تشریف لائے۔

امام احمد رضا علمائے شام کی نظر میں

خلیل احمد رانا

بحمد اللہ حضرت شیخ امام احمد رضا قادری الہندی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے علم و فضل کا شہرہ صرف برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں ہوا بلکہ عرب ممالک حجاز مقدس، مصر، شام، مراکش، فلسطین وغیرہ کے بڑے بڑے علماء و مشائخ نے بھی آپ سے عقیدت کا اظہار کیا، آپ کے علم و فضل کو تسلیم کیا اور آپ کو شاندار القاب سے یاد کیا، چنانچہ مندرج بالا ان عرب ممالک میں سے "ملک شام" کے جید علماء کا تعارف اور امام احمد رضا قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے تاثرات نقل کیے جاتے ہیں۔

شیخ امین سفرجلانی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ شیخ امین بن محمد بن خلیل دمشقی حنفی الشہیر سفرجلانی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں پیدا ہوئے۔ علوم کثیرہ کے ماہر، عربی کے مشہور شاعر اور اجل عالم دین تھے۔ دمشق کی مشہور "جامع التجدار" کے امام اور اسی جامع میں درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں "القطوف الدانیہ فی العلوم العثمانیہ"، "الکوکب الحثیث شرح درۃ الحدیث فی مصطلح الحدیث"، "العقد الوحید شرح النظم الفرید فی علم التوحید"، "المنظومۃ المرضیہ فی الاصول الفقہیہ" اور "عقود الاسانید فی مصطلح الحدیث" مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں دمشق میں وفات پائی۔[1] آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

"میں نے اہم کتاب (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہل ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کی مؤید .... رسالہ مذکورہ مؤلف علامہ مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمت شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے ان کو اور ہم کو جمع فرمائے۔ آمین" (۱۴ر صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) (ملخصاً) [2]

شیخ محمد امین سوید دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ، فقیہ، اصولی، صوفی کامل، امام لغت الشیخ محمد امین بن محمد الدمشقی المعروف "سوید" رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۵ء میں دمشق کے ایک تاجر اور زراعت پیشہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ اس وقت دس سال کی عمر میں تھے کہ آپ کے والد سفر حج میں انتقال کر گئے، آپ کے چچا نے آپ کی کفالت کی۔ تحصیل علم کے لئے آپ جن علمائے شام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالغنی الغنیمی المیدانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف السمارہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابوالفرج الخطیب رحمۃ اللہ علیہ، محدث شام علامہ شیخ بدرالدین الحسنی رحمۃ اللہ علیہ، (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) حضرت شیخ سلیم العطار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ البکری العطار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الصوفی عیسیٰ الکروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) حضرت شیخ الطیب رحمۃ اللہ علیہ۔

اس کے بعد جامعہ ازہر (قاہرہ۔ مصر) آگئے اور پانچ سال تک یہاں کے علماء کی صحبت اختیار کی، تعلیم مکمل کر کے آپ دمشق

لوٹ آئے اور ''جامع درویش پاشا'' میں فقہ حنفی کی تعلیم دیتے تھے بعد میں اسی جامع میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ اسی دوران آپ نے ترکی، ہندوستان، ایران، بخارا، یمن اور دوسرے کئی ممالک کا دورہ کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مملکت عثمانیہ نے آپ کو ''الکلیتہ الصلاحیتہ القدس الشریف (فلسطین)'' میں منصب قضا اور مدرسین کی تربیت کے لئے متعین کیا، یہاں آپ بڑی دلجمعی سے کام کرتے رہے حتی کہ انگریز حکومت نے مملکت عثمانیہ کے زوال کے باعث اختتام جنگ سے کچھ عرصہ قبل اس یونیورسٹی کو بند کردیا۔ بایں وجہ آپ دمشق واپس آگئے تو حکومت شام نے آپ کو سرکاری اداروں میں عربی زبان کے تحفظ وفروغ کے اہم کام پر مامور کردیا، جس ادارہ میں آپ کام کرتے تھے اس کا نام "المجمع العلمی العربی" تھا۔

۱۹۲۳ء میں دمشق کے مشہور ادارہ "معہد الحقوق العربی" میں اصول فقہ کی تدریس آپ کو سونپی گئی۔ ۱۹۲۵ء میں چند ماہ لبنان میں قیام کیا، پھر اردن آگئے یہاں سے "دار المعلمین" القدس شریف (بیت المقدس) میں تدریس کے لئے چلے گئے۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۲۹ء مکہ مکرمہ میں تدریس پر مامور رہے، اس کے بعد آپ ہندوستان کے شہر بمبئی میں ''مدارس الفلاح'' کی تاسیس اور نگرانی کے کام پر مامور ہوئے، بالآخر آپ دمشق واپس آگئے، یہاں پر ''جامع مسجد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور محلہ القنوات میں واقع ''جامع التعدیل'' میں مستقل تین سال تک وعظ وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس ذمہ داری میں اپنی وفات سے قبل تین دن کے سوا کبھی ناغہ نہ کیا۔

حضرت شیخ امین سوید علیہ الرحمہ کا شمار دمشق کے کبار علماء میں ہوتا ہے، آپ کو علم اصول فقہ، توحید، تصوف، اسماء الرجال، میں یکتائی حاصل تھی، آپ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کی عبارت کو بڑی عمدگی اور کلام بلیغ سے حل فرمایا کرتے تھے، آپ کو بہت سے مشائخ وعلماء نے اپنی اپنی اجازات سے سرفراز فرمایا، ان میں حضرت شیخ ابوالمحاسن محمد بن خلیل قاؤقجی ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۰۵ھ) اور حضرت شیخ ملا محمد فیضی البغدادی مفتی بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمایاں ہیں۔

شیخ امین سوید رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عابد وزاہد، متواضع، شہرت سے متنفر انسان تھے، اولیاء کرام سے بہت عقیدت رکھتے تھے، اور مسافتیں طے کرکے ان کی زیارت گاہوں پر جانے کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ بلاد شام میں ''محافل صلاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے بانی، عالم کبیر، ولی کامل حضرت شیخ عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۵ء) فرماتے ہیں کہ شیخ امین سوید علیہ الرحمہ ملک شام کے قطب تھے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔ شیخ ابوالخیر المیدانی دمشقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب رئیس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء) شیخ محمد الہاشمی المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء) السید الشیخ محمد المکی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)، دارالفتوی بیروت کے امین خاص حضرت شیخ محمد العربی العزوزی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو سند اجازت عطا فرمائی۔ اس اجازت کی نقل درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام کائنات کو اپنی وحدانیت سے آگاہ کیا اور تمام عوالم نے مختلف زبانوں میں جس کی الوہیت کی گواہی دی، اور درود وسلام تمام جہانوں کے سردار، منتخب جماعت اور جنت عدن کے حسن کامل حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جو وجود کائنات کا مرکزی نقطہ اور ہر موجود کا سبب اعظم ہیں، نیز آپ کی آل اطہار اور اصحاب اخیار پر۔

بے شک میں نے اخی فی اللہ، مرد کامل، عالم باعمل، عمدۃ الفضلاء والنبلاء السید محمد العربی ابن السید محمد المہدی بن العلامہ المحقق سیدی السید محمد العربی الزرہونی العزوزی الفاسی کو ان تمام علوم کی اجازت دی جن میں مجھے عطا ہوئی، مجھ سے ان کا روایت کرنا درست ہے، نیز جن علوم کی نسبت میری طرف درست ہے، میں نے انہیں اجازت دی کہ وہ جس کو ان علوم کا اہل جانیں اسے اجازت دے سکتے ہیں، جس طرح میں نے اپنے مشائخ اعلام، عمدۃ مراجع الاسلام (جن کے تذکرے سے سند میں طوالت ہوگی ان میں سے) سیدی العلامہ، ذوالفتح الاقدسی، العارف باللہ الشیخ محمد القاوقجی الطرابلسی، حاوی علی العلوم سید الشیخ محمد الطنطاوی، نیز جن کی شہرت وفضیلت اقطار عالم میں سورج کی شعاعوں کی طرح پھیلی، مفتی بغداد سید الشیخ محمد فیضی الزہاوی، جن کی سندیں اور ثبوت محتاج تعارف نہیں ہیں۔ اور یہ کہ میں انہیں اور خود کو اللہ عظیم کے تقویٰ وطاعت کی وصیت کرتا ہوں اور ہمیشہ ظاہر و باطن میں ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہوں، اور تمام احکام اسلامی کی بجا آوری کا حکم دیتا ہوں تا کہ یہ اخلاق عالیہ کے اعلیٰ زیور سے آراستہ ہوں اور اوصاف حمیدہ سے بلند مقام پر فائز ہوں اور یہ کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی ایسے مقام پر نہ دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے، اور کبھی اس مقام سے غائب نہ پائے جہاں جانے کا اس نے حکم فرمایا، اور اس بات کی بھی تلقین کرتا ہوں کہ یہ علوم دین اور ائمہ ہدیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کتب تعلیم وتدریس سے کبھی الگ نہ ہوں، اور یہ کہ مجھے اپنی جلوتوں، خلوتوں اور نیک دعاؤں میں کبھی نہ بھولیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کار خیر کی توفیق دے۔ اے اللہ! تو قبول فرما۔

یہ سند محتاج الی اللہ تعالیٰ محمد امین الشہیر سوید عفی عنہ نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۳ھ کو لکھی۔

تصانیف میں: ۱۔تسہیل الحصول علی قواعد الاصول

۲۔رسالۃ فی نحو (یہ ایک مخطوطہ ہے اس کا ایک صفحہ ان قواعد وضوابط پر مشتمل ہے جو اصول فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، اس رسالہ میں ایک مقدمہ شامل ہے جو مبادیات علم کے ضروری مباحث پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ سات مقالات اور ایک اختتامیہ جو عقائد واخلاق کے بیان میں ہے جن کو اپنانے سے زہد وتصوف جیسی صفات کو جلا ملتی ہے۔

۳۔علوم القرآن و اصولہ (یہ رسالہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی کتاب "الاتقان" کا اختصار ہے)

۴۔رسالہ فی تاریخ القدس۔

۵۔تلخیصات (اسے آپ نے ادارہ "معہد الحقوق العربی" کے زمانہ تدریس میں تصنیف کیا)۔

۲۰ رشوال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء کو وصال فرمایا اور دمشق کے مشہور قبرستان "باب الصغیر" میں دفن ہوئے۔[۳]

آپ نے امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل تقریظ تحریر کی۔

"علامہ کبیر، فہامہ شہیر، محقق ومدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" مطالعہ کی، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک حصن جو عقائد اہل ایمان کا محافظ ہے۔ بے شک علم ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں، یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر موقوف ہے، تو بلا شبہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لئے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔(۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)۔(ملخصا) [۴]

علامہ شیخ سید محمد تاج الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

(سابق صدر جمہوریہ شام)

حضرت علامہ صوفی شیخ محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین بن یوسف الحسنی المراکشی ثم الدمشقی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں دمشق میں پیدا ہوئے اور اپنے والد ماجد کے زیر کفالت پرورش پائی، علوم دینیہ اپنے والد محترم محدث شام تاج العلماء علامہ شیخ بدر الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) [۵] اور ان کے تلامذہ سے حاصل کئے۔ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء میں مدرسہ سلطانیہ دمشق میں علوم دینیہ کی تدریس کے لئے تقرر ہوا، اور مجلس اصلاح المدارس کے رکن بنے۔ عہد عثمانیہ میں شام کی پارلیمنٹ کے رکن رہے۔ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں ''اخبار شرق'' کے چیف ایڈیٹر بنے فیصل (سربراہ شام) کے دور میں شام کی کانفرنس کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۰ء میں فیصل الملک نے محکمہ تعلیم کا ڈائریکٹر مقرر کیا، اوقاف وفتوی، شرعی عدالت اور حجازی خط کے دفاتر اس کے تحت تھے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء تک ملک شام کے عہد صدارت پر فائز رہے۔ دمشق میں پیر کے دن ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء کو وفات پائی۔[۶]

آپ نے امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی شہرآفاق کتاب "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل ایمان افروز تقریظ لکھی۔

> ''۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے 'الدولۃ المکیہ' کے مطالعہ کے لئے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے......ایسا کیوں نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم شکلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین۔
>
> میں نے چند وجوہات کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا پہلی بات تو یہ کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل وتطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ کہ میں دیار حبیب ﷺ سے جدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں۔(۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء) ملخصا [۷]

شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد بن احمد رمضان الشامی المدنی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ممتاز ادیب تھے، آپ کے اشعار عوام میں زبان زد عام تھے۔ آپ کی تصانیف میں "صفوۃ الادب" "مختارات شعر و موشحات" "مناجات الحبیب فی الغزل والنسیب"۔ ''شعری دیوان''۔ "تنبیہ الانام فی ترتیب الطعام" اور "مسامرۃ الادیب"۔ (یہ تصنیف آپ نے بروز جمعہ رجب ۱۳۳۰ھ میں مکمل کی) آپ کی تمام تصانیف طبع ہو چکی ہیں۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کے بعد وفات پائی۔[۸]

آپ نے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

"۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف 'الدولۃ المکیہ' سے آگاہ کیا، میں نے یہ کتاب مطالعہ کی اور اس کو حسن بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہل دل اور اہل تقوی پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا جو عین حق ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف علامہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو ان کی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!" (ملخصاً) [۹]

شیخ محمد عطاء اللہ آفندی الکسم حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

بحر العلوم مفتی شام حضرت شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم بن یاسین الکسم علیہم الرحمہ ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، اگر چہ ان کے آباواجداد شام کے دوسرے شہر حمص چلے گئے تھے۔ آپ نے فقہ حنفی کی تعلیم حضرت شیخ عبدالغنی میدانی دمشقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۸ھ) مؤلف کتاب (شرح عقیدہ طحاویہ، کتاب اللباب فی شرح الکتاب، شرح قدوری، شروح ورسائل فی الصرف التوحید وغیرہ) سے حاصل کی، آپ ہفتے میں دو دن پا پیادہ سنگلاخ پہاڑی راستہ طے کر کے سبق پڑھنے کے لئے جاتے، ان کے علاوہ آپ نے شیخ عبدالحکیم افغانی قندھاری حنفی دمشقی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) شیخ عبداللہ سکری، شیخ احمد حلبی اور شیخ محمد طنطاوی علیہم الرحمہ سے بھی کسب فیض کیا، حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت ۱۲۹۰ھ سے ان کی وفات ۱۳۰۷ھ تک مسلسل التزام کے ساتھ اختیار کی۔

شیخ الکسم علیہ الرحمہ نے ان مشائخ سے متعدد اوراد ووظائف کی اجازتیں بھی حاصل کیں، شیخ ابراہیم ابوشامات علیہ الرحمہ سے "الصلوۃ الطبیۃ" (درودشفاء) کی اجازت حاصل کی، درود شفاء یہ ہے:

"اللھم صل علی سیدنا محمد طب القلوب و دوائھا، و عافیۃ الابدان و شفائھا، و نور الابصار و ضیائھا، و علی آلہ وصحبہ وسلم"

آپ کے استاد مکرم عبداللہ شیخ السکری رحمۃ اللہ علیہ نے "حدیث مصافحہ" کی اجازت مرحمت فرمائی جسے وہ شیخ سعید حلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، نیز اس کو آپ نے اپنی مشہور کتاب "ثبت" میں شیخ شاکر العقاد المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۸ء) سے روایت کیا۔

حضرت شیخ سلیم العطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۷ھ) نے ۱۵/ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ کو اپنے جد امجد حضرت شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۱۷۱ھ) کی روایات اور شیخ عبدالرحمن الکزبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۹۲ھ) کی سندوں کی اجازت دی۔ حضرت شیخ الکسم علیہ الرحمہ، شیخ برہان السقا المصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ حسن العدوی الحمزاوی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۰۳ھ) سے روایت بھی کرتے تھے۔

آپ نے اپنی زندگی عبادت میں گذاری اور خشیت الٰہی کا وافر حصہ پایا، اللہ رب العزت کے خوف سے بہت گریہ کناں رہتے، تلاوت قرآن مجید کثرت سے کرتے، آخری عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا، حضور نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھتے، حج

کے موقع پر شیخ حرم نبوی کی اجازت سے اپنے رفیق خاص شیخ عارف عثمان حنفی النقشبندی دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۵ء) کے ساتھ مسجد نبوی زاداللہ شرفہا میں کئی کئی طویل راتیں بحالت قیام شب بیداری کرتے۔ آپ نے تین بار حج کی سعادت پائی، اولیاء وصلحاء کے مزارات کی زیارت کرتے، خصوصاً حضرت شیخ ارسلان دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پاک کی زیارت روزانہ دن میں تین بار کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے جب امامت وتدریس کا وظیفہ اپنایا تو سب سے پہلے اپنے گھر میں جو محلہ عقیبہ میں حبشیوں کی ایک تنگ گلی میں تھا پڑھانا شروع کیا، پھر آپ جامع مسجد اموی کے قریب منتقل ہوگئے اور وہاں اپنے گھر میں پڑھاتے رہے، بعد میں محلہ مئذنہ شرقیہ میں اپنی قائم کردہ مسجد میں، اس کے بعد "جامعہ یلبغا" میں، پھر جامع نورالدین شہید میں اور پھر مدرسہ "سمیساطیہ" دمشق میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے، ۱۹۱۸ء میں ملک فیصل کی حکومت نے آپ کو دمشق کے مشہور مدرسہ "المکتب العنبر" میں مفتی شام کے منصب پر متعین کیا۔

فتویٰ نویسی میں آپ نے بہت عمدہ مقام پایا اور اس میں دیانت وامانت کو اپنائے رکھا، آپ اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ سے متصف پرہیزگار عالم دین تھے، ہمیشہ رضائے الٰہی کے جویاں رہے، امراء وحکام کو برابر نصیحت کرتے، حکومتوں اور سربراہان حکومت کے تغیر وتبدل کے باوجود انہیں ہدایت کرتے۔

حضرت شیخ عطاء آفندی علیہ الرحمہ طلبا کو پڑھانے میں بڑے حریص واقع ہوئے تھے، اپنے درس کے طلباء کو تفسیر، حدیث، فقہ، صرف، نحو، توحید، اصول، فرائض اور منطق جیسے مختلف علوم کی تعلیم دیتے، ہمیشہ کتاب کے اسباق کا مطالعہ کرکے پڑھاتے، دوران اسباق سلف صالحین، اولیائے کرام، اور خصوصاً اپنے مشائخ کے واقعات ومناقب بیان کرتے، آپ کے پڑھانے کا اسلوب یہ تھا کہ عبارت کی صرفی نحوی وجوہات بیان کرکے اس کی تحقیق کرتے پھر طلباء کے سامنے پڑھتے اس کے بعد آپ کے تلمیذ خاص شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء) اس کو دہراتے۔ جن کتب کا آپ درس دیتے تھے ان میں سے بعض یہ ہیں:

الدر مع حاشیہ ابن عابدین۔ الاشباہ والنظائر۔ ملتقی الابحر۔ الدرر شرح الغرر۔ شروح المنار۔ کشف الاسرار۔ الھدایہ۔ فتح القدیر (شرح الھدایہ)۔ تفسیر البیضاوی۔ شرح مشکاۃ المصابیح۔ شرح الاشمونی علی الفیہ بن مالک۔ حاشیۃ الصبان علی شرح الاشمونی۔ مغنی اللبیب عن کتب الاعاریب۔ السراجیہ مع شرحہا، وعلیہا حاشیہ الفناری۔ الحکم العطائیۃ۔ السلم لا یساغوجی۔ بعض شروح السلم۔ شروح المراۃ للازمیری (فی اصول)۔ شرح القطب علی الشمسیۃ۔

آپ کے تلامذہ کے نام کثیر ہیں چند ایک کے نام یہ ہیں:

شیخ ابوالخیر میدانی، شیخ عارف الدوجی، شیخ عبدالوہاب دبس وزیت، شیخ عبدالرزاق الحلبی، شیخ سعید حمزہ، شیخ عارف الجویجاتی، شیخ سعید البرہانی، شیخ عبدالقادر الاسکندرانی، شیخ احمد القاسمی، شیخ شفیق الخوالندی، شیخ عبدالحلبی، شیخ عبدالجلیل الحمصی، شیخ مصطفےٰ تقی الدین، شیخ عبدالحمید کیوان، شیخ صبحی قوتلی، شیخ حمدی الاسطوانی السفر جلانی، شیخ سیف الدین الخانی، الاستاذ خلیل مردم بک، الاستاذ محمد سلیم الجندی، شیخ المقری عبداللہ المنجدی۔

درس وتدریس میں مشغولیت کی وجہ سے آپ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، چند تالیفات کے نام یہ ہیں۔

فصل الخطاب فی المراۃ ووجوب الحجاب (طبع فی دمشق)، رسالۃ فی مصطلح الحدیث (مخطوط)، الدر المنثورۃ فی الاوراد المأثورۃ، الاقوال المرضیۃ فی الرد علی الوھابیۃ (یہ دونوں کتابیں یکجا ۱۹۰۱ء میں مصر

سے شائع ہوئیں۔

(بحوالہ فہرس دار الکتب المصریہ طبع ۱۹۲۴ء ج ۱ ص ۱۶۴)

شیخ عطاء الکسم آفندی ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء کو فوت ہوئے اور مفتی دمشق شیخ اسماعیل الحایک کے مقبرہ واقع باب الصغیر میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر انوار کے پیچھے دفن ہوئے۔[۱۰]

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر آپ نے درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

کتاب "الدولۃ المکیہ" مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن وحدیث واقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلف علامہ حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام وخواص پر ہمیشہ جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے، اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسن خاتمہ فرمائے، آمین۔"

(ملخصاً، ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء) [۱۱]

شیخ محمد بن علی آفندی الحکیم دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

شیخ محمد بن علی بن سعید الشہیر الحکیم رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی کی آخری تہائی میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کے خاندان علم طب وحکمت میں بہت مشہور تھا، آپ کے والد ماجد اور جد امجد طب قدیم کے شعبہ سے وابستہ اور ماہر تھے، ان بزرگوں کی نسبت سے آپ کا لقب بھی "حکیم" مشہور ہو گیا، طلب علم کے لئے حضرت شیخ طاہر الجزائری رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر شیخ بدر الدین حسنی دمشقی رحمۃ اللہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) اور شیخ محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء) وغیرہم کی صحبت اختیار کی، تحصیل علم کے بعد طریقہ شاذلیہ سے نسبت کی۔

حضرت شیخ الحکیم علیہ الرحمہ نے علم لغت، ادب، انشاء پردازی، صرف، نحو، منطق اور علوم عصریہ میں کمال حاصل کیا، دمشق کے مشہور مدرسہ "الریحانیہ" میں تدریس کے لئے مقرر ہوئے تعلیم وتربیت کے اسلوب اور عمدہ طریقہ سے اسباق کی شرح میں منفرد مقام رکھتے تھے، مدرسہ ریحانیہ سے علماء ومشائخ کی ایسی پرزور جماعت اٹھی جو کتاب زمانہ کے مشاہیر میں شمار ہوئے، آپ نے اس مدرسہ کے طلباء کے اذہان وعقول کی خوب آبیاری کی اور انہیں اخلاق فاضلہ کے زیور سے آراستہ کیا، آپ عظیم صاحب طرز ادیب اور زمانے کے صلحاء میں سے ایک مربی، حکیم، صابر وشاکر عالم تھے، تصانیف میں "نفحۃ الروض البلیل فی رحلۃ القدس والخلیل"، "منظومۃ فی وصف قریتی متین والذبدانی (۱۳۱۱ھ)" مشہور ہیں۔ ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی۔[۱۲]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"باغ وبہار، بے مثل کتاب "الدولۃ المکیہ" کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی، یہ کتاب مؤلف علامہ کے معارف نقلیہ وعقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کے لئے آفتاب بن کر چمکیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین"

(ملخصاً) (۱۷ر صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) [۱۳]

شیخ عبدالحمید البکری العطار الشافعی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالحمید محمد ادیب البکری العطار الشافعی رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے، (حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد عرب میں بکری اور ہند میں صدیقی کہلاتی ہے) ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ الدحداح میں شیخ البکری العطار رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔ [۱۴]

آپ نے امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "الدولۃ المکیۃ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"میں ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں سیدالموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصد زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خدمت گار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کرایا، اس رسالے میں مشاہیر علمائے ہند میں سے ایک عالم حضرت علامہ مدقق ومحقق، مولی الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل وفضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہل سنت وجماعت کا کوئی اختلاف نہیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین

(ملخصاً) [۱۵]

شیخ محمد عارف بن محی الدین بن احمد الشہیر بالمحملجی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد عارف بن محی الدین احمد الشہیر المحملجی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، آپ بلند پایہ ادیب اور عظیم فاضل تھے، آپ کے خاندان "المحملجی" کے لقب سے مشہور تھا، کیونکہ سفر حج کے موقع پر شام کا محمل (ریشمی لباس پہنتا) ان کا معمول تھا اور ان کا یہ معمول دولت عثمانیہ سے پہلے کا تھا، آپ نے محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی شامی علیہ الرحمہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان سے روایت بھی کرتے تھے، آپ اپنے ہم عصر علماء میں حفظ حدیث کی وجہ سے ممتاز تھے اور دمشق کے یکتائے زمانہ شاعر و ماہر فاضل علم حدیث تھے، نہایت پرہیزگار اور قول کے سچے تھے۔ آپ نے کثیر تعداد میں مدائح نبویہ لکھے۔ آپ نے عالم شباب ہی میں ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء میں وفات پائی۔ [۱۶]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف 'الدولۃ المکیہ' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی۔

"علامہ شہیر شیخ احمد رضا خاں کی تالیف کردہ کتاب 'الدولۃ المکیہ' کی بعض عبارات کو دیکھا، یہ اپنے موضوع پر کافی اور جامع ہے، اس میں اہل حق کے مطابق عقائد کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، ان کا کلام ان کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علوم سے ہم کو مستفیض فرمائے، آمین"۔

(ملخصاً) (رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۰ء) [۱۷]

شیخ محمد سعید القاسمی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد سعید بن قاسم بن صالح بن اسماعیل بن ابی بکر دمشقی الشہیر القاسمی، الحلاق رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۴۳ء کو دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تربیت والدہ ماجدہ نے کی، مشائخ دمشق سے علوم دینیہ حاصل کئے، آپ شام کے مشہور شاعر، ادیب

مورخ، فقیہ اور عالم وفاضل تھے۔"جامع حسان" دمشق کے امام وخطیب تھے، کثیر تعداد میں طلباء آپ سے مستفیض ہوئے۔تصانیف میں "بدائع الغرف فی الصناعات والحرف" (آپ نے اس کتاب میں حرف "سین" تک لکھا تھا آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ جمال الدین قاسمی نے اسے مکمل کیا)۔ "تنقیح الحوادث الیومیه للبدیری" "سفینة الفرج فیما هب و دب" "ثغر الباسم"۔ "شعری دیوان، بیت القصید" مشہور ہیں۔۱۳۳۵ھ/۱۹۱۵ء دمشق میں وفات پائی۔ [۱۸]

تاریخ علماء دمشق میں سن وفات ۱۳۳۵ھ اور ۱۳۳۷ھ لکھا ہے، معجم المولفین از عمر رضا کحالہ اور الاعلام از خیر الدین زرکلی میں تاریخ وفات ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف "الدولة المکیه" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"عالم وعامل، فاضل وکامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المکیه بالمادة الغیبیه" مطالعہ کیا، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن بات ہے اور حکمت سے معمور ہے، مؤلف قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور وفکر کے بعد گروہ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مؤلف کتاب فضائل وکمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں، ان کی فضیلت کا یقین، دشمن ودوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو اور ان کو، ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین۔"

(ملخصاً) (۲/رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء) [۱۹]

شیخ مصطفےٰ بن احمد آفندی الشطی الحنبلی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی الحنابلہ، صوفی کامل حضرت شیخ مصطفےٰ بن احمد بن حسن بن عمر بن معروف الشطی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۵ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، والد ماجد اور عم محترم کی نگرانی میں پروان چڑھے، شیخ احمد قدوری رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم پڑھا، حضرت شیخ سلیم دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ الباذرائیہ میں خوش خطی کی تربیت لی، علم فقہ اور علم فرائض اپنے والد ماجد اور چچا محترم سے پڑھا، علم صرف اور علم نحو شیخ سلیم العطار دمشقی علیہ الرحمہ اور شیخ البکری العطار دمشقی علیہ الرحمہ سے حاصل کئے، عمومی اسباق اور موقوف علیہ کی کتب کی تعلیم کے لئے محدث کبیر شیخ بدر الدین الحسنی دمشقی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں شریک ہوئے، ۱۲۹۴ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں منصب خطابت پر فائز رہے، ۱۳۰۰ھ تک محکمۂ بزوریہ میں کاتب کی حیثیت سے کام کیا، ۱۳۰۵ھ میں حضرت شیخ محمد الدندراوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصوف کی تعلیم حاصل کی اور شام میں آپ کے خلیفہ مجاز نامزد ہوئے، ۱۳۱۶ھ تک مدرسہ الباذرائیہ میں اپنے شیخ طریقت کے حکم سے مجلس ذکر منعقد کی، ۱۳۲۷ھ میں دو ماہ کے لئے دار القضاء میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، ۱۳۳۱ھ میں اسی جگہ مفتی کے منصب پر فائز ہوئے، اس ذمہ داری کو تاحیات نبھایا، ۱۳۰۵ھ اور ۱۳۰۸ھ میں دو مرتبہ سفر حج کیا۔

آپ کی تصانیف میں ایک رسالہ ملتا ہے جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کے رد میں ہے، آپ نے اس رسالہ کا اختتام بحث تصوف سے کیا، یہ رسالہ ۱۳۲۰ھ میں بیروت (لبنان) سے طبع ہوا۔ آپ فقیہ، محدث، صاحب فضیلت اور نرم وشیریں گفتار رکھتے تھے۔ ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء دمشق میں وفات پائی۔ (ملخصاً) [۲۰]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف "الدولة المکیه" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

''حضرت مؤلف علامہ نے جو کچھ لکھا ہے، حق وصحیح ہے، اس سے جناب مؤلف کی وسعت علمی اور فضل وکمال کا ثبوت ملتا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔'' (ملخصاً) [۲۱]

شیخ محمود عطار حنفی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمود بن رشید عطار حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں دمشق میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد سے قرآن کریم حفظ کیا، شیخ محمد حطامی نابلسی علیہ الرحمہ، شیخ سلیم عطار علیہ الرحمہ، شیخ بکری عطار علیہ الرحمہ، شیخ محمد خانی علیہ الرحمہ اور شیخ محمد عطار علیہ الرحمہ سے علم صرف ونحو، منطق، بلاغت وغیرہ کا درس لیا۔ فقہ، اصول فقہ، توحید، تفسیر اور حدیث کا درس شیخ عبد الحکیم افغانی علیہ الرحمہ سے لیا۔ تقریباً چالیس سال تک امام نووی رحمۃ اللہ کے مشہور مدرسہ دار الحدیث الاشرفیہ دمشق میں محدث شام استاذ شیخ بدر الدین حسنی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے حدیث، اصول حدیث، بلاغت، نحو اور منطق کا درس لیا۔ ان کے علاوہ شیخ عبد الرحمٰن بحراوی مصری علیہ الرحمہ، شیخ سلیم بشری (شیخ الازہر) علیہ الرحمہ، شیخ احمد ابو خطوہ مصری علیہ الرحمہ، شیخ احمد بخیت مطیعی مصری علیہ الرحمہ مفتی مصر (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) شیخ محمد اشمونی علیہ الرحمہ سے سندیں حاصل کیں۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ہندوستان کے علماء نے بھی اسناد عطا فرمائیں۔

شیخ بدر الدین حسنی علیہ الرحمہ کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں عرصہ دراز تک قیام کیا اور ان کے دار الحدیث میں درس حدیث دیا، پھر اردن کے کرک نامی علاقے کے محکمہ طسیلیہ میں مفتی مقرر ہوئے، پھر جدہ کے مدرسۃ الفلاح میں تقرری ہوئی، پھر اسی مدرسہ کی شاخ مدرسۃ الفلاح بمبئی (ہندوستان) میں مدرس مقرر ہوئے، جامع مسجد اموی دمشق میں بھی مدرس مقرر ہوئے جہاں ہر روز بعد نماز ظہر مسائل شرعیہ بیان کرتے، ان کا ایک حلقہ درس محلہ کفر سوسیہ دمشق میں بھی ہوا کرتا تھا، آپ نے دمشق کے جنوب میں واقع القدم نامی علاقے میں بھی ایک حلقہ درس قائم کیا جسے مجلس الخمیس کا نام دیا گیا جہاں آپ نے کثیر شاگردوں کی تعلیم وتربیت کی، یہ علمی مجلس تقریباً صبح نو بجے شروع ہوتی جس میں عمائدین شہر اور علماء کرام حاضر ہوتے، اس علمی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا، پھر بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا، جس میں حدیث کی سند اور شرح بیان فرماتے خصوصی طور پر امام قسطلانی اور امام نووی کی شرح پر گفتگو ہوتی، اور مجلس کا اختتام سورۂ یٰسین کی اجتماعی تلاوت کے ساتھ ہوتا۔

شیخ محمود عطار علیہ الرحمہ پوری زندگی تدریس سے وابستہ رہے، حتی کہ بیماری کی حالت میں بھی پڑھانا ترک نہیں کیا، درس وتدریس کا عمل اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے چھوڑا۔ بہت سے شاگردوں نے آپ سے اکتساب علم کیا، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

شیخ ابو الخیر میدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء)، شیخ ابراہیم غلاینی علیہ الرحمہ، شیخ عبد الوہاب دبس وزیت علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۶۹ء)، شیخ محمد سعید البرہانی علیہ الرحمہ، شیخ تاج الدین حسنی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)، شیخ عبد الفتاح ابو غدہ حلبی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آپ کی دو تالیفات کا علم ہوسکا۔ ۱۔ ترجمہ شیخ بدر الدین حسنی (مخطوطہ دمشق کی لائبریری ''المکتبۃ الظاہریہ'' میں محفوظ ہے)، ۲۔ استحباب القیام عند ذکر ولادت علیہ الصلوۃ والسلام، (یہ مفصل مقالہ رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے فتوی کی تردید میں ہے، یہ مقالہ پہلے ماہنامہ ''الحقائق'' دمشق شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں ص ۲۰۱ تا ص ۲۱۲ پر شائع ہوا۔ کتابی صورت میں تازہ ایڈیشن ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء میں دمشق شام سے شائع ہوا۔ اردو ایڈیشن رضا اکیڈمی لاہور نے جون ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔

۲۰ رشوال ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور باب الصغیر دمشق کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد بن عبد اللہ آل رسول نے اپنی مرتبہ کتاب "محدث شام العلام السید بدر الدین الحسنی رحمہ اللہ تعالیٰ" مطبوعہ مکتبہ الامام الشافعی ریاض (سعودی عرب) ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء میں ۱۳ ربیع سن وفات ۱۳۶۲ھ لکھا ہے۔ آپ کی وفات پر بڑے بلیغ انداز میں مرثیے کہے گئے، جن میں سب سے خوبصورت بات الاستاذ احمد مظہر اور شیخ محمد بہجت البیطار نے کہی، انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا: اے شیخ محمود! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دمشق کے علما آپ کے شاگرد ہیں یا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ [۲۲]

آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی کتاب "الدولۃ المکیۃ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علامہ کی تحقیق وتدقیق کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت وجماعت میں سے ہیں۔ آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت وجماعت کے مذہب کی تائید کے لئے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین۔

(ملخصاً) [۲۳]

شیخ محمد یحییٰ القلعی النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ یحییٰ بن رشید بن نجیب القلعی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دولت عثمانیہ (ترکی) کے لشکر میں شامل تھے، جب آپ نے افتا کا منصب سنبھالا تو جیش عثمانی میں شمولیت کی وجہ سے بہت سے علاقوں اور شہروں کا دورہ کرتے رہے، آپ عظیم فقیہ تھے، سلف صالحین کے طرز زندگی اور تعلیمات تصوف کی طرف مائل تھے، آپ کی تصانیف میں "خطبۃ فی الحث علی مساعدۃ المجاہدین" مشہور ہے، آپ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں وفات پائی، (تاریخ علماء دمشق) علامہ شطی کی کتاب "اعیان دمشق" کے مطابق آپ کی وفات ۱۳۲۷ھ میں ہوئی، عمر رضا کحالہ نے "معجم المؤلفین" میں سن وفات ۱۳۳۸ھ لکھا ہے۔ [۲۴]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی کتاب "الدولۃ المکیہ" پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

"اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمایا، ہمارا عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لئے آپ واسطہ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا؟...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کیساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین! (ملخصاً) (۳۱ رصفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) [۲۵]

شیخ محمد یحییٰ المکتبی الحسنی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

ممتاز عالم، فاضل اجل شیخ محمد یحییٰ بن احمد بن یاسین بن حامد مکتبی دمشقی المعروف شیخ زیمتا رحمۃ اللہ علیہ دمشق کے علاقہ الشاغور میں ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد فقہ حنفی کے ممتاز فقیہ اور معروف عابد تھے، جامع مسجد السروجی میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے، وہ ہر سال رجب شعبان اور رمضان کے مقدس مہینوں میں معتکف رہتے تھے، تقویٰ وورع اور امور دینیہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے "زمیتا" کے لقب سے مشہور ہوئے، "زمیتا" کے معنی ہیں "العالم المتمسک" (یعنی ایسا عالم جو امور دینیہ اور اپنی صحیح رائے پر نہایت مستقل مزاجی سے کاربند ہو۔ المعجم الوسیط، ج ۱، ص ۴۰۰۔ یہ کلمہ "ترفت" یعنی توقر وتشدد فی دینہ ورأیہ سے لیا گیا

ہے۔[المعجم الوسیط] شیخ یحییٰ کے والد ماجد نے سات شادیاں کیں لیکن اولاد نرینہ سے محروم رہے، تاآنکہ انھوں نے جب آخری شادی کی تو خواب میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی، آپ نے ان کو بیٹے کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام 'یحییٰ' رکھنا، جب آپ بیدار ہوئے تو نہایت خوش تھے اور اسی وقت اپنی کنیت "ابو یحییٰ" کرلی، شیخ یحییٰ مکتبی جب سات برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے اور جب چودہ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں، ان حالات میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے غلے کی تجارت شروع کی جس سے ان کے لئے وسعت رزق کے دروازے کھل گئے، حتی کہ آپ نے گندم کی خرید و فروخت کے لئے منڈی بنالی۔

ان تجارتی مصروفیات کے باوجود آپ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے بے حد محبت کرتے، خصوصاً شیخ رشید جبال رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں رہتے، ایک مرتبہ لوگوں سے محدث کبیر شیخ بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنا تو وہاں جانے کا شوق پیدا ہوا، گھوڑے پر سوار ہوکر جامع اموی پہنچے، غلام ساتھ تھا اسے مسجد کے باہر گھوڑے کے پاس چھوڑا اور باوجود ازدہام کے لوگوں میں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں شیخ کے سامنے پہنچ گئے۔

شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ نے ان کو دیکھتے ہی موضوع کا رخ بدل دیا اور تجارت کے متعلق گفتگو شروع کردی، ناپ تول کی کمی بیشی، تجارتی لین دین میں کھوٹ پر ایسا مفصل کلام فرمایا کہ آپ حیران و ششدر رہ گئے اور دل شیخ کی عقیدت سے لبریز ہوگیا، واپسی پر شیخ رشید جبال علیہ الرحمہ کے پاس آئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا: یہی تمہاری منزل ہے لہذا جلدی کرو، نیز فرمایا جب علماء سواریوں پر سوار ہوں تو ہمارے امام بدرالدین تیز رفتار براق پر سوار ہوتے ہیں اور یاد رکھو کہ اس وقت اس آسمان کے نیچے ان سے بہتر کوئی نہیں۔

شیخ یحییٰ مکتبی یہ سنتے ہی کوئی بات کئے بغیر چلے گئے اور جاکر اپنے غلام کو آزاد کردیا، بہت فیاضی کی اور انھیں کاروبار میں شراکت دار بنالیا، پھر شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پاس دارالحدیث میں حاضر ہوگئے، شیخ نے دیکھ کر فرمایا: یحییٰ تم نے دیر کردی، بہر حال دیر آید درست آید، آپ نے عرض کی حضور میں اپنا کام مکمل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں، حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے آپ کو مرحبا کہا اور اپنا خرقہ خاص پہنایا اور اپنے حجرہ کے پہلو میں ایک حجرہ دے دیا، شیخ یحییٰ نے بڑی پختگی سے شیخ کی صحبت کو اپنایا، یہاں تک کہ آپ شیخ کے معتمد خاص ہوگئے، لوگ آپ سے ہی مشاورت کرتے کیونکہ آپ کی رائے شیخ کی رائے کے مطابق سمجھی جاتی، آپ پختگی سے شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کی محبت آپ کے رگ و پے میں بس گئی۔

شیخ مکتبی بڑے حلیم الطبع، بردبار، معاملہ فہم، صائب الرائے اور معاملات زندگی میں صاحب بصیرت انسان تھے، آپ کے اساتذہ نے جب بھی کوئی خدمت آپ کے ذمہ لگائی تو آپ نے اسے احسن طریقے سے نبھایا، آپ صاحب دل اور مختلف لوگوں میں سے تھے، طلباء پر بے حد شفیق اور علماء کے ساتھ ہمیشہ محبت سے پیش آتے، کبھی کسی پر ناگواری کا اظہار نہ کرتے اور ہمیشہ لوگوں سے خیر خواہی کی کوشش کرتے۔

شیخ یحییٰ مکتبی نے ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۸ء میں دمشق میں وفات پائی، آپ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کے والد کی قبر کے پہلو میں دفن کیا جائے اور اگر میرے شیخ کے اہل کوئی اور رائے دیں تو اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ آپ کو حضرت شیخ بدرالدین علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ [۲۶]

آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی تصنیف 'الدولۃ المکیہ' پر درج ذیل تقریظ تحریر فرمائی:

''مجاور مدینۃ النبی، استاد محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف

"الدولۃ المکیہ" کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائد سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپ کی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ابواب الشیخ میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات اور ہمارے زمانے میں ہمارے استاذ شیخ محمد بدر الدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین! (۲۲ صفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

[۴۷]

شیخ عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی الشامی الحنفی النقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالفتاح بن محمد بن بشیر ابوغدہ حلبی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد عالم دین تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے، پورا گھرانہ علم و تقویٰ کی اعلیٰ مثال تھا، آپ کا شجرہ نسب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ گویا آپ قریش کے معروف خاندان بنی مخزوم میں سے تھے۔

آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم مدرسہ خسرویہ حلب میں ۱۹۴۲ء تک تعلیم مکمل کی، حلب میں آپ نے جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں: شیخ محمد راغب الطباخ، شیخ عیسیٰ البیانونی، شیخ ابوالنصر خلف، شیخ احمد الکردی، دمشق میں جن اساتذہ سے پڑھا ان کے نام یہ ہیں: شیخ محمود العطار، (متوفی ۱۳۶۲ھ) شیخ سید مکی الکتانی (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء)، شیخ سید محمد الہاشمی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) شیخ محمد عبدالحی الکتانی المغربی خلیفہ مجاز امام احمد رضا خاں محدث بریلوی (متوفی ۱۳۸۲ھ)، شیخ محمد عبدالحفیظ الفاسی، شیخ سید احمد الغماری، شیخ احمد الزرقا، شیخ مصطفےٰ الزرقا، شیخ نجیب سراج الدین۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ ازہر (قاہرہ مصر) میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۸ء میں تعلیم مکمل کی، جامعہ ازہر میں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ محمد زاہد الکوثری حنفی (متوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء) شیخ مصطفےٰ صبری، شیخ یوسف الدجوی، شیخ احمد محمد شاکر، شیخ محمد خضر حسین، شیخ عبدالحلیم محمود، شیخ محمود شلتوت شیخ عبدالمجید دراز۔ ۱۹۵۰ء میں جامعہ ازہر سے نفسیات اور اصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا، جب ملک شام کے حالات بگڑ گئے اور بے دین افراد نے اقتدار پر قبضہ کر لیا تو آپ ۱۹۶۷ء میں ریاض (سعودی عرب) آگئے اور یہاں کئی اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے، حجاز میں جن شیوخ سے استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں: شیخ عبدالقادر شلبی (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰) شیخ محمد یحییٰ امان، شیخ سید علوی المالکی، شیخ حسن مشاط وغیرہ۔ آپ نے عمر کے آخری دور میں محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض، سعودی عرب) میں پڑھایا، حدیث و فقہ کے جید عالم دین تھے، آپ دبلے پتلے، چاق و چوبند اور گورا رنگ تھا، گفتگو نہایت شیریں اور استدلال بہت مضبوط ہوتا تھا، حدیث شریف پڑھاتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر نور پھیل جاتا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے، آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔

شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کے داماد معروف اسکالر ڈاکٹر احمد البرالامیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ مرحوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا ایک خواب بیان کیا، میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیخ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں، خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہو گئی اور زار و قطار رونے لگے۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کو ایسا ہی ایک خواب ایک عراقی عالم دین نے سنایا، اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیخ ابو غدہ سے مصافحہ فرما رہے ہیں، یہ خواب سن کر شیخ رونے لگے اور ہچکی بندھ گئی۔ ڈاکٹر محمد عبد الستار خاں ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (بھارت) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ جب تیسری بار حیدرآباد دکن آئے تو ایک محفل میں حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک سے توسل کا ذکر ہوا تو شیخ (علیہ الرحمہ) نے اس بارے میں درج ذیل دو شعر سنائے۔

ونعل قد خضعنا هيبة لجلالها
ونحن متى نخضع لهيبتها نعل
فضعها بأعلى الرأس حفظا وجنة
حقيقتها تاج وصورتها نعل

ترجمہ: یہ برکت والی نعل ہے، ہم اس کے دبدبہ سے سروں کو خم کر دیتے ہیں اور جب ہم اس کی ہیبت سے سرنگوں ہو جاتے ہیں تو ہم سر بلند ہو جاتے ہیں۔ تو تم حفاظت اور ڈھال بنا کر اسے اپنے سر پر رکھ لو، در حقیقت یہ تاج ہے اور اس کی صورت نعل شریف کی ہے۔

آپ کی تحقیق کے ساتھ جو کتابیں حلب، دمشق، (شام)، بغداد (عراق)، بیروت (لبنان)، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض (سعودی عرب)، طرابلس (لیبیا) اور کویت وغیرہ سے شائع ہوئیں ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔

آپ کی اسناد و روایات کی اجازت پر شیخ محمد بن عبد اللہ الرشید حنفی کی کتاب 'امداد الفتاح باسانید و مرویات الشیخ عبد الفتاح' ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء میں مکتبہ امام شافعی، ریاض (سعودی عرب) سے شائع ہو چکی ہے۔

آپ کی اولاد میں تین بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگ دست رہتے تھے مگر کتابیں خریدنے کا اس قدر شوق تھا کہ پیٹ کاٹ کر بھی کتاب خریدتے۔

شیخ ابو الفتاح ابو غدہ علیہ الرحمہ کی وفات ۹ رشوال ۱۴۱۸ھ/۱۶ رفروری ۱۹۹۷ء کو ریاض (سعودی عرب) میں ہوئی، آپ کو زندگی میں تمنا رہی تھی کہ مرنے کے بعد جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کے لئے قبر کی جگہ مل جائے، آپ کے شاگردوں اور مداحوں کو اس بات کا علم تھا، چنانچہ ریاض میں جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایک خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ منورہ لے جایا گیا، مسجد نبوی شریف میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور بقیع شریف میں قبر بنی۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی، فاضل جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) لکھتے ہیں:

۲۵ تا ۲۸ رشوال المکرم ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا تھا، سینکڑوں کی تعداد میں مختلف بلاد و امصار کے نمائندے ملکی و غیر ملکی سطح پر اس جشن میں شریک ہوئے، ہندوستان کے بھی سینکڑوں علماء و دانشور شریک جشن تھے، اخبارات و رسائل نے اپنی شہ سرخیوں کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی۔

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا، بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ و ممتاز ترین تصنیفات فن وار درج تھیں، عقائد و کلام کے تختے میں 'خالص الاعتقاد' اور فقہ کے طغرے میں

"المنیرۃ الوضیہ" از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے نام بھی تھے، امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علماء چونک اٹھے جیسے عہد ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد و فعتہً پردۂ ذہن پر آگئی ہو، اندازہ ہے کہ ان کے پیش رو علماء نے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم و فضل کا ذکر کر کے ان کے دلوں میں احترام و عقیدت کا بیج بویا ہو یا خود کہیں ان کی نگاہ سے کوئی تصنیف گذری ہو، کئی علماء نے "ایں مجموعۃ فتاواہ" کہہ کر فتاوی رضویہ کی مانگ کی لیکن انہیں بطریقہ احسن کسی دوسری جانب متوجہ کر دیا گیا، ساتھ میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جو تشان دہی کر سکتا۔

ایک مشہور شامی عالم شیخ عبد الفتاح ابوغدہ پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض (سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں اور ایک ممتاز و نمایاں مقام کے مالک ہیں، ان کی شخصیت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو مقررہ اناؤنسر مولوی محمد رابع حسنی ندوی (مؤلف منثورات والادب العربی وغیرہ) کے بجائے مشہور دیوبندی مولوی منظور نعمانی نے بڑے زوردار انداز میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا۔

کتابوں کے نام دیکھتے ہوئے شیخ ابوالفتاح ابوغدہ کی نگاہ جب فاضل بریلوی کے نام پر پڑی تو فوراً بول اٹھے "این مجموعۃ فتاوی الامام احمد رضا البریلوی" ان کے ساتھ ایک نہایت تجربہ کار قسم کے "مولوی" تھے۔ موقع نازک سمجھ کر انہوں نے کہا فتاوی رضویہ یہاں موجود نہیں، حسن اتفاق سے ایک صاحب علم بھی ان کے پیچھے تھے انہوں نے موقع غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ "انھا توجد فی ھذہ الدار" یعنی فتاوی رضویہ یہاں کتب خانہ میں موجود ہے، یہ سن کر وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور انہیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کیا۔

کچھ دیر بعد ان صاحب نے مجھے اطلاع دی، میں نے شیخ سے فوراً تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۲۰/۱۱ کلارک اودھ ہوٹل لکھنؤ میں ڈھائی بجے دن پہنچا، ساتھ میں وہ صاحب بھی تھے، کانفرنس کا آخری دن تھا، تین بجے ان تمام نمائندوں کو بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنا تھا جہاں صدر جمہوریہ ہند جناب فخر الدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا، شیخ دہلی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے، بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحضر سے ضیافت کی جو عربوں کی قدیم روایت ہے۔

دوران گفتگو میں نے پوچھا "سمعت انک تشتاق الی مطالعۃ مجموعۃ فتاوی الشیخ الامام احمد رضا" میں نے سنا ہے کہ آپ فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں، نام سنتے ہی چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انہوں نے کہا: آپ کے پاس فتاوی رضویہ موجود ہے؟ میں نے کہا اس وقت نہیں مل سکے گا مگر ان شاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کروں گا۔

میرا دوسرا سوال تھا: "کیف عرفت علمہ و فضلہ" آپ ان کے علم و فضل سے کیسے متعارف ہوئے، اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا: عطر بہر حال عطر ہی ہے کتنا ہی اسے بند شیشی میں رکھا جائے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ جاتی ہے۔ شیخ نے ہمیں بتایا کہ ہمارے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے ان کے پاس فتاوی رضویہ کی ایک جلد موجود تھی، میں نے جلدی جلدی میں ایک فتوی مطالعہ کیا، عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوی کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔

بہر حال اس وقت میں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی، بھارت) کا عربی میں تعارفی کتابچہ، حاشیہ "المعتقد المنتقد" (مطبوعہ استنبول، ترکی) اور "الدولۃ المکیہ" از امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ایک ایک نسخہ پیش کیا اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد فتاوی رضویہ آپ تک پہنچ جائے گا، اس کے بعد انہوں نے اپنی دو کتابیں "صفحات من صبر العلماء علی شدائد العلم" رسالۃ

المسترشدین للحارث المحاسبی' اور چند عربی رسائل و کتابچے عنایت فرمائے جن پر اپنے قلم سے یہ عبارت لکھی: "ھدیۃ الی الاخ المحب الحبیب فی اللہ تعالیٰ الشیخ محمد یٰسین اختر الاعظمی نفع اللہ بدینہ و علمہ و اکرمہ بتوفیقہ" من اخیہ عبد الفتاح ابی غدہ ۲۸/۱۰/۱۳۹۵ھ فی لکنؤ۔ [۴۸]

شیخ محمد علی مراد الحموی الشامی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد ثانی بن شیخ محمد سلیم مراد ثانی بن شیخ محمد علی مراد اول بن شیخ محمد سلیم مراد اول بن مراد آغا رحمہم اللہ تعالیٰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ/۱۸ر فروری ۱۹۱۸ء کو شام کے مشہور حماۃ میں پیدا ہوئے، تعلیم کا آغاز اپنے چچا شیخ محمد نجیب مراد اور اپنے والد کے چچا شیخ حسن مراد کے علاوہ شیخ حسن دندشی شحنہ کی شاگردی سے کیا، ۱۹۲۸ء میں حماۃ کے اسکول میں داخلہ لیا جہاں پانچ سال تعلیم پائی، ۱۹۳۳ء میں اپنے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ساتھ حماہ کے مدرسہ شرعیہ میں داخلہ لیا، یہاں شیخ محمد توفیق الصباغ شیرازی صدر جماعت العلماء حماۃ اور شیخ محمد زا کی دندشی وغیرہ علماء سے تین سال تعلیم حاصل کی، اس دوران شہر کی مساجد میں قائم مدارس میں مراد خاندان کے علماء بالخصوص اپنے والد کے چچا شیخ احمد مراد کے حلقۂ درس میں بھی پڑھتے رہے اور ساتھ ہی تدریس، امامت اور خطابت شروع کی، ۱۹۳۶ء میں مدرسہ شرعیہ حماۃ سے فراغت کے بعد مدرسہ خسرویہ حلب میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا قبل ازیں اس مدرسہ میں قطب شام شیخ محمد الحامد حموی، شیخ عبداللہ الحلاق، شیخ صالح نعمان اور شیخ محمد سیادی مراد جیسے اکابر علمائے حماۃ تعلیم پا چکے تھے۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول تعلیم کے لئے حلب جانے کے ارادے سے اپنے والد ماجد کو باخبر کیا تو وہ اپنے فرزند کو دوسرے شہر بھیجنے پر متردد ہوئے، آپ نے یہ معاملہ مرشد کامل شیخ محمد ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا، ان کے حکم پر آپ کے والد آپ کو حلب بھیجنے پر رضامند ہو گئے، ادھر مدرسہ خسرویہ نے ملک کے مختلف علاقوں کے طلبہ کے لئے آبادی کے تناسب سے نشستیں مقرر رکھی تھیں، اس لئے شیخ محمد علی مراد کو داخلہ لینے میں دقت پیش آئی، اتفاق سے ان دنوں شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی حلب کے دورہ پر تھے، ایک دن شیخ موصوف اور مقامی علماء و مشائخ کو شیخ عیسیٰ بیانونی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا، شیخ محمد ابوالنصر دعوت میں شیخ محمد علی مراد کو بھی ساتھ لے گئے اور وہاں پر موجود مدرسہ خسرویہ کے صدر مدرس شیخ مصطفیٰ باقو سے آپ کا تعارف کرایا کہ حماۃ میں سکونت پذیر علم و فضل میں معروف خاندان کے فرد ہیں، لہٰذا اس اہم خاندان کے طالب علم کو اپنے مدرسہ میں ضرور داخلہ دیں، چنانچہ آپ کو مدرسہ خسرویہ کے داخلہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی، مؤرخ حلب شیخ محمد راغب الطباخ ممتحن تھے، آپ نے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس طرح آپ کو شام کے سب سے اہم مدرسہ میں داخلہ مل گیا، شیخ ابوالفتاح ابوغدہ حنفی اور شیخ فوزی فیض اللہ پہلے سے وہاں زیر تعلیم تھے، شیخ محمد علی مراد ان کے حلقۂ احباب میں شامل ہوئے، ان علماء و مشائخ کے درمیان یہ تعلق ان کی وفات تک استوار رہا، اس مدرسہ میں آپ نے شیخ مصطفیٰ باقو، شیخ عبداللہ حماد شافعی، شیخ امین اللہ عیروتی حنفی (متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) شیخ عیسیٰ البیانونی... الجمال، شیخ محمد الملاّ بیدی حنفی اور شیخ محمد اسعد العجی شافعی سے مختلف علوم اخذ کئے۔ ۱۹۳۷ء میں جبکہ آپ یہاں دوسرے تعلیمی سال میں تھے، آپ پر مرض سل نے شدید حملہ کیا، یہ اطلاع آپ کے گھر پہنچی تو آپ کے والد آپ کو واپس حماہ لے آئے جہاں طویل عرصے بعد آپ شفایاب ہوئے۔

صحت یاب ہونے کے بعد آپ نے تعلیم کا سلسلہ پھر سے شروع کیا اور حماہ کے اکابر علماء شیخ احمد مراد، شیخ محمد زا کی دندشی وغیرہ کی شاگردی میں اپنی توجہ حصول تعلیم پر مرکوز کر دی، تا آنکہ ۱۹۴۴ء میں جامعۃ الازہر میں داخلہ لینے کا قصد کیا، آپ کے چچازاد بھائی شیخ

بشیر مراد پہلے ہی وہاں زیر تعلیم تھے، ادھر آپ کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ اور شیخ فوزی فیض اللہ حلبی بھی اسی برس مدرسہ خسرویہ سے فارغ التحصیل ہوکر مزید تعلیم کے لئے جامعہ الازہر جاچکے تھے، چنانچہ تینوں دوستوں نے جامعہ الازہر کے داخلہ امتحان میں شرکت کی اور کامیاب ہوئے، شیخ محمد علی مراد نے شریعت کالج سے رجوع کیا، ۱۹۳۵ھ میں تعطیلات گذارنے وطن آئے تو آپ کی شادی آپ کے چچا شیخ محمد ناقر مراد علیہ الرحمہ کی بیٹی سے انجام پائی، قاہرہ واپسی پر آپ اہلیہ کو بھی ساتھ لیتے گئے اور وہاں مکان کرایہ پر لے کر پھر سے تعلیم جاری رکھی۔

شیخ محمد الحامد نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ جو قبل ازیں جامعہ الازہر میں تعلیم پاچکے تھے کے توسط سے شیخ محمد علی مراد قیام قاہرہ کے ابتدائی ایام میں ہی وہاں کے اہم علماء ومشائخ مغوث العباد جیسی اہم کتاب کے مصنف، مسجد سیدہ زینب کے خطیب شیخ مصطفیٰ حمامی (متوفی ۱۳۶۹ھ)، امام جلیل شیخ محمد زاہد الکوثری حنفی نقشبندی، عارف باللہ صاحب تصانیف شیخ عبدالخالق الشبراوی خلوتی شافعی (متوفی ۱۳۶۶ھ) محدث جلیل وصاحب تصانیف کثیرہ شیخ عبداللہ صدیق الغماری مراکشی (متوفی ۱۹۹۲ء) رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعارف ہوچکے تھے۔

اس علمی ماحول میں شیخ محمد علی مراد نے تعلیم کا دوسرا سال مکمل کیا اور موسم گرما کی تعطیلات گھر پر گزارنے کے لئے اپنے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد کے ہمراہ وطن جانے کی تیاری شروع کی، اسی دوران یونیورسٹی کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ طلباء وعلما کا ایک وفد اس برس حج وزیارت کے لئے جائے گا لہذا جو لوگ اس میں اپنا نام درج کرانا چاہتے ہیں وہ دفتر سے رابطہ کریں اور اگر ان کا نام منتخب ہوگیا تو انہیں چھٹیوں کے دوران بذریعہ تار ان کے گھروں میں مطلع کیا جائے گا، شیخ محمد علی مراد نے اس سفر کے لئے نام درج کرایا اور خود اپنے شہر حماۃ آگئے، کچھ ہی دنوں بعد آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو یونیورسٹی کے حج وفد میں شامل کرلیا گیا ہے لہذا ضروری کاغذات کی تیاری کے لئے رجوع کریں، جب کہ اس سفر کے نصف اخراجات آپ کے ذمہ ہوں گے، جامعہ الازہر کے اس حج وفد میں کل چھ طلبا شامل تھے جن میں پانچ مصری نژاد تھے، نیز سولہ اساتذہ بھی وفد کے ساتھ تھے، شیخ محمد زاہد الکوثری کے سوانح نگار شیخ احمد خیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۷ھ) بھی اس وفد میں شامل تھے۔

الغرض ۱۹۴۶ء میں جامعہ الازہر کا یہ وفد شیخ الازہر شیخ مصطفیٰ عبدالرزاق (متوفی ۱۹۴۷ء) کی سربراہی میں حج پر روانہ ہوا، اسی برس حماۃ سے شیخ محمد الحامد اپنی اہلیہ اور کمسن بیٹے شیخ محمود الحامد کے ہمراہ حج وزیارت پر آئے ہوئے تھے، شیخ محمد علی مراد نے مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی اور اس شہر مقدس میں آپ سے استفادہ کیا، حج کے بعد شیخ محمد علی مراد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضہ اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہلی بار حاضری دی۔

ان دنوں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تالیف "حسام الحرمین" کے مقرظ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء) مدینہ منورہ میں فقہائے احناف کے سرتاج تھے۔ شیخ محمد علی مراد ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے استفادہ کیا اور سند اجازت حاصل کی، آپ حج کے بعد واپس قاہرہ آکر حصول تعلیم میں مشغول ہوگئے اور ۱۹۴۸ء میں شریعت کالج جامعہ الازہر سے فارغ التحصیل ہوکر واپس اپنے وطن حماۃ آگئے۔

حماۃ میں تدریس وافتا اور امامت وخطابت میں اپنے بزرگوں کی معاونت کرتے رہے، آپ کا ارادہ تھا کہ اب مسجد سے وابستہ رہ کر دین کی خدمت جاری رکھوں گا کہ اسی دوران شام کی وزارت تعلیم نے اساتذہ کی ضرورت کا اشتہار شائع کیا، شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو حکم دیا کہ دمشق جاکر وزارت تعلیم کے انٹرویو میں شرکت کریں، لیکن شیخ محمد علی نے آپ سے معذرت کردی، شیخ محمد

الحامد نے فرمایا سرکاری مدارس میں طلبا کی دینی رہنمائی کے لئے علما کی ضرورت ہے، لہذا آپ اس میدان میں قدم بڑھائیں، چنانچہ آپ کے اصرار پر شیخ محمد علی مراد نے یہ معاملہ اپنے اور شیخ محمد الحامد کے شیخ طریقت شیخ محمد ابوالنصر خلف کی خدمت پیش کیا اور پھر ان دونوں مشائخ کے حکم پر آپ نے انٹرویو دینے کا فیصلہ کیا، چنانچہ آپ اور آپ کے چچازاد بھائی شیخ محمد بشیر مراد اکٹھے دمشق پہنچے، وہاں پر شیخ وہبی سلیمان غاوجی بھی انٹرویو کے لئے آئے ہوئے تھے، بعدازاں جن کی شادی شیخ محمد علی مراد کی ہمشیرہ سے ہوئی، الغرض یہ تینوں علما وزارت تعلیم کے تحت تدریس کے لئے منتخب کر لئے گئے، شیخ محمد بشیر مراد کو دیرالزور میں، شیخ وہبی سلیمان اور شیخ محمد علی مراد کو حلب میں تعیناتی کے احکامات ملے۔

شیخ محمد علی مراد حلب کے اسکول میں طلبا کو قرآن مجید کی تعلیم حفظ و ناظرہ، تجوید، توحید، فقہ، تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر تعلیم دیتے رہے، اس شہر میں ملازمت کا ایک روشن پہلو یہ تھا کہ شیخ محمد ابوالنصر خلف نقشبندی اپنے وطن حمص سے اکثر دورہ پر حلب تشریف لاتے، شیخ محمد علی مراد آپ کی مجالس میں حاضر رہتے اور رشد وہدایت، وعظ وتذکیر کا کام آپ کی سرپرستی میں انجام دیتے رہے، چند ماہ بعد موسم گرما کی تعطیلات میں شیخ ابوالنصر رحلت فرما گئے۔ شیخ محمد علی مراد ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۰ء تک دو برس حلب میں تعینات رہے پھر آپ کا تبادلہ حماہ میں کر دیا گیا، جہاں آپ مختلف مدارس میں خدمات انجام دیتے رہے اور لاتعداد تشنگان علم نے آپ سے ظاہری و باطنی علوم میں استفادہ کیا، تیس برس بعد ۱۹۸۰ء میں آپ حماہ سے ہی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔

۱۹۵۴ء میں آپ نے دوسری بار حج وزیارت کی سعادت حاصل کی اور دیکھا کہ اکثر حجاج کے لئے حج چونکہ ایک نئی عبادت ہوتی ہے، قبل ازیں اس کے مناسک سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا، لہذا وہ حج کی ادائیگی صحیح طور سے نہیں کر پاتے، چنانچہ شیخ محمد علی مراد ہر سال حج کے مہینوں میں حماہ کی جامع مسجد کے خطبۂ جمعہ میں عمرہ اور حج وزیارت کے مسائل بیان کرتے، پھر رات کو مسجد میں مسائل حج کے لئے خصوصی مجلس منعقد کرتے، یہ سلسلہ جاری رہتا حتیٰ کہ اس برس حج پر جانے والوں کو ضروری مسائل حفظ ہو جاتے، پھر ہر سال آپ خود حج کے لئے روانہ ہوتے اور راستہ میں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، مسجد الحرام، عرفات، منیٰ، ہر مرحلہ پر حجاج کی رہنمائی کرتے، آپ نے یہ سلسلہ حماہ سے ہجرت تک مسلسل جاری رکھا اس طرح لاتعداد حجاج نے آپ کی رہنمائی میں مناسک حج وزیارت ادا کئے، آپ نے ۳۵ سے زائد حج کئے۔

اسی دوران شیخ محمد علی مراد "جماعت رابطہ علماء شام" کی طرف سے حماہ کے شہر صدر بنائے گئے، ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں شام کے اکابر علماء ومشائخ نے باہم رابطہ، شرعی احکامات کی توضیح وتشریح پر متفقہ قراردادیں منظور کرنے، جدید مسائل پر غور وخوض، فتویٰ کے اجراء، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کے لئے کوشش اور سیاسی امور میں رہنمائی کے لئے علماء کی ایک جماعت " رابطة العلماء" قائم کی۔ دمشق کے عالم جلیل وعارف کامل شیخ محمد ابوالخیر المیدانی حنفی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) اس کے پہلے مرکزی صدر بنے اور ان کی وفات کے بعد صاحب "رسالة المستطرفة" شیخ الاسلام محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۲۷ء) کے فرزند جلیل مفتی مالکیہ شام شیخ سید محمد مکی کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) اس کے دوسرے مرکزی صدر ہوئے۔ اس جماعت نے ۱۲ رجولائی ۱۹۵۰ء کو ایک قرارداد منظور کی جس میں شام کا نیا آئین بنانے کی پیش کش کی اور ۱۹۵۷ء میں ملک گیر سطح پر علما کی ایک کانفرنس منعقد کی جس میں الجزائر میں فرانس کے قتل عام پر تشویش کا اظہار کیا اور اس کی تحقیق وحل پر زور دیا، اس جماعت نے اس نوعیت کے متعدد اقدامات کئے، جب (نصیری شیعہ فرقہ کے) حافظ الاسد برسر اقتدار آئے تو ان کی حکومت نے اس جماعت کو منتشر کر دیا۔

شیخ محمد علی مراد حماہ شہر میں محافل درود شریف کے داعی وسرپرست بھی تھے، ان محافل کا آغاز دمشق شہر کے عالم کبیر و ولی کامل شیخ

محمد عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (پ ۱۸۷۲ء، ف ۱۹۶۵ء) نے کیا، جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ابدال شام میں سے تھے، آپ عارف کامل امام یوسف بن اسماعیل نبہانی فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۲ء) کے اہم شاگرد تھے، شیخ محمد عارف عثمان دمشقی علیہ الرحمہ عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مستغرق تھے، آپ نے تقریباً تیس حج کئے اور اس دوران زیادہ اوقات مدینہ منورہ میں مقیم رہتے، جہاں روضہ اقدس کے پاس بیٹھ کر عبادت میں مصروف رہتے، آپ کو بار بار رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے ہر پیر کو محفل درود شریف کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس محفل کا آغاز آپ نے اس طرح کیا کہ دمشق میں موجود آپ کے احباب علماء مشائخ میں سے کسی ایک کے گھر یہ محفل پیر کے دن منعقد کی جاتی، بعد میں یہ محفل مسجد میں ہونے لگی، دمشق کی مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں پیر کے دن بعد نماز فجر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی، جس میں دمشق کے اکابر علماء ومشائخ شیخ محمد ہاشمی مالکی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ یحییٰ الصباغ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۱ء) شیخ محمد سعید برہانی نقشبندی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۷ء) شیخ عبدالوہاب صلاحی رشیدی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۲ء) اوران کے احباب، شاگرد ومریدین شرکت کرتے تھے، کچھ ہی عرصہ بعد یہ محفل درود شریف دمشق کی اہم مساجد میں منعقد ہونے لگی، شیخ محمد عارف عثمان علیہ الرحمہ کی سعی سے یہ مبارک سلسلہ دمشق سے باہر دوسرے شہروں تک پھیلتا چلا گیا، بالخصوص حمص اور حماہ شہروں میں ان کا وسیع اہتمام ہونے لگا، حماہ میں یہ محفل درود شریف شیخ محمد علی مراد کی سرپرستی میں منعقد ہوتی تھی، پھر عمر بھر آپ جہاں بھی مقیم رہے اس محفل کو جاری رکھا۔

اس محفل درود شریف کا طریقہ یہ رکھا گیا کہ سب سے پہلے تمام حاضرین میں تسبیح تقسیم کی جاتیں جس پر انہیں درود شریف "اللهم صل على سيدنا محمد و آله وسلم" پڑھنے کی دعوت دی جاتی، اس طرح اجتماعی طور پر ایک لاکھ بار درود شریف پڑھا جاتا، پھر اسماء الحسنیٰ سے وسیلہ پر مشتمل امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ کا منظوم قصیدہ "المزدوجة الغرا في الاستغاثة باسماء الله الحسنى" اور امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۶ھ) کا قصیدہ بردہ سب حاضرین مل کر بلند آواز سے پڑھتے، اس کے بعد 'حسبنا الله ونعم الوكيل' اور 'يا لطيف' مقررہ تعداد میں پڑھے جاتے، پھر محفل کے سربراہ اس کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے، اسکے بعد نعت خواں حضرات مولود پڑھتے، جس کے آخر میں سب حاضرین کھڑے ہو جاتے اور صوفیا شاذلیہ کے طریقہ پر باآواز بلند اجتماعی صورت میں ذکر اللہ کیا جاتا اور اسی پر محفل اختتام پذیر ہوتی۔

شیخ محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول رہا کہ آپ حماہ میں شیخ محمد الحامد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر اہتمام جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتے، اسی مسجد میں روزانہ بعد نماز فجر درس کا سلسلہ بھی جاری تھا، جس میں شیخ محمد علی مراد، شیخ عبدالحمید طہماز، شیخ محمود الریاحی ان تینوں علماء میں سے جس کو شیخ الحامد حکم دیتے وہ اس روز درس دیتے، موسم گرما کی تعطیلات میں اسکا دورانیہ بڑھا دیا جاتا اور اس میں حاضرین کی تعداد بھی بڑھ جاتی، یہ سلسلہ ۱۹۶۹ء میں شیخ محمد الحامد کی وفات تک جاری رہا، اس کے بعد شیخ محمد علی مراد نے درس وتدریس، وعظ وتذکیر کا کام آپ کی خانقاہ پر شروع کیا جو دس برس سے زائد جاری رہا، اور اپنے عروج پر پہنچا، حافظ الاسد حکومت سے اہل سنت کی یہ بیداری زیادہ عرصہ تک برداشت نہ ہو سکی اور ۱۹۸۰ء میں اس خانقاہ پر بلڈوزر چلا کر شیخ محمد الحامد کے مزار سمیت تمام عمارات کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا اور جگہ کو سرکاری تحویل میں لے کر وہاں تجارتی مرکز تعمیر کر دیا گیا اور ملحقہ مسجد کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا گیا۔ اس پر شیخ محمد علی مراد سرکاری ملازمت سے الگ ہو گئے اور ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں ظلم وستم کی اس فضا سے اہل وعیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، حماہ میں حکومت کی برپا کردہ کشیدگی بدستور جاری رہی، حتیٰ کہ ۱۹۸۲ء میں نہ صرف شیخ محمد بشیر مراد کو غائب کر دیا گیا بلکہ اس شہر میں دس ہزار سے

زائد افراد قتل کیے گئے اور شہر حماہ جو تین عشرہ قبل علم وروحانیت کا مرکز تھا، آج وہاں حکومت نے ایک بھی عالم ومربی کا وجود باقی نہیں چھوڑا۔

شیخ محمد علی مراد نے حصول علم کے لئے عمر بھر اپنا دامن پھیلائے رکھا اور تصوف ودیگر اسلامی علوم میں دنیا بھر کے بہت سے علماء مشائخ سے استفادہ کیا، آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ ابوالنصر خلف حمصی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ان کے فرزند وجانشین شیخ عبدالباسط خلف نیز شیخ ابوالنصر کے اہم خلفا قطب شام شیخ محمد الحامدی حموی رحمۃ اللہ علیہ اور ۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو شیخ عبدالرحمٰن بن محمد عبدالفتاح السباعی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا کی۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلہ طریقت یہ ہے۔

الشیخ محمد علی مراد عن شیخ عبدالرحمٰن سباعی والشیخ محمد الحامد والشیخ عبدالباسط خلف عن الشیخ محمد ابوالنصر خلف عن بقیۃ السلف الشیخ محمد سلیم خلف (متوفی ۱۳۲۸ھ) عن العارف الربانی الشیخ احمد طورزقلی ترکمانی حمصی عن الشیخ خالد ضیاء الدین کروی عثمانی (متوفی ۱۲۴۲ھ) عن الشیخ عبداللہ دہلوی عن الشیخ مظہر جان جاناں شہید عن الشیخ نور محمد بدوانی عن الشیخ محمد سیف الدین عن الشیخ محمد معصوم عن الامام الربانی الشیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شیخ احمد مراد نے ۲۹ رمضان ۱۳۷۱ھ کو آپ کو فقہ حنفی وعلم حدیث میں سند روایت اور بعد ازاں تمام سلاسل تصوف بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ میں سند اجازت عطا کی۔ حماہ میں واقع خانقاہ رفاعیہ کے سجادہ نشین شیخ محمود الشقفہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۹۹ھ) نے آپ کو مکہ مکرمہ میں سلسلہ رفاعیہ اور حماہ میں سادات خاندان کے نقیب شیخ محمد مرتضیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ قادریہ میں خلافت عطا کی۔ حاشیہ در مختار علامہ سید محمد امین کے پوتے مفتی شام علامہ سید محمد ابوالیسر عابدین حنفی دمشقی حسینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۸۱ء) فقیہ حنفی شیخ عبدالوہاب دبس وزیت دمشقی گیلانی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۹ء) ترکی زبان میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات "الروض الناضر المورد فی ترجمۃ الامام الربانی السرھندی" کے مصنف فقیہ حنفی شیخ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ محدث اعظم مراکش وصاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید عبداللہ صدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۳ھ)، امام جلیل علامہ سید علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم عرب کے اکابر علماء ومشائخ سے شیخ محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف ادوار میں استفادہ کیا۔

۱۳۲۳ھ میں مجدد العصر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حج وزیارت کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو مکہ مکرمہ میں مراکش کے عارف کامل، محدث محقق، مورخ علامہ سید عبدالحی کتانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) نے فاضل بریلوی کی عربی تصنیف "الاجازات المتینہ لعلماء مکۃ والمدینۃ" اور علامہ کتانی کی دو تصانیف "فہر الفہارس والاثبات" "منح المنتہ فی سلسلۃ بعض کتب السنتہ" میں اس کا ذکر کیا ہے، ربیع الاول ۱۳۷۴ھ میں علامہ سید عبدالحی کتانی نے محمد علی مراد اور ان کے دوست شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کو علم حدیث میں مشترکہ سند عطا فرمائی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد علی مراد کے درمیان حجاز مقدس میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں، تعلقات استوار ہوئے اور باہم مراسلت رہی، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء میں مولانا عبدالعلیم میرٹھی صدیقی سفر حج وزیارت سے واپس تشریف لائے تو برصغیر میں تقسیم کے باعث قتل وغارت برپا تھی، آپ اپنے اہل وعیال کی خیریت سے بے خبر رہے، ادھر آنکھوں کے مرض میں مبتلا ہوئے جب ان مصائب سے نجات ملی تو آپ حسب معمول عالمی تبلیغی دورہ پر چلے گئے، سنگاپور پہنچ کر ۱۳۶۸ھ میں شیخ محمد علی مراد کو حماہ کے پتہ پر خط لکھا جس میں مراسلت میں تاخیر کے مذکورہ اسباب کا ذکر کیا نیز اپنے دورہ

خیریت سے مطلع کیا، مولانا محمد عبدالعلیم میرٹھی صدیقی نے شیخ محمد علی مراد کو ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو مختلف علوم تفسیر، حدیث، فقہ، عقلی ونقلی علوم، سلسلہ قادریہ وغیرہ میں سند اجازت وخلافت عطا فرمائی اور اس میں آپ کو ان الفاظ سے یاد فرمایا:

"الاخ الكريم العالم الجليل الفاضل النبيل الشاب الصالح الشيخ محمد علي المراد حفظه الله"

۲۳ر ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ/ ۲۲ر اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار بعد نماز ظہر مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی نے مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ محمد علی مراد مدینہ منورہ میں موجود تھے، آپ جمعہ کے دن اپنے مرشد کی خیریت دریافت کرنے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر ہفتہ کی شام دوبارہ آپ کی عیادت کی اور جب اگلے روز اتوار کے دن آپ نے وفات پائی تو شیخ محمد علی مراد مسجد نبوی شریف میں موجود تھے، اطلاع ملتے ہی سیدھے آپ کی اقامت گاہ واقع نزد باب السلام پہنچے، آپ کے غسل اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی پھر آپ کی میت بھی کی، اسی روز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، اس کے بعد آپ کی چارپائی روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لے جائی گئی، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاضری دینے کے بعد باب جبریل سے باہر لے جا کر جنت البقیع پہنچائی گئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۳۸ء) اور شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی قبور سے ملحق اور ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبور سے شمالی جانب مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی تدفین عمل میں آئی [۳۹]۔ پھر شیخ محمد علی مراد نے قبر پر تلقین کی اور تیسرے دن قل کے موقع پر باب مجیدی کے قریب حضرت شیخ ضیاء الدین احمد قادری مدنی علیہ الرحمہ کے گھر قرآن خوانی کی مجلس منعقد ہوئی، شیخ محمد علی مراد ۱۳ر شعبان المعظم ... کو حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند پیر محمد شمس الضحیٰ نے شیخ محمد علی مراد کو دلائل الخیرات کی تحریری سند عطا فرمائی۔

شیخ محمد علی مراد کا سلسلہ روایت وطریقت ایک واسطہ اور تین طرق سے امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے:

"الشيخ محمد علي المراد عن مولانا الشيخ ضياء الدين احمد القادري المدني و مولانا شاه محمد عبد العليم الصديقي القادري المدني و محدث المغرب علامه الشيخ سيد محمد عبد الحي الكتاني المراكشي عن الشيخ احمد رضا خان قادري محدث بريلوي رحمهم الله تعالى"۔

۱۴۰۱ھ تک شیخ محمد علی مراد نے جن علماء ومشائخ سے استفادہ کیا تھا، شام کے نعت گو شاعر شیخ ضیاء الدین صابونی شاعر طیبہ نے ان علماء ومشائخ کے اسمائے گرامی کو ۳۸ر اشعار کی صورت میں قصیدہ میں منظوم کیا، اس میں مولانا عبدالعلیم صدیقی، مولانا ضیاء الدین مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن قادری کا ذکر ہے۔

شیخ محمد علی مراد، فقیہ حنفی، مدرس، مربی ومرشد اور عاشق رسول ﷺ تھے، آپ نے تصنیف وتالیف کی بجائے تدریس وتربیت پر زور دیا، آپ نے دو تین مختصر کتب تصنیف کیں جو ابھی تک شائع نہیں ہوئیں۔ شیخ ناصر البانی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے قیام دمشق کے دوران مسلک اہل سنت وجماعت، تقلید امام اعظم اور تعلیمات تصوف اسلامی کو خیرباد کہہ کر وہابیت اختیار کر کے اس کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے علمائے شام نے ہی زبان وقلم سے ان کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا ازالہ کیا، شیخ البانی نے ترک تقلید کی مہم چلائی تو شیخ عیسیٰ بیانونی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عالم جلیل شیخ احمد عزالدین بیانونی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۶۸ء) میں تقلید کے جواز پر مختصر مگر جامع کتاب لزوم اتباع مذاهب الائمة حسما للفوضى الدينية" لکھی جس پر شیخ محمد علی مراد نے تائیدی دستخط کئے، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ علاوہ ازیں شیخ عبدالحمید طہماز حنفی نے شیخ محمد الحامد کے سوانح حیات پر کتاب مرتب کرنے کا تہیہ کیا تو شیخ محمد علی مراد

نے مواد کی فراہمی میں ان کی بھرپور مدد کی، یہ کتاب "شیخ محمد الحامد رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے مکتبہ دار القلم دمشق نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی، شیخ محمد علی مراد نے مسلک اہل سنت کی تائید میں لکھی گئی دیگر مصنفین کی بعض کتب کی اشاعت میں مالی معاونت کی۔

فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مراد اس دور میں عالی اسناد کے حامل معدودے چند علماء میں سے تھے، لہذا آپ سے لاتعداد اہل علم نے سند روایت حاصل کی، آپ سے خلافت پائی یا آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، آپ سے اخذ کرنے والے چند مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں:

☆ محدث حجاز، عارف کامل، صاحب تصانیف کثیرہ علامہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، مکہ مکرمہ (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

☆ سلسلہ شاذلیہ کے معروف پیر طریقت شیخ محمد ہشام بن شیخ محمد سعید برہانی حنفی، دمشق

☆ محقق، مبلغ ڈاکٹر محمد ضیاء الدین نقشبندی شافعی کردی مصری، استاد جامعۃ الازہر قاہرہ (متوفی ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)

☆ محدث، محقق علامہ شیخ ڈاکٹر احمد معبد عبد الکریم مصری، استاد جامعۃ الازہر قاہرہ

☆ علامہ فقیہ شیخ وہبی سلیمان غاوجی حنفی دمشقی، استاد جامعہ شارجہ

☆ علامہ ڈاکٹر محمد فواد البرازی، حماۃ

☆ محدث، محقق علامہ شیخ احمد مختار رمزی حنفی مصری، قاہرہ

☆ ڈاکٹر محمد توفیق مخزومی، دمشق

☆ علامہ سید محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے علامہ سید محمد حمزہ الکتانی، دمشق

☆ محدث جلیل علامہ سید عبد العزیز الغماری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء) کے فرزند علامہ سید عبد المغیث الغماری، مراکش

☆ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ سلمان ابو غدہ دمشقی

☆ علامہ محدث فقیہ سید ابراہیم الخلیفہ حسنی شافعی الاحسائی

☆ علامہ شیخ احمد مہدی حداد حنفی، حلب

☆ محقق شیخ الروایہ شیخ محمد بن عبد اللہ الرشید حنفی، مصنف 'امداد الفتاح'

☆ محقق، شیخ الحدیث علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆ آپ کے فرزند وحید شیخ محمد سلیم مراد ثالث (امام وخطیب ریاست العین)

شیخ محمد علی مراد کی شادی اپنے چچا شیخ محمد کافر مراد علیہ الرحمہ کی دختر سے ہوئی، جن سے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوئے، آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد ثالث نے دینی علوم کی تکمیل کی اور اب متحدہ عرب امارات کی ریاست العین میں امام وخطیب ہیں، شیخ محمد علی مراد ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ سمیت مستقل طور پر مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے، لیکن آپ کے فرزند اور متعدد عزیز واقارب متحدہ عرب امارات کی مختلف ریاستوں میں مقیم تھے، جیسا کہ آپ کے ایک بھائی شیخ عبد القادر مراد راس الخیمہ میں مدرس، دوسرے بھائی محمد انس مراد الفجیرہ میں، آپ کی اہلیہ کے بھائی حافظ رضوان مراد دبی میں اور آپ کے بہنوئی شیخ وہبی سلیمان غاوجی شارجہ میں تھے، اس لئے ان سب کے اصرار پر آپ موسم گرما کی تعطیلات میں ہر سال مدینہ منورہ سے عرب امارات تشریف لے جاتے۔

معلوم رہے کہ شیخ وہبی سلیمان غاوجی حنفی البانی ثم الدمشقی حفظہ اللہ تعالیٰ متعدد کتب کے مصنف ہیں جیسا کہ ۹۴ صفحات پر مشتمل آپ کی تصنیف "کلمۃ علمیۃ ہادئۃ فی البدعۃ واحکامہا" اپنے موضوع پر اہم کتاب ہے، جس میں بدعت کی تعریف، اقسام اور ان

...ے میں شرعی احکامات پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اس کا پہلا اڈیشن ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء میں مکتبہ امام مسلم بیروت لبنان نے شائع کیا۔

۱۹۹۹ء کے اواخر میں شیخ محمد علی مراد شدید علیل ہوگئے تو آپ کے چھوٹے بھائی شیخ سعد الدین مراد حفظہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدینہ ...سے اپنے پاس جدہ لے گئے، جہاں کچھ عرصہ آپ کا علاج جاری رہا لیکن زیادہ افاقہ نہ ہوا، آپ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ شاید آخری وقت آ پہنچا لہذا علاج معالجہ کو چھوڑو اور مجھے واپس مدینہ منورہ پہنچانے کی فکر کرو کہ کہیں میری زندگی کی آخری سانس مدینہ منورہ ...حدود سے باہر ہی نہ نکل جائے اور مدینۃ الرسول ﷺ میں موت کی تمنا پوری نہ ہو، چنانچہ آپ کا علاج موقوف کر کے واپس مدینہ منورہ ...لایا گیا، جہاں آپ کی صحت قدرے بحال ہونے لگی، مئی ۲۰۰۰ء میں آپ کی نقاہت بڑھ گئی تو آپ کے فرزند شیخ محمد سلیم مراد نے دیکھ ...کے لئے آپ کو متحدہ امارات لے جانے کا قصد کیا لیکن آپ رضامند نہ ہوئے، ۲۶؍ مئی کو آپ کے گھر میں محفل ذکر مصطفےٰ ...منعقد کی جو آپ کی زندگی کی آخری محفل تھی۔

۳۰؍ مئی مطابق ۲۶؍ صفر ۱۴۲۱ھ بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن مدینہ منورہ میں آپ کی قیام گاہ پر آپ کا وصال ہوا، چند ہی ...میں آپ کے وصال کی خبر پورے عالم اسلام میں پھیل گئی اور آپ کے احباب وعقیدت مند نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آئے ...مدینہ منورہ ائیر پورٹ اور شہر مقدس میں داخل ہونے والی مرکزی شاہراہیں لوگوں اور گاڑیوں سے بھر گئیں، اہل حجاز، شامی، پاکستانی، ...نسل کے لوگ آپ کے آخری دیدار کے لئے جوق در جوق پہنچنے لگے، مقامی قوانین کے برعکس آپ کو علماء ومشائخ نے گھر پر ہی ...دیا، تجہیز وتکفین کی اور اسی روز بعد نماز مغرب مسجد نبوی شریف میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی، ۲؍ جون کو عالم اسلام کے مختلف شہروں ...جمعہ پر خطباء نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور آپ کے بلندی درجات کے لئے دعا کی، رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہ۔

ماخذ ومراجع

[۱] الف۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام [ج ۲]، بیروت، دار العلم للملایین، ۱۴۱۹/ ۱۹۹۹ء، ص ۲۰

ب۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱]، بیروت، دار احیاء التراث العربی، (سن طباعت ندارد) ص ۱۳

ج۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، دمشق، دار الفکر، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء،

[۲] مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، کراچی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، ۱۴۰۳/ ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۳

[۳] الف۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام [ج ۶]، ص ۴۴، ب۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۳]، ص ۱۳

ج۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۵۰۳

[۴] مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۱

[۵]۔ امام الدہر، حافظ العصر، مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، منطقی، عابد وزاہد شیخ محمد بدر الدین بن یوسف بن بدر الدین الحسنی الحسنی ...کی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء میں دمشق (شام) میں پیدا ہوئے، آپ کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم مع سند اور متن حفظ تھی، علوم ...یہ میں متون کے بیس ہزار اشعار بھی زبانی یاد تھے، آپ نے اپنی زندگی کو تدریس اور عبادت کے لئے وقف فرما دیا تھا، خلق کثیر آپ ...سے فیضیاب ہوئی، مولانا شیخ ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، مولانا ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ نے ...ایک انٹرویو میں بتایا کہ علامہ بدر الدین شامی علیہ الرحمہ ادب کی وجہ سے مسجد نبی شریف کے باب رحمت میں کھڑے ہو کر صلوۃ ...پڑھا کرتے تھے، علمائے دیوبند کے سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی (متوفی ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی (متوفی

۱۳۲۶ھ) نے محافل میلاد و قیام کو فعل ہنود مثل کنہیا کے جنم دن وغیرہ سے تشبیہ دی جس کی تفصیل 'براہین قاطعہ' میں درج ہے۔ (انبیٹھوی خلیل احمد : براہین قاطعہ، مطبع بلالی پریس ساڈھورہ، ہندوستان، سن طباعت ندارد، ص ۱۵۲) ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں مقیم ہندوستان کے دو علماء مولانا احمد علی قادری رامپوری و مولانا محمد کریم اللہ پنجابی نے قول گنگوہی کا عربی ترجمہ کر کے استفتاء کی صورت میں دمشق شام میں محدث سید محمد بدر الدین حسنی (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس کے مفصل جواب کے لئے اپنے شاگرد خاص علامہ محمود آفندی عطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کو حکم دیا، علامہ عطار نے قول گنگوہی کا مفصل رد لکھا جو "استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلوۃ والسلام" کے عنوان سے دمشق کے ماہنامہ 'الحقائق' شمارہ محرم ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ تقریباً سارے علوم اسلامیہ میں آپ کی تصانیف ہیں، تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول] میں چوالیس کتابوں کے نام درج ہیں (ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)، آپ نے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں دمشق میں وصال فرمایا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ا۔ دمشقی، سید محمد صالح فرفور : شیخ محمد بدر الدین حسنی کما عرفتہ، دمشق دار الامام ابی حنیفہ، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، اول

۲۔ آل الرشید محمد عبد اللہ : محدث الشام العلامہ السید بدر الدین حسنی، ریاض، مکتبہ الامام الشافعی، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، اول

۳۔ نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبد الستار : تذکرہ حضرت محدث دکن، لاہور المستاز پبلی کیشنز، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ص ۳۰۵

۴۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۴۷۳ تا ۴۹۳۔

۵۔ محمد بہاء الدین شاہ : بعنوان مقالہ فاضل بریلوی اور علماء حرمین (حواشی)، مشمولہ معارف رضا (ماہنامہ) کراچی، شمارہ اگست ۲۰۰۰ء، ص ۴۰

۶۔ رانا خلیل احمد : انوار قطب مدینہ، لاہور، مرکزی مجلس رضا، ۱۴۰۸ھ، ص ۱۹۲

[۶] الف۔ زرکلی، خیر الدین : الاعلام [ج ۷]، ص ۸۲

ب۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الثانی]، ص ۵۷۶

[۷] محمد مسعود احمد، ڈاکٹر : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۳

[۸] الف۔ الجبوری، کامل سلمان : معجم الشعراء [الجزء الرابع]، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء، ص ۳۰۱

ب۔ زرکلی، خیر الدین : الاعلام [ج ۶]، ص ۲۶۱، ج۔ کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین [ج ۸]، ص ۲۶۱

[۹] مسعود احمد، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۷۸، [۱۰] الف۔ کحالہ، عمر رضا : معجم المؤلفین [ج ۱۰]، ص ۲۹۳

ب۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۵۱۷

[۱۱]۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۶، [۱۲] الف۔ کحالہ، عمر رضا : معجم المؤلفین [ج ۱۱]، ص ۲۵۰

ب۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۵۱۷

[۱۳] مسعود احمد، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۰

[۱۴]۔ الف۔ بریلوی، امام احمد رضا خان، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، عربی، اردو (نام مترجم ندارد) کراچی، المکتبہ کھارادر مارکیٹ نزد جام روڈ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء، ص ۲۰۷، ب۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الثالث]، ۸۱۰

[۱۵]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۷۹

[۱۶]۔ محمد مطیع حافظ، نزار اباظہ : تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول]، ص ۳۳۹

[۱۷]۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد : امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۵

[۱۸] الف ۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام [ج ۶] ص ۱۳۱ ب ۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۰] ص ۳۴

ج ۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول] ص ۳۶۳

[۱۹] مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۷، [۲۰] الف ۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۲] ص ۲۳۷

ب ۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول] ص ۴۳۶

[۲۱] ۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۹۰، [۲۲] الف ۔ زرکلی، خیر الدین: الاعلام [ج] ص ۸۲

ب ۔ سدیدی الازہری، ممتاز احمد: حالات مصنف شیخ محمود العطار، مشمولہ، ذکر ولادت خیر الانام ﷺ اردو ترجمہ استحباب القیام عند ذکر ولادتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاہور، رضا اکیڈمی، ۲۰۰۱ء ص ۸۵ ج ۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۲] ص ۱۲۹

د ۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الثانی] ص ۵۹۶

[۲۳] ۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۳، [۲۴] الف ۔ کحالہ، عمر رضا: معجم المؤلفین [ج ۱۳] ص ۳۲۰

ب ۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الاول] ص ۳۹۶

[۲۵] ۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، ص ۱۸۸

[۲۶] ۔ محمد مطیع، نزار اباظہ، الحافظ: تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الہجری [الجزء الثانی] ص ۷۱۵ تا ۷۱۷

[۲۷] ۔ مسعود احمد، ڈاکٹر محمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۱۸۹

[۲۸] الف ۔ آل الرشید، محمد عبد اللہ: محدث الشام العلامہ السید بدر الدین حسنی، ص ۱۰

ب ۔ مصباحی، یٰسین اختر: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، کراچی، مکتبہ رضویہ، ۱۹۹۷ء ص ۱۸۱ تا ۱۸۵

ج ۔ نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبد الستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، ص ۳۴۲

د ۔ نقشبندی، ڈاکٹر محمد عبد الستار: تذکرہ حضرت محدث دکن، لاہور، الممتاز پبلی کیشنز، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء ص ۳۴۲

ہ ۔ مقالہ نگار حافظ محمد ادریس: عنوان مقالہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ، مشمولہ، ترجمان القرآن (ماہنامہ) لاہور، جلد ۱۲۴: شمارہ ۵، محرم ۱۴۱۸ھ/ مئی ۱۹۹۷ء ص ۵۹ تا ۶۳

[۲۹] ۔ مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۰ رجولائی ۱۹۳۸ء کو پرتگال کے شہر دمن میں ہوئی لیکن آپ کو جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا، جیسے کہ مولانا سید محمد عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کینیا (افریقہ) کے شہر نیروبی میں ۱۷ رجب ۱۳۷۲ھ/ ۱۳ راپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی لیکن مولانا محمد عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے ان کی وصیت کے مطابق مولانا محمد عبد اللہ شاہ غزنوی علیہ الرحمہ کی میت کو بذریعہ خصوصی طیارہ مدینہ منورہ لاکر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (راناؔ، خلیل احمد، سوانح حیات مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ، کراچی، ورلڈ اسلامک مشن ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء، ص ۱۳، ۵۵)

[۳۰] ۔ انصاری، عبد الحق: فضیلۃ الشیخ محمد علی مراد شامی، چھوٹی (ضلع چکوال)، بہاء الدین زکریا لائبریری، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ص ۲۵ تا ۲۹

امام احمد رضا کے ایک رفیق کار

قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی
صدر شعبہ اردو بہار یونیورسٹی، مظفر پور بہار

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

خدا کا شکر ہے کہ اب کوے رضا سنسان نہیں، آباد ہے۔ دنیا بھر میں مختلف ادارے اور اشخاص دھوم مچانے کے لئے تن، من، دھن، سے لگے ہوئے ہیں، جس میں فوقیت پاکستان کو اور پاکستان میں بھی ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کو حاصل ہے۔ مگر اس کے باوجود ابھی فضل وکمال کے اس سمندر کی محض چند موجوں کا تعارف ہوسکا ہے۔ اور انہیں چند موجوں سے اس سمندر کی بیکراں گہرائیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

امام احمد رضا نے یہ شعر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ آج میں ان کا یہ شعر خود انہیں کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی فیض رسانیوں کے بادل نے جہاں سارے عالم کو سیراب کیا ہے، بہار کا خطۂ پُر بہار بھی اس سے محروم نہیں رہا۔ یہاں بھی برسا اور خوب ٹوٹ کر برسا۔ جس کے شکرانے کے طور پر کاملان بہار نے بھی آپ کے علمی ودینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور ہر محاذ پر بہترین تعاون کی لاثانی نظیر قائم کی۔ مگر افسوس کہ ان کے کارنامے اب تک پردۂ خفا میں ہیں۔ ہم صرف ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب علیہ الرحمہ کی فتوحات سے ہی روشناس ہوسکے ہیں۔ اور وہ بھی پورے طور پر نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار میں ملک العلماء سے پہلے بھی امام احمد رضا کی فکر ونظر سے وابستہ اصحاب واشخاص، علماء و مشائخ کا سلسلۂ نجوم نظر آتا ہے۔ جن کے زرّیں کارناموں کا مطالعہ کئے بغیر ہم رضویات سے متعلق لٹریچر کو معتبر اور موقر نہیں بناسکتے۔ مگر اس کے لئے ایک شخص نہیں، ادارہ کی ضرورت ہے۔

میں نے سردست ان کاملان بہار میں سے صرف ایک مرد کامل کا انتخاب کیا ہے۔ جن کا نام قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی ہے۔ قاضی صاحب کا سلسلۂ نسب کئی واسطوں سے حضرت تاج فقیہ، فاتح بہار تک پہنچتا ہے جو اس طرح ہے۔ قاضی عبدالوحید بن قاضی عبدالحمید بن قاضی اکرام الحق بن قاضی امین الحق بن قاضی کمال الحق بن قاضی غلام یحییٰ بن غلام شرف الدین از اخلاف ملا عبدالشکور تاج فقیہی علیہ الرحمۃ۔

قاضی صاحب کی ولادت ۲۷؍رجب ۱۲۸۹ھ کو ہوئی اور وفات ۱۹؍ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں ۲ یعنی ۳۷ سال کی عمر پائی۔ لیکن اس مختصر سی عمر میں وہ کارہائے نمایاں انجام دے گئے جن پر جس قدر بھی رشک کیا جائے کم ہے۔ قاضی صاحب نے مروجہ نصاب کے مطابق مشرقی تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی انٹرنس اور ایف۔اے کے امتحانات بھی پاس کئے۔ ان کے والد قاضی عبدالحمید ان کو مزید حصول تعلیم کے لئے

☆☆ صدر شعبہ بہار یونیورسٹی مظفر پور (بھارت) انگلستان بھیجنا چاہتے تھے، لیکن انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ ان کے بیٹے اور اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

''عربی کی تکمیل اور انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوئے۔ ایف۔اے کے بعد میرے دادا انھیں قاضی رضا حسین کے مشورے پر انگلستان تعلیم کے لئے بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کسی طرح اس پر راضی نہ ہوئے۔ یہی نہیں یہاں رہ کر بھی انہوں نے مزید انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ وجہ یہ کہ وہ مغربی تعلیم کو مذہب کے لئے سم قاتل سمجھتے تھے۔'' ۳

اس طرح وہ اوائل سے ہی مذہب کے پر جوش داعی اور مبلغ بن گئے۔ اس دور میں بھی مذہب کے نام پر نئے فتنوں کا ظہور ہو رہا تھا۔ رافضیت، وہابیت نیچریت اور ندویت کی تحریکیں سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے عقیدہ و مسلک پر شب خوں مار رہی تھیں۔ ایسے پر آشوب پُر انتشار ماحول میں قاضی عبدالوحید نے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لاکر مذہب حقہ اہلسنت و جماعت کا جس طرح دفاع کیا ہے اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان کی دینی غیرت و حمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ان دنوں ندوۃ العلما کے قیام کی تحریک زوروں پر تھی اس کا ایک سالانہ اجلاس پٹنہ میں بھی ہوا۔ جس میں یہ تاثر دیا گیا کہ ندوہ کی مخالفت میں صرف مولانا عبدالقادر بدایونی، خواجہ عبدالصمد سہسوانی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی سرگرم ہیں۔ ورنہ تمام علماء و مشائخ ندوہ کے حامی تھے قاضی صاحب نے اس شر انگیز پروپیگنڈہ کی سختی سے تردید کی اور ڈھائی سو سے زائد علماء و مشائخ کے خطوط کی اشاعت کر کے یہ ثابت کر دیا کہ سواد اعظم ندوہ تحریک کا مخالف ہے۔ ۴

یہی وہ موقع تھا جب قاضی عبدالوحید نے پہلی مرتبہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کو ایک خط لکھا جس کا پورا متن حسب ذیل ہے۔

''بحر ملت مصطفویہ، حامی مذہب حنفیہ جناب مولانا الاجل مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ العالی، تسلیم۔ محقق غائبانہ اخوت اسلامی و حمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے یہ خط لکھ رہا ہوں اور مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی کو بھی لکھ رہا ہوں۔ جلسۂ ندوہ سے میں سخت بیزار ہوں۔ اور شاید حضور اس کے مخالف ہیں۔ لہٰذا موافقت فی المخالفۃ و حمایت مذہب حنفیہ کی جہت سے لکھتا ہوں۔ ایک اخبار تردید مذہب باطل و مخالفت ندوہ میں نکالنے والا ہوں۔ آپ سرپرستی کریں۔ مذہب حنفیہ کو حق سمجھتا ہوں اور ندوہ کو باطل۔ اگر آپ لوگ آمادہ ہوں تو ندوہ حنفیہ پٹنہ میں بفضلہٖ قائم کروں۔''

خادم عبدالوحید صدیقی ۹؍ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ ۵

ندوہ تحریک کے زور کو توڑنے کے لئے قاضی صاحب نے صرف ڈھائی سو علما کے خطوط ہی شائع نہیں کئے بلکہ اس کے رد میں جلسے کئے اور مجلس علمائے اہلسنت بریلی سے بھی تعاون کی درخواست کی جس کے نتیجے میں مولانا شاہ عبدالصمد مودودی چشتی (صدر مجلس علمائے اہلسنت) مولانا وصی احمد محدث سورتی۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی۔ مولانا مومن سجاد کانپوری (منتظم مجلس علمائے اہلسنت) مولانا سید اخلاص حسین سہسوانی علیہم الرحمۃ (مصنف حادثہ جانکاہ)، عظیم آباد پٹنہ پہنچے۔ اور جناب قاضی عبدالوحید صاحب کے یہاں محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سٹی میں فروکش ہوئے۔ یکم شعبان روز سہ شنبہ ۱۳۱۴ھ کی صبح کو شاہ محمد مبارک باغ میں مجلس وعظ منعقد ہوئی۔ اس طرح مختلف

مقامات پر جلسے ہوئے۔ ۶؎

قاضی صاحب نے اپنے مشن کو وسیع پیمانے پر پھیلانے اور چلانے کے لئے احباب اہلسنت کے مشورے سے ایک مجلس بنیاد ڈالی اور اس کا تاریخی نام مجلس عالی حمایت سنت محمدی ۱۳۱۵ھ رکھا جس کے صدر مولانا شیخ محمد پنجابی مقرر ہوئے۔ حکیم یوسف صاحب اس کے مہتمم اور خود اس کے نائب مہتمم نامزد ہوئے۔ اس تنظیم کے ساتھ ایک مطبع کا بھی قیام عمل میں لایا گیا۔ اور اس کا بھی نام رکھا گیا۔ مطبع اعوان اہلسنت و جماعت ۱۳۱۵ھ اور ماہ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ سے ایک ماہنامہ جاری کیا جس کا تاریخی نام تحقیق" ۱۳۱۵ھ ملقب بہ" تحفۂ حنفیہ" رکھا گیا اس کے سرورق پر یہ عبارت مرقوم ہوتی تھی۔

"حمایت اسلام وتائید شرع واصحاب سنت ونکایت بدعت وتہدید ارباب ضلالت وبطالت"

اس رسالہ کے شمارہ ۱۰ رجلد ایک میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی مبارک تصنیف "سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجد" پہلی بار ڈھائی سو کی تعداد میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور مطبع حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ستر کتابیں شائع ہوئیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" بھی پہلے تحفۂ حنفیہ میں ہی شائع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو شروع ہو کر ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ اختتام کو پہنچا۔

اس طرح تحفۂ حنفیہ کا فاتحانہ سفر جاری رہا اور بد مذہبیت اور ضلالت کے زور کو توڑتا رہا، پرچہ اور پریس کے قیام کے بعد قاضی صاحب کی ہمت عالی نے ایک مدرسہ کی بھی بنیاد ڈال دی جس کا نام مدرسہ حنفیہ رکھا گیا۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ کو اس کا افتتاح۔ افتتاحی جلسہ کی صدارت شاہ محمد کمال صاحب رئیس اعظم پٹنہ نے کی اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف نے علم دین کے موضوع پر شاندار تقریر فرمائی۔ بدایوں سے مولانا فضل حق (شاگرد مولانا عبدالکافی الہ آبادی) بلا کر صدر مدرس رکھے گئے۔ کچھ دنوں کے لئے مولانا دیدار علی الوری نے بھی مسند صدارت کو عزت بخشی رحمہم اللہ۔ ۷؎

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی پٹنہ میں پہلی بار آمد

اسی سال ماہ ربیع الآخر میں علامہ شبلی نعمانی نے شاہ سلیمان پھلواری کی حمایت سے پٹنہ میں ندوہ کے ساتویں اجلاس کا اعلان کر دیا۔ قاضی صاحب اور ان کے اعوان وانصار نے ندویوں کو پر پرزہ نکالتے ہوئے دیکھا تو مجلس علمائے اہلسنت کے بھی اجلاس کا اعلان کر دیا۔ اور جناب حضور مولانا شاہ امین احمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ بہار شریف، اور شاہ بدر الدین صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ شریف کے مشورے پر حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور دیگر علمائے اعلام رحمہم اللہ کو اطلاع دی۔ دونوں بزرگوں نے قاضی صاحب اور ان کے احباب کی پر خلوص دعوت پر لبیک کہا اور اجلاس میں شرکت فرما کر اس کی رونق اور عظمت میں چار چاند لگایا۔ ۱۷ر رجب ۱۳۱۸ھ اس کے شاندار اجلاس ہوئے اور ندویوں کا زور ٹوٹا۔

مجلس ندوۃ العلما کے اجلاس پٹنہ میں صدارت مولانا شاہ احمد حسن کانپوری نے کی۔ مجلس علمائے اہلسنت کے اجلاس سے ان پر ندوہ کی اصل حقیقت منکشف ہوئی۔ اور انہوں نے سخت رنجیدہ ہو کر مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوہ سے برملا فرمایا:

"پورا طائفہ ندوہ جہنم میں جائے گا، ہم تم دونوں جائیں گے پہلے کون جائے گا میں یہ نہیں بتا سکتا آئندہ سے مجھ کو نہ بلانا" ۸؎

اس مجلس میں علمائے اہلسنت کے جلسہ کی صدارت حضرت تاج الفحول کی تحریک پر جناب حضور شاہ امین میاں صاحب نے

اس موقع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قصیدۂ دالیہ "آمال الابرار" منظوم فرمایا جو قاضی صاحب کی طرف سے پیش ہوا۔ اس میں حضور سجادہ نشیں بہار شریف کی شان میں یہ شعر گزارے:

بقیۃ الاولیا امین احمد امین احمد ، امن، حمود
شمائلہ تذکرنا الصحابہ سحابہ علی کل یجود ۹

ترجمہ: اولیا کے بقیہ شاہ امین احمد صاحب، امانت دار، خوب حمد کرنے والے، سراپا امن، ستودہ صفات، ان کی خصلتیں ہمیں صحابہ کی یاد دلاتی ہیں۔ ان کے بادل سب پر فیضان کی بارش کرتے ہیں۔

اجلاس پٹنہ کے بعد مجلس علمائے سنت کا دوسرا بڑا اجلاس کلکتہ میں ہوا۔ شعبان ۱۳۱۹ھ حاجی لعل محمد خان صاحب نے قاضی عبدالوحید صاحب کو خط بھیجا کہ ۲۲ تا ۲۵ شعبان کلکتہ میں ندوہ کا جلسہ ہے، اپنا بھی اجلاس ہونا چاہئے۔ یہ سن کر قاضی صاحب فوراً کلکتہ تشریف لے گئے اور احباب اہلسنت کے باہمی مشوروں سے ایک جلسہ کا اعلان کر دیا۔ ۲۱ تا ۲۶ رشعبان ۱۳۱۹ھ اس کے شاندار اجلاس ہوئے۔ جس میں امام احمد رضا کی بھی شرکت بابرکت ہوئی۔ اس کی مکمل روداد بنام "دربار سراپا رحمت" ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی جس کے صفحہ ۱۴ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تشریف ارزانی کا تفصیلی بیان ہے۔ ۱۰

اعلیٰ حضرت کی پٹنہ میں دوسری بار آمد

اجلاس کلکتہ کے بعد قاضی صاحب کی دعوت پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ دوسری بار پٹنہ تشریف لائے۔ آپ قاضی صاحب کے مہمان ہوئے۔ علماء و مشائخ اور روسائے شہر نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اس موقع پر ماہنامہ تحفۂ حنفیہ کے کاتب منشی علی حسین صاحب نے آپ کی شان میں ۲۷ راشعار پر مشتمل ایک قصیدہ پیش کیا۔ جس کا مطلع حسب ذیل ہے۔

یہ سماں بے شک رہے گا مدتوں تک یادگار
اب کے پٹنہ میں نئی صورت سے آئی ہے بہار ۱۱

اس سفر میں قاضی صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے وابستہ کرایا۔ یہاں پر اس واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قاضی صاحب کے خسر محترم شاہ لطف الرحمٰن کا کوی ایک تھال خوان پوش میں نذر لائے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا میں نے قبول کیا۔ لے جائیے شاہ صاحب نے عرض کیا حضور ساٹھ روپے بھی ہیں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ساٹھ روپے تو کیا ساٹھ ہزار روپے بھی ہوں تو فقیر اپنے مولیٰ تعالیٰ کے جود و کرم سے بے نیاز ہے۔

اس دوسرے موقع پر اعلیٰ حضرت کا قیام مدرسہ حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں رہا، آپ نے مدرسہ کی عالی شان عمارت دیکھ کر درج ذیل قطعہ تاریخ ارشاد فرمایا:

یا طالبا حسن المآب	ابشر فذا نہج الصواب
عبد الوحید بنی ھنا	بیتاً لدرس مستطاب
بالزبر تدعوا البینات	حی عندہ علم الکتاب

ترجمہ: اے حسن مقصود کے طالب خوش ہو کہ یہ طریق صواب ہے، عبدالوحید نے درس مستطاب کے لئے یہاں گھر بنایا ہے، بینات زبر کو بلا رہے ہیں کہ آؤ ان کے پاس علم الکتاب ہے۔

یہی وہ وقت تھا جب اعلیٰ حضرت بریلوی نے حضرت قاضی صاحب کو ندوہ شکن۔ ندوی فگن، کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔

''جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے ہیں۔ مولوی قاضی عبدالوحید فردوسی کو ندوہ شکن، ندوی فگن سے تعبیر کیا ہے۔''

یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ ''حسام الحرمین'' جس پر علمائے عرب وعجم نے تصدیقات لکھیں اور امام احمد رضا کو بڑے بڑے القابات سے نوازا وہ در حقیقت ''المعتمد المستند'' کا ایک حصہ ہے جسے امام احمد رضا کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا نے علمائے عرب کے سامنے پیش کیا تھا۔ اور یہ کہ ''المعتمد المستند'' حضرت السیف المسلول علامہ فضل رسول بدایونی کی کتاب ''المعتقد المنتقد'' پر امام احمد رضا کے حواشی کا مجموعہ ہے۔ جس کا باعث و محرک مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی ہی ہیں۔ المعتمد کے خطبہ میں امام احمد رضا نے فرمایا ہے:

توجہ الی طبع من توجہ اللہ تعالیٰ بتیجان الخیرات جعلہ موفقا بل وفقا موفوقا علیٰ فعال المبرت فکلما عز علی السداد شدۃ امدّ و احۃ لسدھا عدۃ ، ھو الوحید الفرید، حامی السنن، ماحی الفتن، مولانا القاضی عبد الوحید الحنفی الفردوسی العظیم آبادی اید اللہ و ایدہ بالایدی، و جعل تصحیحہ الی ھذا العبد الضعیف فلم یسعنی لامتثال امرہ المنیف .... علقت حروفا وما علقت الا یسیراً ۱۴۔

ترجمہ: اس کتاب کی طباعت کی طرف اس شخص کی طبیعت مائل ہوئی جسے اللہ تعالیٰ نے خیرات کی بلندیوں کی طرف متوجہ فرما اور توفیق دی بلکہ نیک کاموں پر اسے موقوف فرمایا۔ جب کبھی بھی راہ راست پر شدت آئی انہوں نے مدد کی۔ اور اس کے سد باب کے لئے ساز وسامان مہیا کیا۔ وہ ہیں یگانہ، یکتا، حامی سنن، ماحی فتن، مولانا قاضی عبدالوحید حنفی فردوسی عظیم آبادی اللہ انہیں ہمیشہ رکھے اپنے ہاتھوں اور نعمتوں سے اس کی مدد فرمائے انہوں نے جب اس کی تصحیح کا کام اس عبد ضعیف کے ذمے کیا تو میرے لئے ان کا حکم ماننے کے سوا چارہ نہ رہا اور میں نے اس پر کچھ تعلیقات لکھے۔

قاضی صاحب کی طبیعت میں ریاست کے باوجود حد درجہ سادگی اور تواضع تھی اخلاق، محبت، اخوت، فیاضی اور خدا ترسی ان کی شخصیت کے اہم اوصاف تھے۔ قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

''میرے دادا نے کئی آدمیوں کو سودی قرض دے رکھا تھا ان کی موت کے بعد انہوں نے (قاضی عبدالوحید) نے سود کے ہزاروں روپے معاف کر دیئے وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے بہت روپئے دوسروں پر صرف ہوا کرتے تھے۔ خدا پر انکا بھروسہ تھا۔ میرے حقیقی ماموں طاعون میں مبتلا ہو گئے مجھے ان کے پاس جانے سے بالکل نہ روکا۔

وہ تو میرے ماموں تھے۔ میرے معلم کا ایک بھانجا اس مرض کا شکار ہو گیا۔ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت نہ تھی دونوں اس مرض میں مر گئے۔'' ۱۵

قاضی صاحب کی علالت و سفر آخرت
اور اعلیٰ حضرت کی تیسری بار پٹنہ کی آمد

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کو جب قاضی صاحب کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عازم پٹنہ ہوئے۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو آپ کا ورود مسعود ہوا۔ فوراً قاضی صاحب کے پاس پہنچ کر ان کی مزاج پرسی کی دیر تک ان کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ وقت موعود آپہنچا۔ ۱۹ ربیع الاول شب چہار شنبہ کو دو بجے قاضی صاحب نے کمال فرح وسرور کی حالت میں قفس عنصری کو چھوڑا۔ حضرت

مولانا ضیاء الدین صاحب بہاری ثم پٹنوی نے جنازہ کا آنکھوں دیکھا حال بڑی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ ان کے مطابق حضرت محدث سورتی نے قاضی صاحب کو غسل دیا اور اعلیٰ حضرت نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اور قبر خاص میں یہ دونوں حضرات اترے۔ اس حقیر (مولانا محمد ضیاء الدین) اور شاہ بعد اولی نے جنازہ چارپائی پر سے اٹھا کر ان دونوں صاحبان کو دیا۔ قبر میں رکھنے کے بعد امام احمد رضا نے مرحوم کے چہرے سے پردہ ہٹا کر فرمایا کہ "حضرات دیکھئے! دین کی سچی مدد کرنے والوں کی بعد وفات حالت حیات سے بڑھ کر پاکیزہ ہو جاتی ہے۔" ۱۶

کچی درگاہ موضع جھلی شریف ضلع پٹنہ میں حضرت شیخ شہاب الدین عرف پیر جگجوت کے مزار کے داہنی جانب قاضی صاحب مدفون ہوئے۔ یہ جگہ پٹنہ شہر سے پانچ میل پورب میں واقع ہے۔ مولانا ضیاء الدین بہاری ثم پٹنوی کے مطابق ہمراہ جنازہ جاتے ہوئے امام احمد رضا کو دو تاریخیں القا ہوئیں۔ آپ نے ان سے اور مولانا ظفر الدین بہاری سے مادوں کے استخراج کی نسبت ارشاد فرمایا۔ جب جمع کئے گئے تو پورے اترے۔

یا اکرم المخلق انت الکریم

اکرم القاضی عبد الوحید

قال الرضا فی الدعاء ارخہ

ارحم القاضی و عبد الوحید

۶ ۲ ۳ ۱ ھ

دوسری تاریخ۔ وھب المتقون من جنت وعیون ۱۳۲۶ھ

اعلیٰ حضرت کے اس سفر کی تصدیق قاضی عبد الودود کی خود نوشت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"قاضی عبد الوحید کی وفات ۱۹/ربیع الاول ۱۳۲۶ھ میں ہوئی ان کے مرض الموت میں بریلوی صاحب ہمارے یہاں آئے تھے۔ اور ان کے چہارم کے بعد واپس گئے تھے۔" ۱۸

حوالہ جات

۱۔ مقالات قاضی عبد الودود۔ مرتبہ پروفیسر کلیم الدین احمد، زیر عنوان میں کون ہوں میں کیا ہوں۔ صفحہ ۱۔ ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۲۔ ۱

۴۔ سوالات حق نما بروس ندوۃ العلماء ۱۳۱۳ھ، ۵۔ مکتوبات علماء و کلام اہل صفا۔ مرتبہ مولانا سید عبد الکریم بریلوی

۶۔ فلک قمتاز بہار پٹنہ مرتبہ۔ حکیم سوموس سجاد حسین ۱۳۱۴ھ، ۷۔ بحوالہ روداد مدرسہ ۱۳۲۰ھ۔ از قاضی عبد الوحید عظیم آبادی

۸۔ بحوالہ دربار حق و ہدایت ۱۳۱۸ھ۔ روداد مجلس علمائے اہلسنت اجلاس پٹنہ ۹۔ ایضاً

۱۰۔ دربار سراپا رحمت روداد اجلاس کلکتہ ۱۳۱۹ھ صفحہ ۱۴۔ ۱۱۔ مطبوعہ تحفہ جلد ۵، پرچہ ۱۲/ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ صفحہ ۲۹، ۳۰

۱۲۔ روداد اجلاس دوئم مدرسہ حنفیہ، ۱۳۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۶/صفحہ ۳۶۶

۱۴۔ خطبہ المعتمد المستند، ۱۵۔ میں کون ہوں میں کیا ہوں۔ از قاضی عبد الودود صفحہ ۳

۱۶۔ تحفہ حنفیہ ۱۳۲۷ھ، ۱۷۔ ایضاً، ۱۸۔ "میں کون ہوں میں کیا ہوں" از قاضی عبد الودود صفحہ ۶

امام احمد رضا اور ڈاکٹر نواب حسین نظامی

ڈاکٹر محمد حسن قادری بریلوی

ن، ع، ت عربی زبان کا مادہ ہے، اس کے لغوی معنی کسی شخص میں بہترین صفات کا پایا جانا اور ان صفات کا بیان کرنا ہے، عربی زبان میں تعریف و توصیف کے لئے حمد، مدح، ثنا وغیرہ الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں، مگر علما اور اہل ادب میں اصطلاحا لفظ حمد کو اللہ کی تعریف کے لئے اور لفظ 'نعت' کو سرور کائنات محبوب رب العالمین کی تعریف و توصیف کے لئے مخصوص کرلیا ہے، دنیا کی دیگر زبانوں میں بھی سرور کون و مکاں کی تعریف و توصیف کے لئے لفظ نعت کا ہی استعمال کیا جاتا ہے، رسول اکرم کی نعت مبارک نظم و نثر دونوں اقسام ادب میں لکھی جاتی رہی ہیں، مگر عام طور پر نعت کا لفظ ان نظموں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو قاسم نعت کے لئے لکھی اور کہی گئی ہوں، اس صنف سخن کی ابتدا عربی زبان میں عہد نبوت میں ہوگئی تھی، ان تمام صحابہ کرام نے جو شعر کہتے تھے نعتیہ اشعار کہے ہیں، حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک، حضرت کعب بن زہیر کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہم مشہور و معروف عربی کے نعتیہ شاعر ہوئے ہیں، عربی زبان کے بعد فارسی اور دیگر زبانوں میں نعت گوئی کا رواج عام ہوا، ابو الفرج، رونی، انوری، سعدی، رومی، جامی، عرفی، شیرازی وغیرہ نے بہترین نعتیں عطا کیں، دیگر زبانوں میں بھی نعت گوئی کی روایت ملتی ہے، اردو شاعری، غزل، مثنوی، قصیدہ، منقبت، مرثیہ وغیرہ اصناف سخن سے مالا مال ہے، حالی، شبلی، امیر مینائی، محسن کاکوروی وغیرہ شعرا نے کچھ نعتیں کہی ہیں لیکن نعت گوئی میں دور متاخرین میں امام احمد رضا اور حافظ پیلی بھیتی کے علاوہ ایسا کوئی شاعر نہیں ملتا جس نے نعتیہ اشعار سے اپنے دیوان مرتب کئے ہوں، ہمارے خیال میں اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں، اول یہ کہ صنف نعت بہت نازک صنف ہے اور بقول امام احمد رضا کے اس میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں، اگر حد سے بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہونچ جاتا ہے، اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، اس لئے نعت کہنا بہت مشکل کام ہے، اس مشکل کام سے وہی عہدہ برآ ہوسکتا ہے جو مہارت فن کے ساتھ ساتھ ایک سچے عاشق کا دل رکھتا ہو، سرور انبیاء کی محبت میں دل گداختہ ہوجانا مرد مومن کی شان ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر شاعر اس صنف میں طبع آزمائی نہیں کرسکا، صرف رسما دو چار نعتیں کہہ دیں جن میں وارفتگی اور عشق رسول کی وہ جلوہ گری نہیں ہے جو امام احمد رضا کے یہاں دکھائی دیتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صنف نعت کو اہل ادب اردو نے صنف سخن سمجھا ہی نہیں، اردو ادب کی پوری تاریخ کا مطالعہ کرجایئے کہیں اردو نعت اور نعت گو شعرا کا ذکر نہیں ملے گا، کتنی عجب بات ہے سرور کون و مکاں کے نواسوں سے متعلق مرثیوں کا تو اردو ادب میں خوب ذکر ہے اور مرثیہ گو شعرا انیس، دبیر کی شان میں اہل ادب نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں، لیکن افسوس اس ذات کی نعت مقدس کے لئے اردو ادب میں کوئی جگہ نہیں جن کی بے پناہ محبتوں اور شفقتوں کے سبب حسنین کریمین کو شہرت و دوام حاصل ہوئی۔

امام احمد رضا اصلاً نعت کے شاعر تھے، جس صنف کے یہ شاعر تھے جب اردو ادب کی تاریخ میں اس صنف کا ہی کوئی حصہ نہیں تو اس صنف کے شاعر کا حصہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ غرض اردو نعت ابتداء سے ہی تعصب و بے توجہی کا شکار رہی۔ اردو ادب کی تاریخ مرتب کرنے والوں میں وہ لوگ حاوی رہے، جن کو نعت اور نعت گو شعرا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسی طرح یونیورسٹیوں کی نصاب کمیٹیوں میں بھی وہی لوگ حاوی رہے جو نعت سرور کون و مکاں سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے اردو نعت کو باقاعدہ طور پر طلبا کے نصاب میں شامل نہیں کیا

گیا۔ صرف محسن کاکوروی کا نعتیہ قصیدہ نصابوں میں ملتا ہے وہ بھی قصیدہ کے ضمن میں شامل نصاب رہا ہے۔ ایسے نامساعد حالات اور مخالف ماحول میں نعت شریف کو کسی یونیورسٹی کے نصاب جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اس وقت ہمارا روئے سخن بریلی کالج بریلی شعبہ اردو کے سابق ریڈر محترم نواب حسین خان نظامی صاحب کی جانب ہے۔ جب آپ ۱۹۹۱ء میں روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی شریف میں نصاب کمیٹی کے کنوینر میں منتخب ہوئے تو آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور استاذ زمن حضرت حسن رضا خاں کی نعتوں کو ایم۔اے (اردو) میں شامل کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ ان حالات میں جبکہ اردو نعت کا اردو ادب میں کوئی ذکر نہ ہو، اردو نعت کو صنف سخن تسلیم نہ کیا جاتا ہو اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ عہدوں پر اردو نعت کے مخالفین کا قبضہ ہو ایسی صورت حال میں اپنی کوششوں کی بار آوری کی امید وہی شخص کرسکتا ہے جو سچا عاشق رسول ہو اور جس کو سرور کون و مکان کی حمایت کا پورا یقین ہو۔ حضرت نظامی صاحب کو بھی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن حضرت نظامی صاحب کی نیک نیتی، خلوص، آقائے دوجہاں سے عشق اور امام احمد رضا سے محبت رنگ لائی اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء میں آپ نے ایم۔اے، (اردو) کے پہلے پرچہ میں امام احمد رضا اور استاذ زمن حضرت حسن رضا خاں کی نعتوں کو شامل کیا۔ خصوصی مطالعہ کے تحت ساتویں پرچہ میں امام احمد رضا کا نام گرامی شامل کیا۔ اس طرح ایم۔اے (اردو) کے دو پرچوں میں امام احمد رضا اور حسن رضا خاں کو شامل کیا گیا۔ حضرت نظامی صاحب کا یہ ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش میں نہیں ملتی۔ برصغیر کی کسی بھی یونیورسٹی میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور کلام امام احمد رضا کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ پاکستان میں سلام رضا کے چند اشعار نصاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ یہ نظامی صاحب کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ نعت شریف اور امام احمد رضا کا کتنا ہی بڑا مخالف کیوں نہ ہو جب وہ اردو سے ایم۔اے کریگا تو وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور علامہ حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیں ضرور گنگنائیگا، اس کے بغیر اس کا ایم۔اے مکمل نہ ہوگا۔ اس طرح پورے روہیل کھنڈ میں کوئی اردو کا پروفیسر چاہے وہ اعلیٰ حضرت کا کتنا ہی بڑا مخالف ہو اسے اعلیٰ حضرت کو پڑھنا اور پڑھانا ہی ہوگا۔ اردو نعت کو نصاب میں شامل کرنے کے دو بڑے فائدے ہوئے۔ ایک تو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت نظامی صاحب نے اردو نعت کی ادبی حیثیت کو تسلیم کرالیا۔ دوسرے یہ کہ امام احمد رضا اور استاذ زمن کی نعتیں نصاب میں شامل ہوگئیں جو سنی مسلمانوں کے لئے انتہائی فخر و مسرت کی بات ہے۔

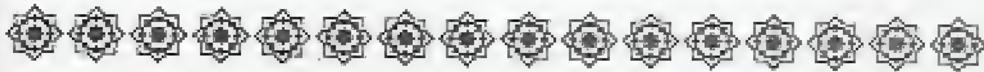
اب صورت حال یہ ہے کہ سیکڑوں طلبا پہلے پرچہ میں اعلیٰ حضرت اور علامہ حسن رضا خان کی نعت گوئی کا مطالعہ کرتے ہیں اور ساتویں پرچہ میں خصوصی مطالعہ کے تحت بھی ہر سال تقریباً دو طلبا حضرت فاضل بریلوی کا پرچہ لیتے ہیں۔ یوں تو ڈاکٹر نظامی صاحب کے زیر رہنمائی و نگرانی تیرہ افراد پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کرچکے ہیں، اور پانچ اصحاب تحقیقی کام کررہے ہیں۔ ان افراد میں آپ کے زیر نگرانی ڈاکٹر سید مجیب الرحمٰن نے حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان کی ادبی خدمات پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی اور راقم الحروف کو اعلیٰ حضرت کے والد ماجد پر "مفتی نقی علی خاں حیات اور علمی و ادبی کارنامے" عنوان سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔ ان دونوں پی، ایچ، ڈی کے مقالوں کی اہمیت ان کی اولیت ہے جس کا سہرا بلاشبہ پروفیسر نواب حسین خان نظامی کے سر ہے اس کے علاوہ اردو نعت اور حافظ پیلی بھیتی کی نعت گوئی پر ڈاکٹر سراج رضوی ایڈوکیٹ بھی آپ کی رہبری و نگرانی میں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری سے سرفراز ہوئے۔ بہت کم لوگ واقف ہوں گے حافظ پیلی بھیتی امام احمد رضا کے ہم عصر اور پیلی بھیت کی ایک نہایت معزز ہستی تھے۔ آپ نے نعت کے بارہ دیوان یادگار چھوڑے ہیں۔ اس طرح حضرت نظامی صاحب نے نعت گوئی اور امام احمد رضا کی نعت گوئی پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے دروازے کھول دیے ہیں۔ مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر نواب حسین خاں نظامی کی اتنی بہترین کاوشوں کی سنی مسلمانوں اور ادبی حلقوں میں جو پذیرائی ہونا چاہیے تھی وہ نہیں ہوئی۔ آج کل معمولی کام کرنے والوں کو بڑے بڑے ایوارڈ سے نوازا جاتا

ہے۔ بڑے بڑے جلسے کر کے استقبالیہ دیے جاتے ہیں مگر نظامی صاحب کو اس قابل نہیں سمجھا گیا، حالانکہ جناب نظامی صاحب کی ذات ان تمام باتوں سے مستغنی ہے لیکن ہمیں اپنا فرض نہیں بھولنا چاہئے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بریلی کالج کے شعبہ اردو کے استاد ڈاکٹر حامد علی خاں نے بریلی کالج بریلی کی سالانہ میگزین میں شعبہ اردو کے سابق صدر کی شان میں قصیدہ نما مضمون لکھ کر شائع کیا جس میں انھوں نے حضرت نظامی صاحب کے اس کارنامے کو سابق صدر شعبہ اردو کے کھاتے میں ڈالنے کی صحافتی خیانت کی کوشش کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا اور استاد زمن کی نعتیہ شاعری اور حیات کو ایم۔اے (اردو) کے دونوں پرچوں میں شامل کرنے کی نظامی صاحب کی کوششوں اور کاروائیوں کے دستاویزی ثبوت یونیورسٹی میں آج بھی موجود ہیں اور دیکھے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر حامد علی خان حقیقت حال سے پوری طرح واقف تھے لیکن حضرت نظامی صاحب کے کارنامے کو اجاگر نہ کرنا اور سابق صدر شعبہ اردو کی چاپلوسی کرنا ان کا مقصد تھا۔

بہر حال اللہ تبارک وتعالیٰ محترم ڈاکٹر نواب حسین خان نظامی صاحب کی صحت وتندرستی کے ساتھ عمر دراز فرمائے کہ وہ دین وملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت انجام دیتے رہیں۔ آمین







سرزمین دھلی پر حضرت منانی میاں کے

زریں منصوبے تعمیری مراحل میں

ایک دور وہ بھی تھا جبکہ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں اہل سنت وجماعت کا کوئی قابل ذکر تعلیمی ادارہ نہیں تھا، نہ یہاں سے کوئی سنی رسالہ نکلتا تھا، اور نہ ہی کوئی سنی کتب خانہ تھا، لیکن اب بحمدہ تعالیٰ یہاں پر کئی عظیم الشان تعلیمی ادارے ہیں، جو دین وسنیت کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں، کئی سنی مجلات بھی نکل رہے ہیں جو صحافتی دنیا میں اپنا مقام رکھتے ہیں اور سنی کتب خانوں کی بھی لمبی قطار نظر آتی ہے۔

یہ جماعت کے صاحب بصیرت ووسیع النظر علمائے کرام اور دانشوران قوم کی پرخلوص مساعی کا حسین ثمرہ ہے، ان میں قائد اہلسنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان اور مفکر اہل سنت حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی مدظلہ العالی کے اسمائے گرامی سرفہرست رکھے جاسکتے ہیں۔

حضرت قائد اہلسنت نے اس سرزمین پر "جامعہ نظام الدین" جیسا عظیم الشان دینی قلعہ تعمیر فرمایا تو مفکر اہلسنت نے دارالقلم کی بنیاد ڈالی اور مدرسہ قادریہ کی تعمیر فرمائی، اور حضرت مولانا شعیب رضا صاحب مدظلہ العالی نے بھی "مرکز اسلامی" نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا۔ اور بھی متعدد مدارس ومکاتیب ہیں جو دہلی کے مختلف علاقوں میں مصروف عمل ہیں، وہ تمام ہی حضرات خراج تحسین ودعائے خیر کے مستحق ہیں جو کسی بھی نوع سے دین وسنیت کی تقویت واشاعت میں کوشاں اور سرگرم عمل ہیں۔

اور اب شیر رضا، مجاہد اہلسنت نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت منانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے بھی خدمت قوم وملت کے مستحکم عزم وحوصلے کے ساتھ سرزمین دہلی کو جولانگاہ عمل بنالیا ہے۔ آپ پر یہاں کام کرنے کی ایک دھن سوار ہے، اپنے جذبات کے اظہار کے لئے اکثر یہ مصرع پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

دہلی میں لہرائیں گے ہم جھنڈا اعلیٰ حضرت کا

دہلی میں کام کرنے کے لئے اولین مرحلہ میں زمین کی ضرورت تھی، چنانچہ تلاش وجستجو کے بعد حضرت نے مہرولی شریف میں ایک بیش قیمت زمین حاصل کرہی لی، اور فوراً اس کی چہار دیواری بھی کرادی، زمین کا رقبہ تقریباً پانچ ہزار فٹ ہے، محل وقوع بھی بڑا مبارک ہے، یہ زمین خلیفۂ حضور خواجہ غریب نواز حضرت قطب الدین بختیار کاکی اور محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جوار مسعود اور اولیا مسجد کے قرب میں واقع ہے۔ مہرولی شریف دہلی کا اہم اور تاریخی خطہ ہے۔ لیکن اس علاقہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت وفروغ کے لئے کوئی ادارہ وتنظیم نہیں ہے۔ بلکہ یہاں انہیں لوگوں کا تسلط ہے جو مسلمانوں کو بزرگان دین کے آستانوں سے دور رکھنے کی کوشش کو دین کی عظیم خدمت تصور کرتے ہیں، اس لئے حضرت

منانی میاں صاحب قبلہ نے اس کا انتخاب فرمایا ہے۔

زمین کے حصول کے سلسلہ میں کئی رکاوٹیں سامنے آئیں، مخالفتیں ہوئیں لیکن شیر رضا کے حوصلہ میں کوئی ضعف نہیں آیا، بلکہ آپ کے پیش نظر ہمہ وقت یہ ہمت افزا پیغام رہا ۔

تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرائے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

خدائے کارساز کی کارسازی پھر شہ مشکل کشا کی مشکل کشائی شامل حال رہی اور آپ کی ہمت مردانہ کے آگے ساری رکاوٹیں ڈھیر ہوگئیں اور گوہر مقصود حاصل ہوا۔

حضرت منانی میاں صاحب قبلہ کا منصوبہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک ''خواجہ قطب الدین کانفرنس ہال'' تعمیر کیا جائے جس میں وقتاً فوقتاً دینی وتبلیغی تقریبات منعقد ہوں، نیز عصری ونو پید مسائل پر سیمنار کئے جائیں۔ ایک عظیم الشان ''الرضا مسلم مسافر خانہ'' ہو تا کہ مذکورہ بزرگان دین کے اعراس میں شرکت کرنے والے زائرین کو قیام کے سلسلہ میں پریشانیوں کا سامنا نہ ہو، نیز ملک وبیرون ملک سے تشریف لانے والے علماء ومشائخ کو بھی یہاں قیام وآرام کی سہولت میسر ہو، اس کے ساتھ ہی ایک عظیم ''شیخ عبدالحق لائبریری'' قائم کی جائے جس میں گوناگوں علوم وفنون کی کتابوں کا ذخیرہ ہو۔

۱۵ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو علما ومشائخ اور متعدد سیاسی وسماجی شخصیات کی موجودگی میں ''خواجہ قطب الدین کانفرنس ہال'' کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اور بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ اس کی تعمیر مکمل ہوگئی۔ اب دوسرے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کا مرحلہ ہے۔

اس قسم کے عظیم تعمیری کام انفرادی طور پر انجام نہیں پاتے بلکہ ان کے لئے جماعتی اشتراک وتعاون ناگزیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اہتمامی اصحاب خیر بالخصوص وابستگان سلسلۂ قادریہ رضویہ مصطفویہ سے پرزور اپیل ہے کہ آگے بڑھیں اور اس عظیم ومفید کام کی تکمیل میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں اور فیوض اولیائے کرام سے مالا مال ہوں۔

حضرت منانی میاں صاحب قبلہ نے اپنی انتھک جدوجہد سے ایک پودا لگادیا ہے۔ اب آپ حضرات کی بھی ملی ذمہ داری ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی آبیاری کریں تاکہ یہ پودا پروان چڑھے، تناور اور سایہ دار درخت بنے اور ہم سب اس کی چھاؤں میں روح وقلب کا آرام وسکون پائیں۔

چاہئیں مستانے چند دین کے دیوانے چند

رپورٹ منجانب: مسلم مشن، سوداگران بریلی شریف

امام احمد رضا اکیڈمی کی چند جدید مطبوعات کا تعارف

بقلم: صغیر اختر مصباحی

علم حدیث کی تاریخ پر تفصیلی دستاویز

تدوین حدیث

تصنیف: حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی

قرآن وحدیث شریعت اسلامیہ کی اساس و بنیاد ہیں، لہذا صحابہ کرام وتابعین عظام نے جس طرح قرآن کریم کی حفاظت کے لئے شب وروز جدوجہد فرمائی اسی طرح سنت وحدیث کی حفاظت کے لئے بھی تن دہی سے کام لیا۔ بعض صحابہ کرام نے خود اپنی روایت کردہ احادیث کو خود اپنے صحیفوں میں لکھ لیا تھا اور بعض نے اپنے تلامذہ کے ذمہ یہ کام سونپ دیا تھا، اس طرح بے شمار احادیث اسی زمانہ میں قید تحریر میں آگئی تھیں۔ لیکن جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا احادیث نبویہ میں جعل وتزویر کے خدشات رونما ہوتے گئے تو تابعین اور پھر تبع تابعین نے اس علم کی حفاظت کے لئے بیڑا اٹھایا اور کمربستہ ہوکر اس میدان میں اتر آئے۔

پہلی صدی کے مجدد اعظم خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربار خلافت سے یہ فرمان جاری فرمایا کہ محافظین سنن اور حاملین احادیث نہایت دیانتداری سے اس علم کو مدون کریں کہ مجھے اس علم کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوچلا ہے۔ لہذا امام المحدثین حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقا ومعاصرین نے اس علم کی حفاظت کے لئے لائق صد تحسین خدمات انجام دیں۔ پھر امام المجتہدین سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے تلامذہ امام ابویوسف، امام عبداللہ بن مبارک، امام یحییٰ بن سعید قطان، امام محمد، اور امام حفص بن غیاث وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے علم حدیث کے الفاظ ومعانی کی حفاظت میں وہ شاندار اور قابل قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ رہتی دنیا تک ان کے خوان علم سے اہل علم خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔

یہ علم کن مراحل سے گذرا، ائمہ نے اس کو کس طرح پروان چڑھایا اور ہم تک کن منزلوں سے گذرتا ہوا پہونچا، ان تمام چیزوں کو جاننے کے لئے اس کتاب کو پڑھیں۔

عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل اور خوبصورت کتابت وطباعت کے ساتھ یہ کتاب منظر عام پر آگئی ہے۔

سائز 23X36X16 صفحات 152

مجتہدین وفقہا اور محدثین کی حیات وخدمات پر جامع کتاب

حالات فقہا ومحدثین

تصنیف: حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی

یہ کتاب ان نفوس قدسیہ کی علمی ودینی خدمات پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنی تمام تر مساعی جمیلہ اشاعت دین متین میں صرف فرمائیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر سیدنا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تک تقریباً چالیس فقہا ومحدثین کا تذکرہ اختصار وجامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

معاندین ومخالفین کا عام طور پر یہ دعویٰ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ سے پندرہ یا سترہ احادیث مروی ہیں لہذا علم حدیث میں قلیل الروایت ہونے کے سبب ان کے مذہب کی بنیاد قیاس پر ہے اور یہ حدیث میں تہی دست ہیں۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حدیث وتفسیر میں قلیل البضاعت تھے۔ اس کتاب میں ان دونوں مفروضوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور خاص طور پر ان دونوں عظیم وجلیل شخصیات کی علم حدیث میں عبقریت ومہارت تامہ کے شواہد پیش کیے گئے ہیں۔

عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل اور خوبصورت کتابت وطباعت کے ساتھ یہ کتاب منظر عام پر آگئی ہے۔

سائز 23X36X16 صفحات 304

طالبان علوم دینیہ کے لئے بیش بہا تحفہ

اصول حدیث

تصنیف: حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی

اہل اسلام نے اپنے دینی سرمایہ کو محفوظ کرنے کے لئے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، ان میں جرح وتعدیل کا علم اپنی مثال آپ ہے، لاکھوں راویان حدیث کی سوانح حیات اور ان کے آپس میں امتیازات کے لئے جن مشکلات کا سامنا ہمارے اسلاف کو کرنا پڑا وہ ایک لمبی داستان ہے، لیکن ان کی محنت وجانفشانی کے نتیجہ میں

جس علم کی داغ بیل پڑی اس کا نام علم اصول حدیث ہے، اس کے بغیر احادیث مبارکہ کے مقام ومرتبہ کو جاننا ممکن نہیں۔اس کتاب میں طالبان علم حدیث کے لئے اختصار وجامعیت کے ساتھ علوم اصول حدیث کی وہ اصطلاحات تحریر کی گئی ہیں جن کی ضرورت بنیادی طور پر ہر طالب علم کو پیش آتی ہے، عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل، اور خوبصورت طباعت وکتابت کے ساتھ یہ کتاب منظر پر آ گئی ہے۔

سائز 23X36X16 صفحات 104

طلبہ کے لئے مسائل نحو کی باریکیوں پر مشتمل ایک قیمتی تحفہ ''الالغاز النحویہ'' یعنی

نحوی پہیلیاں

''نحوی پہیلیاں'' حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قبلہ کی ایک بیش قیمت تصنیف ہے جس میں انہوں نے سوالات وجوابات کی صورت میں علم نحو کے ایسے اہم مسائل ترتیب دیے ہیں جن کی طرف عام طور سے طلبہ بہت کم توجہ دیتے ہیں۔

پہلے پہیلیوں کے عنوان سے سوالات درج کیے گئے ہیں جن کو پڑھ کر نحو کا طالب علم سخت حیرت اور خلجان میں مبتلا ہو کر کشمکش میں پڑ جاتا ہے، لہٰذا بے اختیار ہو کر جواب کا صفحہ پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، جواب پڑھتے پڑھتے اس کے ذہن کی گرہیں کھلتی جاتی ہیں، یہ طرز تحریر طالب علم کو پوری طرح کتاب میں غرق کر دیتا ہے اور مسائل نحو اس کے ذہن پر ثبت ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ''نحوی پہیلیاں'' پہلی بار ۱۹۸۷ء میں رضا دارالاشاعت بہیڑی سے شائع ہوئی تھی۔ رضا دارالاشاعت کے بند ہونے کے بعد اب تک اس کا سلسلہ طباعت موقوف رہا۔ بحمدہ تعالیٰ اب یہ اکیڈمی کی طرف سے زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔

سائز 23X36X16 صفحات 168

امام احمد رضا پر زیر تکمیل پی۔ایچ۔ڈی۔مقالات

نمبر	اسکالر	عنوان	نگراں	یونیورسٹی	رجسٹریشن
۱	سعید احمد	امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات		کلبار یونیورسٹی، کرناٹک، انڈیا	1997
2	محمد حسن امام	امام احمد رضا اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار	ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری	جامعہ کراچی، سندھ، پاکستان	1998ء
3	محمد عارف جامی	جد الممتار علی رد المحتار کی تخریج و تحشی	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	جامعہ کراچی، سندھ، پاکستان	2000ء
4	شفیق اجمل	بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنت کی ادبی و دینی خدمات	ڈاکٹر رفعت جمال	بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا	2003ء
5	اورنگزیب اعظمی	عربی زبان میں مولانا احمد رضا کا حصہ		جواہر لال یونیورسٹی نئی دہلی	2004ء
6	مولانا محمد حنیف رام پوری	امام احمد رضا اور ان کی فارسی زبان و ادب	پروفیسر عراق رضا زیدی	جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی	2000ء
7	اے۔پی عبد الحکیم	امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی۔آر امبیڈکر، بہار یونیورسٹی	2002ء
8	حامدہ بی	اردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں	پروفیسر حامد علی خاں	ایم۔جے۔پی روہیل کھنڈ یونیورسٹی	2002ء
9	مولانا بدیع العالم رضوی	ترجمہ کنز الایمان اور بیان القرآن کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر عبد الودود	اسلامک یونیورسٹی کشتیا، بنگلہ دیش	2004ء
10	محمد اسحٰق مدنی	برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ	پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین نوری	جامعہ کراچی، پاکستان	2003ء
11	ابو قاسم ضیائی	الشیخ احمد رضا شاعر من الہند		جامعۃ بغداد للعلوم الاسلامیہ، عراق	2005
12	مولانا عبد العلیم اندوری	امام احمد رضا اور علم تفسیر	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بی۔آر امبیڈکر، بہار یونیورسٹی	2004